فتاوی منصوریہ

جلد دوم

فقیہ العصر، مبلغ اسلام، شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ
الحاج مفتی عبدالرسول منصور الازہری
امیر شرعی کونسل برطانیہ

مکتبہ مصباح القرآن ساھیوال

صلی اللہ علیہ وسلم

فَسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿النحل﴾

فتاوٰی منصوریہ

جلد دوم

تصنیف

فقیہ العصر، استاذ العلماء، شیخ الحدیث والتفسیر، حضرت علامہ

مولانا الحاج مفتی عبدالرسول منصور الازہری دامت برکاتہم العالیہ

چیئرمین شرعی کونسل برطانیہ

مؤسس ادارہ مصباح القرآن ساہیوال پاکستان

ناشر مکتبہ مصباح القرآن عارف روڈ ساہیوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

کتاب ---------- فتاوٰی منصوریہ (جلد دوم)

تصنیف --------- استاذ العلماء علامہ مفتی عبدالرسول منصور الازہری

مرتب ---------- محمد منور نورانی ناظم تعلیمات ادارہ مصباح القرآن ساہیوال

پروف ریڈنگ ------ مولانا محمد عاشق قادری، قاری عبدالمجید } مدرسین ادارہ مصباح القرآن ساہیوال
علامہ محمد امین خاں قادری

سرورق --------- محمد ضیاء اللہ نورانی

کمپوزنگ -------- عطاء المصطفیٰ فریدی مصباح القرآن کمپوزنگ سنٹر ساہیوال

تاریخ اشاعت ------ اگست 2006ء بمطابق رجب المرجب 1427ھ

ناشر ---------- مکتبہ مصباح القرآن عارف روڈ ساہیوال

مقامات تحصیل

☆ ادارہ مصباح القرآن

مسعود ٹاؤن عارف روڈ ساہیوال فون نمبر 040-4228412*4221460

☆ 65-GROVE-ST-REDDICH WORCH-S

B98-8DL UK

TEL:01527595007

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اھداء وانتساب

شیخ الاسلام والمسلمین پیر طریقت رہبر شریعت حضرت

خواجہ محمد قمر الدین سیالوی چشتی

کے حضور ھدیہ عقیدت

جن کی نگاہ فیض رسا سے طالبان شریعت اور متلاشیان حقیقت کو علم و عمل کی خیرات میسر آئی۔

دعاجو و نیاز کیش

عبدالرسول منصور الازھری

امیر شرعی کونسل برطانیہ

14 اگست 2006ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم

تقریظ وتقدیم

(از:۔اسلامی محقق علامہ قاری محمد انور قمر نقشبندی

بانی ادارہ انوار القرآن لائی کراس برطانیہ)

تصدیر الافتاء

لغت عرب میں افتاء کا معنی

عربی زبان کی معروف اور مستند کتاب لسان العرب میں مرقوم ہے

أفتاه فی الأمر ''اس نے اس کے لیے معاملہ واضح کر دیا''

أفتى الرّجل فی المسألة واستفتيتهٔ فيهافأفتانی أفتاء وأفتى المفتی اذاأحدث حكماً

''مرد نے کسی مسئلہ میں فتویٰ دیا میں نے مسئلہ میں فتویٰ طلب کیا تو اس نے مجھے فتویٰ دیا مفتی نے فتویٰ دیا جب اس نے حکم ظاہر کر دیا''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ ٱللَّهُ يُفْتِيكُمْ --------{1}

''اے محبوب تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو اللہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے''

فتیا یا اور فا کے ضمہ فتویٰ واؤ اور فا کے ضمہ فتویٰ واؤ اور فا کی

{1} النساء:176

فتح کے ساتھ ان کا معنی ہے جو فقیہ نے فتویٰ صادر کیا۔

لغت عرب کی دوسری معروف کتاب مصباح المنیر میں بھی افتاء کا یہی معنی بیان کیا گیا ہے پھر فتویٰ کی جمع فتاویٰ ہے اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے

يَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ ۖ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ ----{1}

''آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو اللہ تمہیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے''

أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ ------{2}

''میرے خواب کے مطابق تم مجھے فتویٰ دو''

فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَم مَّنْ خَلَقْنَا ۚ --------{3}

''تو ان سے پوچھو کیا ان کی پیدائش زیادہ مضبوط ہے یا ہماری اور مخلوق آسمانوں اور فرشتوں وغیرہ''

حدیث نبوی میں ہے ان أربعة تفاتوا اليه عليه السلام چار اشخاص نے آپ سے فتویٰ طلب کیا

الاثم ماحاك فی صدرك وان أفتاك الناس وافتوك----{4}

''گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں کھٹکے اگر چہ لوگ تجھے فتویٰ دیں اور تیرے لیے اسے جائز قرار دیں''

{1} النساء: 127 {2} یوسف: 43 {3} صافات: 11 {4} مسند احمد مسلم۔

والاثم ماحاك فی القلب وترددفی الصّدر وأن أفتاك الناس۔

شریعت میں افتاء کا معنی

علماء فقہ واصول کے بیان کے مطابق افتاء کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کو دلائل شرعیہ کے تقاضا کی روشنی میں علی وجہ العموم بیان کرنا امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مفتی امت میں نبی ﷺ کے قائم مقام ہوتا ہے کیونکہ علماء انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں جیسا کہ حدیث مبارک میں وارد ہوا ہے

ان العلماء ورثة الأنبياء وان الأنبياء لم يورّثوا دينارا ولا درهما وانما ورثوا العلم--------{1}

"بے شک علماء ربانیین انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء دنیاوی مال ومتاع نہیں بلکہ علم وحکمت کی وراثت چھوڑتے ہیں"۔

اور پھر مفتی احکام شریعت کی تبلیغ کے لیے بھی نائب ہے احادیث شریفہ میں موجود ہے الأ یبلّغ الشّاهدمنكم الغائب --------{2}

"تم سے جو حاضر ہے وہ غیر حاضر تک یہ بات پہنچا دے"

بلّغوا عنّى ولو آيه--------{3}

"میری طرف سے پہنچاؤ خواہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو"

تسمعون ويسمع منكم ويسمع ممّن يسمع منكم ---{4}

{1} ترغیب وترھیب امام ندوی الموافقات شاطبی ج 3 ص 244 {2} بخاری خطبہ منیٰ {3} مسند احمد ترمذی

{4} ابوداؤد۔ حاکم۔ احمد

''تم مجھ سے سنتے ہو پھر تم سے سنا جائے گا اور پھر اس سے بھی جو تم سے سنے گا''

اسی بنیاد پر مفتی کو نبی علیہ السلام کا قائم مقام کہا گیا ہے۔

امام محی الدین نووی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

الأفتاء عظيم الخطر كبير الموقع كثير الفضل لأن المفتي وارث الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم وقائم بفرض الكفاية لكنّه معرض للخطاء {1}

''فتویٰ دینا بہت حساس نازک اور شرف وفضیلت کا کام ہے کیونکہ مفتی انبیاء کرام کا وارث ہے اور فرض کفایہ کو ادا کرنے پر مامور ہے لیکن غلطی اور خطاء سے بھی دوچار ہو سکتا ہے''۔

امام حصکفی درّ مختار میں اور علامہ ابن عابدین شامی ردّ المحتار میں فرماتے ہیں کہ فاسق مفتی ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیونکہ فتویٰ امور دین سے تعلق رکھتا ہے اور معاملات کے اندر فاسق کا قول قبول نہیں کیا جاتا۔--------{2}

علامہ قرافی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

قال مالك لاينبغي للعالم أن يفتي حتّى يراه الناس اهلا للفتوىٰ ويرى هونفسه اهلا--------{3}

''حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ عالم کے لیے فتویٰ دینا مناسب نہیں جب تک کہ لوگ یا وہ خود کو اس منصب کا اہل نہ سمجھے یعنی جب تک علماء کے نزدیک اس کی اس

{1} المجموع ص 40 دار الطباعۃ المنیر یہ 1344ھ {2} درمختار ج 3 ص 418 کتاب القضاء {3} الفروق ج 2 ص 110

اہلیت کا ثبوت وظہور نہ ہو جائے اسے اس کام سے گریز کرنا ضروری ہے"

علامہ ابن قیم حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں...... صحابہ و تابعین کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فتویٰ میں جلد بازی کرنے کو ناپسند جانتے تھے ان سے ہر ایک کی آرزو ہوتی تھی کہ یہ کام کوئی دوسرا کرے جب کوئی یہ سمجھتا کہ یہ ذمہ داری اسی نے نبھانی ہے تو پھر وہ کتاب و سنت یا خلفاء راشدین کے قول سے سند لیکر فتویٰ صادر کیا کرتا تھا--- {1}

افتاء کا حکم

فقہاء احناف اور شوافع کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ طالبین کی تعلیم اور مستفتی حضرات کو فتویٰ دینا فرض کفایہ ہے جب کسی واقعہ کے رونما ہونے پر صرف ایک ہی مسئول عنہ اور مفتی ہو تو اس پر اس کا جواب دینا فرض اور لازم ہو جاتا ہے اور اگر اس موقع پر کوئی دوسرا عالم بھی حاضر ہو تو ان دونوں کے حق میں اس کا جواب فرض کفایہ قرار پاتا ہے۔

اوّل مفتی کون؟ یہ اعزاز سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے آپ اللہ تعالیٰ کی وحی کے ساتھ فتویٰ صادر فرمایا کرتے تھے جب کہ بہت سی آیات قرآنی اس کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔ چنانچہ یہ فتویٰ قرآن اور کبھی سنت رسول اللہ ﷺ کی صورت میں نازل ہوتا تھا کبھی سنت شریفہ کی صورت میں نازل ہونے والا یہ فتویٰ کتاب اللہ تعالیٰ کے بعد دوسرے درجے پر آتا ہے۔ اور کسی مسلمان کے لیے اس فتویٰ سے عدول اور اعراض ہرگز جائز نہیں

{1} اعلام الموقعین ابن قیم ج 1 ص 27، کشاف القناع بھوتی حنبلی ج 2 ص 240

بلکہ اس پر عمل پیرا ہونا از حد ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟

{1}--------

''اور جو تمہیں رسول اللہ عطا کرے اسے لے لو اور جس سے تمہیں منع کرے اس سے باز رہو''

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِى شَىْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا {2}------

''پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور پیش کرو اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا''

آپ ﷺ کے بعد فتویٰ کی ذمہ داری فقہاء، صحابہ وتابعین کا حصہ قرار پائی امام ابن حزم اور علامہ ابن قیم نے ان کثیر صحابہ وتابعین عظام کے اسماء مبارکہ کی فہرست پیش کی ہے جنہوں نے بااحسن طریق اس ذمہ داری کو نبھایا-------{3}

اسلام میں منصب افتاء پر فائز کون ہونا چاہیے؟

دین کا معاملہ انتہائی نازک اور اہم ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس میں علم

{1} الحشر آیت: 7 {2} النساء: 59 {3} احکام فی اصول الاحکام ج5 ص 89

کے بغیر قول کو حرام قرار دیا ہے بلکہ اسے تحریم کے بلند درجے پر رکھا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۳۳﴾ ------{1}

''تم فرماؤ میرے رب نے تو بے حیائیاں حرام فرمائی ہیں جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی اور گناہ اور ناحق زیادتی اور یہ کہ اللہ کا شریک کرو جس کی اس نے سند نہ اتاری اور یہ کہ اللہ پر وہ بات کہو جس کا علم نہیں رکھتے''۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿۱۱۶﴾ ------{2}

''اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام کہ اللہ پر جھوٹ باندھو بے شک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا''

پہلی آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے محرّمات میں فواحش جو اَخف تھیں ان کا ذکر فرمایا اس کے بعد اثم اور ظلم اشد کا ذکر کیا اس کے بعد جو ان سے بھی بڑی برائی ان تقولوا علی اللہ مالا تعلمون تھی کو بیان کیا اور یہ قول عام ہے جو اس کی ذات وصفات اور اس کے دین وتشریع سب کو شامل ہے اور دوسری آیہ کریمہ میں اللہ

{1} اعراف:33 {2} النحل:116

تعالیٰ نے یہ ظاہر فرما دیا کہ کسی مسلم کے لیے بغیر علم کے یہ کہنا جائز نہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام جب تک اسے اس امر کا یقین نہ ہو جائے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے حلال یا حرام قرار دیا ہے--------{1}

چنانچہ ایک صحیح حدیث سے بھی یہ امر ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک فوجی دستہ کے امیر حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کو اس بات سے منع فرما دیا کہ وہ اپنے دشمن کو محاصرے کے وقت اللہ کے حکم پر قلعہ سے اترنے کو کہیں آپ کا ارشاد ہے

فانک لاتدری أتصیب حکم اللّٰہ فیهم أم لاولکن أنزلهم علیٰ حکمک وحکم اصحابک

''بے شک تو نہیں جانتا کہ تو ان کے اندر اللہ تعالیٰ کے حکم کو صحیح پاتا ہے یا نہیں لیکن انہیں اپنے اور اپنے ساتھیوں کے حکم پر اتار''۔

سنن ابوداؤد میں حضرت مسلم بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قال رسول اللّٰہ ﷺ من قال علی مالم اقل فلیتبوابیتاً فی جهنم ومن أفتاء بغیر علم کان اثمه علی من أفتاه ومن أشار الیٰ اخیه بامریعلم الرشدفی غیره فقد خانه

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر وہ بات کہہ دی جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا گھر جہنم میں بنالے اور جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا اور جس نے جان بوجھ کر اپنے بھائی کو غلط مشورہ دیا تو اس نے اس سے خیانت کی''

{1} فتاویٰ وبحوث امام جادالحق شیخ الازھر مرحوم ص 10

آپ کے اس فرمان سے بغیر علم کے فتویٰ کے نقصانات وخطرات کی نشاندہی ہوتی ہے اس لیے افتاء کے ساتھ نصوص شریعت اور اصول دین کا ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے

فقہ حنفی کے مطابق افتاء کے لیے پوری اہلیت کا ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے اور مفتی کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ مجتہد ہو اور علمائے اصول فقہ کی رائے بھی یہی ہے کہ مفتی مجتہد ہی ہوتا ہے جو غیر مجتہد مجتہدین کے اقوال کا حفظ رکھتا ہو اس کے لیے لازم ہے کہ جب اس سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جائے تو وہ فتویٰ دیتے وقت اس قول کو اس کے قائل کی طرف منسوب کرے مجتہدین کے اقوال کو نقل کرنے کے دو طریقے ہیں

پہلا طریق: وہ اس قول کو کتب معروفہ متداولہ میں سے نقل کرے مثلاً امام محمد بن الحسن کی کتب یا اس طرح کی دیگر کتب مشہورہ کیونکہ وہ اس وقت خبر متواتر و مشہور کے درجے میں تھیں۔

دوسرا طریق: اس قول میں اس کی سند پائی جاتی ہو کہ اس نے اس کی روایت کو اپنے شیوخ سے حاصل کیا ہو--------{1}

فقہ مالکی اور صفتِ مفتی

علامہ ابن رشد مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو جماعت علوم کی طرف منسوب ہے اور وہ حفظ و فہم میں عوام سے ممتاز ہے وہ تین طوائف میں منقسم ہے

پہلا طائفہ: جس نے امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب کی بغیر دلیل کے تقلید کی

{1} بحر الرائق شرح کنز الدقائق ابن نجیم مصری ج1 ص289

اور مسائل فقہ میں آپ کے اور آپ کے اصحاب کے اقوال کو حفظ کیا اور ان میں تفقہ صحیح وسقیم میں فرق کیا۔

دوسرا طائفہ: جس نے مالکی مذہب کی اتباع بایں طور کی کہ اس پر ان اصولوں کی صحت ظاہر ہوگئی جو اس مذہب کی بنیاد ہیں مسائل فقہ میں امام موصوف اور ان کے اصحاب کے اقوال کو حفظ کیا اور ان کے معانی اور ان میں صحیح وسقیم کی فہم وفراست حاصل کرلی مگر وہ فروع واصول پر قیاس کی معرفت کے مقام تک نہ پہنچ سکا۔

تیسرا طائفہ: جس نے امام موصوف کے مذہب کی اتباع کی اس طور پر کہ آپ کے اصول کی صحت کا اس پر انکشاف ہوگیا کیونکہ یہ طائفہ احکام القرآن کا عالم اور سنت رسول ﷺ میں ناسخ اور منسوخ مفصّل ومجمل عام وخاص اور مطلق ومقید کا عارف تھا صحابہ وتابعین کے اقوال کا جامع اور وفاق وخلاف کے مواضع کا حافظ تھا۔

☆ پہلے طبقہ کے لیے فتویٰ دینا جائز نہیں اگر چہ اس کا عمل اس کے علم کے مطابق ہے۔

☆ دوسرے طبقہ کے لیے فتویٰ دینا جائز ہے جبکہ اس نے اسے اپنے علم کے مطابق امام المذہب یا اس کے فقہاء کے قول کو صحیح طور پر سمجھا ہو جبکہ

☆ تیسرا طبقہ تو عموماً فتویٰ دینے کا اہل ہے---------{1}

{1} مواہب الجلیل مع التاج والاکلیل ج6 ص94

فقہ شافعی اور مفتی کی اقسام

فقہ شافعی کے مطابق مفتی کی دو اقسام ہیں

1۔ مستقل 2۔ غیر مستقل

مستقل مفتی کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت اور اجماع وقیاس میں احکام شرعیہ کے دلائل کی معرفت اور پھر ان سے احکام کے استنباط کی صلاحیت بھی رکھتا ہو پھر مسائل فقہ کے حفظ کی شرط صرف اس مفتی کے لیے ہے جو فرض کفایہ ادا کر رہا ہے مستقل مجتہد کے لیے یہ شرط ضروری نہیں ہے۔

غیر مستقل مفتی جو مذاہب مروّجہ میں سے کسی ایک مذہب کی طرف منتسب ہو اس کا فتویٰ امام المذہب یا اس کے کسی مجتہد صاحب کے قول کو نقل کرنا تصور ہوگا جس کے ساتھ وہ فرض کفایہ ادا کر رہا ہوگا ایسے مفتی کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے امام کے اصولوں پر تخریج کرتے ہوئے ایسے قول پر فتویٰ دے سکتا ہے جس میں اس کے امام کی طرف سے کوئی نص موجود نہ ہو بشرطیکہ اس میں تخریج کی شرائط بھی پائی جائیں۔

فقہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

وہ مجتہد جو کسی شرعی حکم کا ظن رکھتا ہے وہ غیر کی تقلید کرنے کا حق نہیں رکھتا اور عام بندہ کسی دوسرے کی تقلید کرے گا اور وہ شخص جس کے پاس اجتہاد کی اہلیت موجود ہے لیکن وہ مجتہد نہیں اس کے متعلق اظہر قول یہ ہے کہ وہ بھی تقلید نہیں کرے گا بلکہ اسے بھی بالفعل اجتہاد کرنے والے کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا مگر جو بعض احکام میں

اجتہاد کرنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہے اور بعض میں اس قابلیت سے محروم ہے وہ تقلید کرے گا کیونکہ وہ ایک صورت میں عام بندے کا درجہ رکھتا ہے اور تقلید نہیں بھی کرے گا کیونکہ وہ ایک صورت میں مجتہد بھی ہے---------{1}

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ فتویٰ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تبلیغ ہے اور یہ منصب صرف اسی شخص کو زیب دیتا ہے جو علم اور صدق سے متصف ہو وہ جس معاملے کی تبلیغ کر رہا ہے اس میں عالم بھی ہو اور صادق بھی اور اس کے ساتھ بلند کردار نیک سیرت اور اپنے اقوال واعمال میں عادل اور قابل اعتماد ہو اپنے منصب کی قدر و قیمت سے باخبر ہو اور اپنے دل میں حق گوئی اور اظہارِ صدق کی ہمت وجرأت بھی رکھتا ہو کیونکہ اس کا ہادی اور ناصر خود اللہ تعالیٰ ہوتا ہے---------{2}

آداب مفتی

فقہ حنفی میں مرقوم ہے کہ جو صورت مسئلہ ابھی پیدا نہیں ہوئی اس کے متعلق فتویٰ دینا واجب نہیں۔ فتویٰ دینے میں نفسانی خواہش کی اتباع اور اظہار حقیقت سے گریز کرنا حرام ہے پھر فتویٰ دینا صرف اسی شخص کو مناسب ہے جو علماء کے اقوال اور ان کے مراجع کو جانتا ہو اور اگر کسی مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے تو جواب میں کسی قول کو اختیار کرتے وقت اس کی حجت کو پہچاننا بھی ضروری ہے فتویٰ کا عمل ہر اس مسلم کے لیے جائز ہے جو عاقل، بالغ، روایات کا حافظ، درایات کا واقف، طاعات کا محافظ

{1} روضۃ الناظر واصول الفقہ ابن قدامہ ج2 ص 441 {2} اعلام الموقعین ج1 ص8

اور شہوات وشبہات سے اجتناب کرنے والا ہو اس میں بوڑھا جوان اور عورت سبھی برابر ہیں---------{1}

فقہ حنبلی اور مفتی کی صفات

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر استفتاء میں مفتی کو جواب دینا مناسب نہیں اور جب تک پانچ صفات نہ پائی جائیں کسی شخص کو فتویٰ کے لیے خود کو پیش کرنا بھی مناسب نہیں۔

پہلی صفت: خلوص نیت، افتاء والے عمل میں ریاست یا دنیاوی مال وجاہ کا حصول پیش نظر نہ ہو بلکہ یہ کام محض اللہ کی رضا کے لیے کیا جائے۔

دوسری صفت: مفتی علم وحلم اور وقار وسکینت سے بہرہ ور ہو کر یہ فریضہ انجام دے ورنہ وہ احکام شرعیہ کو بیان کرنے میں شریعت کا پاس نہ رکھ سکے گا۔

تیسری صفت: شرعی حکم کے بیان کے سلسلہ میں پوری قوت اور معرفت سے کام لے۔

چوتھی صفت: اس میں قناعت وکفایت کی وصف بھی موجود ہو ورنہ لوگ اس سے بغض رکھیں گے کیونکہ جب اس کے پاس کفایت نہ ہوگی تو وہ لوگوں کا محتاج ہوگا اور اس کی نظر ان کے مال کی تحصیل پر ہوگی جس پر لوگ اسے بغض ونفرت کی نظر سے دیکھیں گے۔

{1} فتاویٰ عالمگیری ج3 ص309 بحر الرائق ابن النجیم مصری ج6 ص291

پانچویں صفت: لوگوں کی پہچان رکھنا کہ وہ مستفتی کی نفسیات سے واقف ہو اس کے پاس ایسی بصیرت ہو جس سے وہ اپنے فتوے اور عوام میں اس کی اشاعت کے اثرات کا ادراک کر سکے۔---------{1}

آداب مفتی اور امام شاطبی رحمہ اللہ

اسلام میں مفتی ھادی و مرشد ہے اور اس کے فتوے پر لوگوں کی اصلاح کا مدار ہے اس سلسلے میں امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مفتی بلند مرتبہ کا حامل ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ وسط اور میانہ روی سے کام لے وہ لوگوں میں شدت اور سختی کی راہ پر نہ چلے کیونکہ اسلامی شریعت افراط و تفریط کے مابین عدل و وسط اور میانہ روی کے ساتھ وارد ہوئی ہے پھر وہ اس مذہب پر سنت رسول ﷺ سے دلائل پیش کرے اور اس کے ساتھ یہ بھی واضح کرے کہ فتویٰ میں مطلقاً رخصتوں کی طرف میلان کرنا بھی توسط و میانہ روی کے خلاف ہے جیسا کہ شدت پسندی بھی اس کے خلاف جاتی ہے

{2}---------

آداب مفتی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ رخصتوں کے معاملے میں لوگوں کے احوال کا احساس رکھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی آسانی کے لیے مقرر فرمایا ہے مثلاً اباحۃ المحظورات عند الضرورات "ضرورت کے وقت ممنوع چیزوں کا مباح و جائز ہو جانا" جب عزیمت پر عمل کرنے سے عُسر اور تنگی

{1} کشاف القناع ص 240 {2} الموافقات شاطبی ج 4 ص 258

پیدا ہو رہی ہو تو اللہ تعالیٰ کو عزیمت سے زیادہ رخصت محبوب ہو جاتی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے

يُرِيدُ ٱللَّهُ بِكُمُ ٱلْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ ٱلْعُسْرَ ------{1}

''اللہ تعالیٰ تمہاری تنگی کا نہیں بلکہ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے''

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى ٱلدِّينِ مِنْ حَرَجٍ -------{2}

''اور اللہ نے تم پر دین میں کوئی حرج نہیں رکھا''۔

شیخ الازھر جادالحق اور آداب مفتی

فاذاكان المفتي لم تتواخرلديه ادوات الاجتهاد وشروطه فهل له ان يتخيّرمن اقوال فقهاء المذاهب مايكون أيسر للناس لانزاع في ان المفتي اذااستطاع ان يميّز من الأدلّة ويختار من فقه المذاهب المنقولة نقلاصحيحاًعلىٰ اساس الاستدلال كان له ان يتخيّر في فتواه مايراه مناسباًولكن عليه ان يلتزم في هٰذااربعة قيود.....الاوّل...... أن لايختارقولا ضعف سنده ......الثاني....... ان يختار مافيه صلاح امورالناس والسّيربهم في الطريق الوسط دون افراط وتفريط..... الثالث..... ان يكون حسن القصد فيما

{1}بقرۃ:185 {2}حج:78

یختار مبتغیاًبہ رضااللّٰہ سبحانہٗ وتعالیٰ متّقیاغضبہ وغیر مبتغ ارضاء حاکم أوھوی ستفت .....الرّابع.... ان لایفتی بقولین معاً علی التخییر مخافۃ ان یحدث قولاثالثالم یقل بہ احد---------{1}

''جب مفتی میں اجتہاد کے اوصاف وشرائط نہ پائے جائیں تو کیااس کے لیے جائز ہے کہ وہ فقہاء مذاہب کے اقوال سے کوئی ایسا قول اختیار کرے جس میں لوگوں کازیادہ یُسر اورآسانی موجود ہواس کاجواب یہ ہے کہ یہ بات تو واضح ہے کہ جب مفتی دلائل شرعیہ میں نقد اور امتیاز کی استطاعت رکھتا ہواور منقولہ مروجہ مذاہب سے استدلال کی بنیاد پر نقل صحیح پر قادر ہوتو اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ اپنے فتوے میں جومناسب سمجھے اسے پسند کرے لیکن پھر بھی اسے چار قیود کاالتزام رکھنا ضروری ہے۔۔۔پہلی قید۔۔۔کہ وہ ایسا قول مختار نہ کرے جس کی سند ضعیف ہو۔

۔۔۔دوسری قید۔۔ وہ ایسا قول مختار کرے جس میں لوگوں کے معاملات کی فلاح وصلاح پائی جاتی ہواوراس میں وہ ان کو درمیانے راستے پر چلا سکے۔۔۔

تیسری قید۔۔۔اس قول کوحسن نیت ،رضائے الٰہی کی طلب اور غضب خدا سے بچنے کے لیے اختیار کرے کسی حاکم یامستفتی کوخوش کرنامقصود نہ ہو۔۔۔

چوتھی قید۔۔۔ایک ساتھ علیٰ سبیل اختیار دوقولوں پر فتویٰ نہ دے اس خوف سے کہ وہاں تیسرا قول پیدا ہوجائے جس کا کوئی قائل نہ ہو''۔

{1} فتاویٰ وبحوث شیخ الازھر ص 17، کشاف القناع بہوتی حنبلی ج6 ص242

نیز مفتی کے لیے اس بات کا التزام بھی ضروری ہے کہ وہ محض طلاق ویمین کے الفاظ سے جس مفہوم کا وہ عادی ہے اسی پر فتویٰ نہ دے بلکہ وہ ان الفاظ کا تکلم کرنے والوں کے عرف وعادت کو پیش نظر رکھ کر فتویٰ دے اور ان الفاظ کو ان کے عرف وعادت پر محمول کرے اگر چہ ان کی عادت ان الفاظ کے لغوی معانی کے مخالف ہی کیوں نہ ہو کیونکہ یمین وغیرہ کے کلمات کا مبنیٰ عرف ہے نیز مفتی کے لیے مناسب ہے کہ وہ حدیث صحیح میں منقول اس دعاء کا کثرت سے ورد رکھے۔

اللّٰھم رب جبرائیل ومیکائیل واسرافیل فاطر السّمٰوت والارض عالم الغیب والشھادۃ انت تحکم بین عبادك فیما کانوا فیه یختلفون---------{1}

افتاء اور قضاء کا فرق

مفتی مستفتی کے لیے شرعی حکم کا مخبر ہوتا ہے اور قاضی اس حکم کو اس پر لازم اور نافذ کرتا ہے نیز قاضی عدم تعمیل کی صورت میں اسے حبس میں رکھنے اور اس پر تعزیر لگانے کا اختیار بھی رکھتا ہے۔ چنانچہ مفتی اللہ تعالیٰ کے ساتھ قاضی کے اس مترجم کی طرح ہے جو قاضی کی عبارات وکلمات کو نقل کر رہا ہوتا ہے اور نصوص شرعیہ سے جس طور پر اس نے استفادہ کیا ہوتا ہے وہ اس کی تبلیغ پر مامور تصور کیا جاتا ہے۔ اور قاضی اللہ تعالیٰ کے نائب کا حکم رکھتا ہے جو اس کی قضاء اور فیصلے کو نافذ العمل کرتا ہے پھر جہاں حکم اور قضا واقع ہوتی ہے وہاں فتویٰ بھی آسکتا ہے مگر اس کا عکس نہیں ہوتا جیسا کہ تمام

{1} بحوث وفتاویٰ شیخ الازھر ص 17

عبادات میں حکم اور قضاء داخل نہیں ہوتی ان میں صرف فتویٰ ہی آتا ہے اسی لیے نماز کی صحت یا اس کے بطلان پر کبھی قضاء داخل نہیں ہوئی یونہی عبادات کے اسباب مثلاً نماز کے اوقات، دخول شہر رمضان اور قربانی، کفارہ، منّت وغیرہ کے جملہ اسباب میں صرف فتویٰ ہی دیا جاتا ہے پھر مفتی قاضی اور فقیہ میں بھی فرق ہے مفتی اور قاضی کا عمل تطبیقی ہے اور فقیہ کا کام ہے کسی قاعدہ کی اصلیت اور بنیاد کو ظاہر کرنا یا کسی مسلّم قاعدے پر تفریع پیش کرنا۔

کتب فتاویٰ

فتویٰ کا میدان بہت وسیع وعریض ہے اس میدان میں متقدّمین ومتاخرین علماء احناف نے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں کتب فتاویٰ، کتب متون وشروح کے بعد تیسرے درجے پر آتی ہیں ان کی طرف اس وقت رجوع کیا جاتا ہے جب متون اور شروح میں کوئی رائے نہ ملتی ہو جب کسی واقعہ کے متعلق روایت اصول اور روایت نوادر میں کوئی حکم نہ نظر آئے تو فتاویٰ کی کتب میں اصح اور اثبت سے حکم اخذ کیا جاتا ہے ذیل میں اشہر کتب فتاوی کی فہرست دی جارہی ہے۔

نام کتب فتاویٰ	نام مؤلف	سن وفات
فتاوی الولواجیہ	عبدالرشید الولواجی	520ھ
فتاوی سراجیہ	سراج الدین علی بن عثمان اُوشی	575ھ
فتاویٰ خانیہ	قاضی خان حسن بن منصور	592ھ

فتاویٰ ظہیریہ	ظہیر الدین محمد البخاری	619ھ
فتاویٰ طرطوسیہ	نجم الدین ابراہیم بن علی طرطوسی	758ھ
فتاویٰ تتارخانیہ	عالم بن علاء الحنفی	800ھ
فتاویٰ بزازیہ	محمد بن محمد البزازی	827ھ
فتاویٰ قاسمیہ	قاسم بن قطلو بغا حنفی	879ھ
فتاویٰ خیریہ	خیر الدین بن احمد الرملی	1081ھ
فتاویٰ ہندیہ المعروف فتاویٰ عالمگیر	سلطان محمد اورنگ زیب عالمگیر	1111ھ
فتاویٰ حامدیہ	احمد بن علی بن ابراہیم عمادی	1171ھ {1}
فتاویٰ رضویہ	امام احمد رضا خان محدث بریلوی	1340ھ
فتاویٰ نوریہ	محدث بصیر پوری ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی	1403ھ

فتاویٰ منصوریہ

مفتی اسلام علامہ عبدالرسول منصور ازہری زادہ اللہ علماً وعملاً عرصہ بیس سال سے برطانیہ میں مقیم رہ کر مسلمانان یورپ کی دینی فکری اور روحانی واخلاقی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ان کے دارالافتاء سے جاری ہونے والے فتاویٰ منصوریہ کی دوسری جلد کا مسودہ پیش نظر ہے دور حاضر میں جن مسائل پر آپ نے کتاب وسنت اور

{1} مقدمہ المحیط البرہانی محمود بن مازی البخاری متوفی 616ھ

عقل وفکر کی روشنی میں جس وقیع اور متین رائے کا اظہار کیا اس پر آپ اہل اسلام کی طرف سے ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں فتاویٰ منصوریہ کے اس حصہ میں قدیم وجدید سوالات کے جوابات میں آپ نے جس جدّت سلاست طرز استدلال اور شرح وبیان سے کام لیا ہے دور حاضر کی عام کتب فتاویٰ میں یہ خصوصیات دیکھنے میں نہیں آئیں اللہ کریم جلّ مجدہٗ اس عظیم دینی خدمت اور ٹھوس علمی وتحقیقی کام پر آپ کو اجر عظیم سے نوازے اور اسے شرف قبول بخشتے ہوئے نافع الخلائق بنائے اور قبلہ مفتی صاحب اسی ذوق اور صحت وسلامتی کے ساتھ دین مصطفیٰ ﷺ کی خدمت انجام دیتے رہیں۔

وَاللّٰہ خیر حافظا وھوارحم الرّاحمین

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبه محمد وآله وسلم

قاری محمد انور قمر نقشبندی

لائی کراس برطانیہ

فہرست

باب اوّل

الٰہیات

متشابہ صفات باری تعالیٰ
کی مراد کی تعیین

گرامی قدر قبلہ مفتی الازھری سیالوی دام فیضک السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حضور کی خدمت میں متشابہہ صفات باری تعالیٰ کے متعلق سوال حاضر ہے اگر اللہ تعالیٰ کی شان کے پیش نظر ان کا ظاہری معنیٰ لینا محال ہے تو ان میں تاویل کرنا درست ہے؟ اس مسئلہ پر سلف وخلف کا مذہب دلائل کی روشنی میں بیان فرما کر ممنون کریں اللہ تعالیٰ آپ کا حامی رہے۔

قاری عبدالمجید قادری

مدرس شعبہ حفظ القرآن

ادارہ مصباح القرآن ساہیوال

11 جمادی الاخریٰ 1426ھ

ماشاء اللّٰہ لاقوۃ الا باللّٰہ

الجواب

اللہ تعالیٰ کی شان اقدس میں جو آیاتِ مشکلہ وارد ہوئی ہیں انہیں آیات صفات یا متشابہہ الصّفات کا عنوان دیا گیا ہے امام ابن اللّبان رحمہ اللہ نے اس عنوان پر ''ردّ المتشابہات الی الآیات المحکمات'' کے نام سے ایک خوبصورت اور مستند کتاب تحریر کی ہے اہل علم کے لیے اس کا مطالعہ انتہائی مفید ثابت ہوسکتا ہے آئندہ سطور میں ہم متشابہہ صفات کے متعلق تفصیل سے کلام کرنا چاہتے ہیں (اللہ جلّ شانہ ہمارے علماء اسلام کو اجر وثواب سے مالا مال رکھے آمین انہوں نے متشابہہ صفات کے متعلق تین

امور پر اتفاق کیا ہے۔

1۔ ان صفات کو ان کے ظاہری معنٰی محال سے پھیرنا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ ان کا یہ ظاہری معنی قطعاً شارع کی مراد نہیں کیونکہ یہ ظاہری معنی قطعی دلائل سے باطل قرار پاتا ہے۔

2۔ جب اسلام کا دفاع ان متشابہات کی تاویل کرنے پر موقوف ہے تو ضروری ہے کہ ان کی ایسی تاویل کی جائے جس سے طعن وشبہات کو دور کیا جا سکے۔

3۔ اگر ایسا متشابہہ ہے جس کی ایک ہی تاویل قریباً سمجھی جاتی ہے تو واجب ہے کہ اجماعاً وہی قول مراد لیا جائے مثلاً قول باری تعالیٰ ہے

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ -------{1}

''اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں ہو''

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا مخلوق کے ساتھ کینونۃ بالذات ہونا تو قطعاً محال ہے تو اس کی ایک ہی تاویل کی جا سکتی ہے کہ اس کینونۃ سے علم، سمع بصر، قدرت اور ارادہ کے طور پر احاطہ مراد ہے۔

متشابہات آیات کے سلسلے میں ان تین اتفاقی امور کے علاوہ جن باتوں میں علماء اختلاف کیا ہے اس میں تین مذاہب ہیں۔

پہلا مذہب: یہ سلف کا مذہب ہے اس کا دوسرا نام مذہب مفوّضہ بھی رکھا گیا ہے اس مذہب کے علماء اللہ تعالیٰ کی ظاہری محال معنی سے تنزیہہ وتقدیس کرتے ہوئے ان متشابہات کے معانی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کرتے ہیں یہ حضرات اپنے

{1} الحدید: 4

مذھب پر دو دلیلوں سے سند لاتے ہیں۔

عقلی دلیل ان متشابہات کی مراد کو معیّن کرنے میں لغت کے قواعد اور استعمالات عرب کی طرف جانا پڑتا ہے اور یہ دونوں ماخذ ظنّ کا فائدہ دیتے ہیں جبکہ صفات باری تعالیٰ کا تعلق عقائد سے ہے جن میں ظن سے کام نہیں چل سکتا بلکہ ان میں یقین کا پایا جانا ضروری ہے جو یہاں نہیں پایا جا رہا تو ضروری ہے کہ ان کے معیّن معنیٰ کے لیے اللہ علیم وخبیر پر اعتماد کرتے ہوئے ان میں توقف کریں۔

نقلی دلیل اس سلسلے میں یہ حضرات متعدد احادیث و روایات پر اعتماد کرتے ہیں۔

پہلی روایت: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فاذا رأیت الّذین یتّبعون ماتشابه منه فأولئک الّذین سمّی اللّٰه فاحذرهم --------{1}

"جب تو قرآن کے متشابہہ کے پیچھے پڑنے والوں کو دیکھے (تو جان لینا) یہی وہی لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے نام رکھا ہے پس ان سے بچو"۔

دوسری روایت: امام طبرانی نے الکبیر میں حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے.......... لاأخاف علیٰ امتی الّاثلٰث خلال أن یکثرلهم المال فیتحاسد وافیقتتلوا وأن یفتح لهم الکتاب فیأخذه المؤمن یبتغی تأویله ومایعلم تأویله الّاالله

{1} مناھل العرفان ج2 ص183

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اپنی امت پر تین چیزوں کا خطرہ ہے ان کے پاس دنیا کا مال کثرت سے ہوگا جس سے ان میں باہمی حسد اور قتل و غارت پیدا ہو جائے گی اور جب ان پر کتاب اللہ کھول دی جائے گی تو مؤمن اس کے متشابہ کی تاویل کو طلب کرنا شروع کر دے گا جب کہ اس کی تاویل (حقیقی معنیٰ) کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے

تیسری روایت: ابن مردویہ راوی ہیں .... انّ القرآن لم ینزل لیکذّب بعضه بعضافماعرفتم منه فاعملوا وماتشابه فآمنوابه

''رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے بے شک قرآن مجید اس لیے نازل نہیں ہوا کہ اس کا بعض حصہ بعض حصے کی تکذیب کرے اس کا وہ حصہ جو تمہاری سمجھ میں آئے اس پر عمل کرو اور جو سمجھ سے بالاتر ہو اس پر ایمان رکھو۔

چوتھی روایت: امام الدارمی حضرت سلیمان بن یسار سے راوی ہیں کہ ایک شخص جس کا نام ابن صبیغ تھا مدینہ منورہ میں آیا اور لوگوں سے متشابہ القرآن کے متعلق پوچھنے لگا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے کھجور کی چھڑیاں تیار کروا رکھی تھیں اسے اپنے پاس بلوایا اور اس سے کہا تو کون ہے اس نے کہا میں عبداللہ بن صبیغ ہوں آپ نے اسے کھجور کی چھڑی سے مار مار کر لہولہان کر دیا اور بالآخر آپ نے اسے اس کے وطن جانے کی اجازت دے دی اور اس کے ساتھ ہی آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف ایک مکتوب روانہ کیا جس میں تحریر کیا کہ کسی مسلمان کو اس کے ساتھ بیٹھنے نہ

دیا جائے اس اثر سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن صبیغ نے متشابہات قرآن کے پیچھے پڑ کر بکثرت کلام اور اس کے متعلق لوگوں سے سوال کرتے ہوئے فتنے کا دروازہ کھولا تھا جس پر حضرت عمر نے اسے اتنی کڑی سزا دی۔

پانچویں روایت: حضرت امام مالک ﷺ سے جب قول باری تعالیٰ

اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى ﴿۵﴾ -------{1}

''وہ بڑی مہر والا اس نے عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے''

کے متعلق ایک شخص نے سوال کیا تو آپ نے اس کے جواب میں کہا

الاستواء معلوم والکیف مجهول والسوال عن هٰذابدعة وأظنّک رجل سوء اخرجوه عنی

''استواء کا معنیٰ تو معلوم ہے (کسی چیز پر جم کر بیٹھنا) مگر اس کی کیفیت مجہول ہے اور اس کے بارے سوال کرنا بدعت ہے میرے گمان کے مطابق تو برا آدمی لگتا ہے اسے میری مجلس سے نکال دو''

اس سے امام موصوف رحمہ اللہ کا مقصد یہ تھا کہ استواء کا ظاہری معنیٰ تو لغت عرب کے مطابق واضح ہے مگر یہ معنیٰ قطعاً مراد نہیں کیوں کہ اس سے تشبّہ لازم آتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے اور اس کی کیفیت مجہول ہے کہ ہمارے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں جس سے شارع کی مراد کا تعین کیا جا سکے اور اس مراد کی تعیین کے بارے استفسار کرنا بدعت ہے کیونکہ دین میں یہ طریقہ اختراع اور شارع کی

{1} طٰہٰ 5

تعلیمات کے مخالف ہے بایں طور کہ اس نے ہمیں محکمات کو مقدم رکھنے اور متشابہات کی عدم اتباع کا حکم دیا ہے اور ایسے بدعتی کی جزا یہ ہے کہ اسے لوگوں سے دور رکھا جائے کیونکہ برے آدمی کی صحبت سے بچنا ضروری ہے--------{1}

شیخ ابن الصلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ متشابہات کے بارے میں امت مسلمہ کے اوائل علماء وسادات نے یہی طریقہ پیش نظر رکھا ہے ائمہ حدیث اور فقہاء کرام نے اسی نظریے کو اپنایا اور اسی عقیدے کی طرف ہمیں دعوت دی ہے۔

دوسرا مذہب: یہ خلف کا مذہب ہے اسے مذہب موؤلۃ (تأویل والا مذہب) بھی کہا گیا ہے اس مذہب کے مطابق متشابہات کی تأویل ایسی صفات یا معانی کے ساتھ کی جاتی ہے جن کی تعیین کا ہمیں علم ہے چنانچہ متشابہات سے جس لفظ کا ظاہری معنٰی محال ہوگا اسے ایسے معنٰی پر رکھا جائے گا جو لغت کے مطابق مناسب اور جائز قرار پاتا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق شرعاً اور عقلاً درست ہوگا یہ امام ابن برھان اور متأخرین علماء کی ایک جماعت کا مذہب ہے امام جلال الدین سیوطی کا قول ہے کہ امام الحرمین کا بھی یہی مذہب تھا مگر بعد میں آپ نے ''الرسالۃ النظامیہ'' میں اس سے رجوع کر لیا تھا وہ لکھتے ہیں

الّذی نرتضیه دیناوندین اللّٰه به عقدااتّباع سلف الأمة فانهم درجواعلٰی ترك التعرّض لمعانیها.

''ہم بطور دین جس کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بارے اس میں جو عقیدہ کرتے

{1} مناھل العرفان ج2 ص188

ہیں وہ امت کے اسلاف کی اتباع ہے انہوں نے اس مسئلہ پر جو روش اختیار کی ہے وہ یہی ہے کہ متشابہات کے معانی کا تعرض اور تتبع نہ کیا جائے"

بہر حال خلف کے مذہب تأویل کی دلیل یہ ہے کہ جب تک شارع کے کلام کو کسی سلیم معنی پر رکھنے کا امکان ہے تو نظر و عقل کا فیصلہ ہے کہ وہ معنی مراد لینا واجب ہے کیونکہ ایک حکیم و علیم ذات سے جو وارد ہوا ہے اس سے نفع لینا ضروری ہے نیز وہ اس امر سے بھی منزّہ ہے کہ اس کے کلام کو بے ثمر اور بانجھ پن پر جاری کیا جائے۔

تیسرا مذھب: یہ متوسّطین کا مذھب ہے جسے امام ابن دقیق العید کا مذھب کہا گیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر تأویل عرب کی لغت کے قریب ہو تو اس کا انکار نہیں کیا جائے گا اور اگر زبان عرب سے بعید ہوگی تو اس سے ہمیں توقف کرنا ہوگا اور اس کے معنی پر ایمان رکھنا ضروری ہے مگر بایں وجہ کہ جو اس سے مراد ہے وہ اس کی تنزیہہ و تقدیس کے ساتھ ہے اور ان الفاظ متشابہہ کا جو معنی بھی عرب کے تخاطب کے مطابق ظاہراً مفہوم ہوگا ہم بلا توقف اس کا قول کر دیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے

يَٰحَسۡرَتَىٰ عَلَىٰ مَا فَرَّطتُ فِي جَنۢبِ ٱللَّهِ -----{1}

"ہائے افسوس ان تقصیروں پر جو میں نے اللہ کے بارے میں کیں"

یہاں جنب اللّٰہ سے حق اللہ ہی مراد ہوگا۔

{1} الزمر: 56

تطبیق و تمثیل: مذکورہ بالا مذاہب کو ہم قول باری تعالیٰ الرحمن علی العرش استوی پر جاری کرتے ہیں۔ سلف وخلف حضرات اس بات پر تو متفق ہیں کہ استواء علی العرش کا ظاہری معنیٰ (خوب جم کر کسی جگہ پر بیٹھنا) تو اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے کیونکہ دلائل قطعیہ نے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ وتقدیس کردی ہے کہ وہ اپنی مخلوق کے مشابہہ یا وہ اس کا کسی طور بھی محتاج ہو اسی طرح سلف وخلف کا اس امر پر بھی اتفاق ہے کہ یہ ظاہری معنی قطعاً اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں کیونکہ باری تعالیٰ نے اپنے متعلق اپنی مخلوق کے ساتھ مماثلت کی نفی کرتے ہوئے اس سے غناء ثابت کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

لیس کمثلہ شیء......... وھو الغنی الحمید

اور اگر اس نے ظاہری معنیٰ کا ارادہ کیا تو پھر تناقص اور تخالف لازم ہوگا۔

اسلاف ائمہ کی رائے یہ ہے کہ وہ معنی استواء کی تعیین کو اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کرتے ہیں کہ اس نے جس چیز کو اپنی طرف منسوب کیا ہے وہ اسے اپنی شان کے لائق خود ہی بہتر جانتا ہے مگر اس تعیین پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

اَخلاف اہل علم

اس کی تاویل کرتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ بات عقل سے بہت دور ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں ایسے الفاظ کے ساتھ خطاب کرے جو ان کی فہم سے بھی

بالاتر ہوں اور جب لغت کے میدان میں تاویل کی وسعت موجود ہے تو تاویل واجب ہوگی پھر اس مقام پر تاویل کے سلسلے میں بھی دو جماعتیں پائی جاتی ہیں اشعری علماء تعیین کے بغیر تاویل کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ آیہ مذکورہ سے مراد اس بات کو ثابت کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسی صفت سمعیہ (جو شریعت سے سنی گئی ہے) کیساتھ متصف ہے جسے ہم تعیین کے طور پر نہیں جانتے اور اسے صفتِ استواء کا نام دیا گیا ہے اور متاخرین حضرات کی رائے کے مطابق یہ صفت استواء تعیین کے طور پر معلوم ہے جس کا معنی ہے استیلاء اور قہر (زبردستی غالب وقابض) اس معنی کے لیے لغت میں کافی وسعت پائی جاتی ہے ایک عرب شاعر کا قول ہے

قد استویٰ بشر علی العراق من غیر سیف ودم مهراق

''بشر عراق پر تلوار اور خون بہائے بغیر غالب ہوگیا''

اس شعر میں استواء سے استیلاء وقہر مراد ہے اسی طرح نص قرآنی کا معنی یہ ہوگا کہ رحمٰن نے جہان کے عرش پر استیلاء کیا اور اپنی قدرت اور مشیت سے اس کی تدبیر اور حکومت کی------{1}

مفتی عبدالرسول منصور الازہری

16 جمادی الاخریٰ 1426ھ

{1} المناهل العرفان فی علوم القرآن ج2 ص 187

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ
کی تاویل واصل معنٰی

قبلہ استاذی المکرّم حضرت مفتی صاحب زید فیوضاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سلام مسنون کے بعد عرض خدمت ہے کہ

حدیث صورت انّ اللّٰہ خلق آدم علی صورتہ " بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اس کی صورت پر پیدا فرمایا" جسے امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی اپنی کتابوں میں تخریج کیا ہے اس کی صحیح تأویل اور اصل معنیٰ بیان فرما کر ممنون کریں اللہ کریم آپ کو جزائے خیر سے مالا مال رکھے آمین

استفتاء از

حافظ ذوالفقار نقشبندی برمنگھم

24 جون 2005ء

ماشاالله لاقوّة الّا باللّٰه

الجواب

حدیث صورت کی صحیح تأویل بیان کرنے سے پہلے ایک ضروری تمہید کا ذکر کرنا ازحد لازم ہے کتاب اللہ کی دو قسمیں ہیں محکم اور متشابہ محکم کی تأویل اور مراد قطعاً ظاہر اور روشن دکھائی دیتی ہے اور متشابہ جس کے معنی پر واقفیت حاصل کرنے کے لئے اسے محکم کی طرف لوٹانا پڑتا ہے کہ اس سے اس کی تأویل کو نکالا جاسکے یا اس کے کسی بیان کی طرف جانا ضروری ہوتا ہے قرآن مجید کی

اس تقسیم کی طرف اللہ تعالیٰ کا یہ قول سند کے طور پر ہماری رہنمائی کر رہا ہے۔

هُوَ ٱلَّذِيٓ أَنزَلَ عَلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ مِنۡهُ ءَايَٰتٌ مُّحۡكَمَٰتٌ هُنَّ أُمُّ ٱلۡكِتَٰبِ وَأُخَرُ مُتَشَٰبِهَٰتٌۖ ---------{1}

''وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے''۔

قرآن کا محکم اور متشابہ ہونا امام رازی کی نظر میں

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قرآن مجید سے ہمیں آگاہی ملتی ہے کہ وہ پورے کا پورا محکم ہے یا وہ سارے کا سارا متشابہ ہے یا کچھ محکم اور کچھ متشابہ ہے اس کے کلیۃ محکم ہونے کی دلیل یہ ہے

الٓرۚ تِلۡكَ ءَايَٰتُ ٱلۡكِتَٰبِ ٱلۡحَكِيمِ ۝١ -------{2}

''یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں''

الٓرۚ كِتَٰبٌ أُحۡكِمَتۡ ءَايَٰتُهُۥ -------{3}

''یہ ایک کتاب ہے جس کی آیات محکم ہیں''

ان دونوں آیتوں سے ثابت ہو رہا ہے کہ پورا قرآن ہی محکم ہے اور اس کے محکم ہونے سے مراد یہ ہے کہ یہ کلام حق ہے اس کے الفاظ فصیح اور اس

{1} آل عمران: 7 {2} یونس: 1 {3} ھود: 1

کے معانی حد درجہ صحیح ہے اور جو قول و کلام بھی پایا جاتا ہے قرآن مجید کے سامنے قوت معنی اور فصاحت لفظ میں افضل و اعلیٰ ہے اور ان دو اوصاف میں کوئی بھی اس کے مساوی کلام لانے پر قادر نہیں عرب مضبوط عمارت اور نہ کھل سکنے والی گانٹھ پر محکم کا لفظ بولتے تھے بایں معنی مکمل قرآن مجید محکم قرار پاتا ہے پورے قرآن مجید کے متشابہ ہونے پر یہ آیت کریمہ دلیل و برہان دکھائی دیتی ہے

كِتَـٰبًا مُّتَشَـٰبِهًا مَّثَانِيَ -----{1}

''کہ اول سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی''

اس سے مراد یہ ہے کہ یہ کتاب حسن و کمال میں باہم مشابہ ہے اور اس کا بعض دوسرے بعض کی تصدیق کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اسی معنی کی طرف اشارہ کر رہا ہے

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ ٱللَّهِ لَوَجَدُوا۟ فِيهِ ٱخْتِلَـٰفًا كَثِيرًا ﴿٨٢﴾ ------{2}

''اور اگر غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور ی اس میں بہت سا اختلاف پاتے''

اور قرآن مجید کے کچھ محکم اور کچھ متشابہ ہونے پر جو آیت مبارکہ دلیل بن رہی ہے وہ یہ ہے۔

چنانچہ یہی صورت حال احادیث رسول ﷺ میں بھی پائی جاتی ہے کچھ احادیث طیبہ واضح اور مستقل بیان پر مشتمل ہیں اور کچھ اپنے معنی کے بیان

{1} الزمر:23 {2} النساء:82

میں کسی دوسرے کی محتاج ہیں کلام رسول ﷺ میں یہ تنوع اور تقسیم عرب کی خطاب میں عادت اور اھل لغت کے عرف پر مبنی ہے عرب کا پورا خطاب نہ تو جلی، بیّن اور بیان سے مستغنی تھا اور نہ ہی پورا خطاب خفی اور بیان وتفسیر کا محتاج ہوتا تھا جس طرح اللہ تعالیٰ کے دلائل کے سلسلے میں فطری طور پر عقول منقسم ہیں اسی طرح شرع کے دلائل میں بھی عقول کے اندر تفاوت پایا جاتا ہے اس کی حکمت اللہ تعالیٰ کے اس قول میں نظر آ رہی ہے۔

هُوَ ٱلَّذِيٓ أَنزَلَ عَلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ مِنۡهُ ءَايَٰتٞ مُّحۡكَمَٰتٌ هُنَّ أُمُّ ٱلۡكِتَٰبِ وَأُخَرُ مُتَشَٰبِهَٰتٞۖ ------{1}

''اللہ تمھارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کو تمھارے کاموں کی خبر ہے''

بہر حال جس طرح عقلی دلائل جلی اور خفی میں تفاوت کے باوجود صحیح ہیں اسی طرح خالق ومخلوق کی صفات اور احکام پر مشتمل اللہ تعالیٰ کے دلائل بھی صحیح ہیں ----------{2}

تو جس طرح کتاب اللہ میں وارد ہونے والی متشابہ آیات کا ایک معنی اور لغت عرب کے مطابق اس کا ایک مصداق ہے جس پر اسے منطبق کرنا ضروری ہے اسی طرح اس نہج پر وارد ہونے والی احادیث کو بھی ان کے معانی پر جاری

{1} مجادلہ: 11 {2} مشکل الحدیث وبیانہ امام ابن فورک متوفی 406ھ

کرنا ضروری ہے۔

حدیث صورت کی روایت میں اختلاف

حدیث صورت کو دو طرح سے روایت کیا گیا ہے

ان اللہ خلق آدم علی صورتہ اس روایت کی صحت کے متعلق اہل علم کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے

ان اللہ خلق آدم علی صورۃ الرحمٰن -------{1}

''بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو رحمان کی صورت پر پیدا فرمایا''

اہل نقل کی اکثریت نے اس روایت کا انکار کیا ہے کہ کسی ناقل کو وہم ہوا کہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ رہی ہے تو اس نے ضمیر کی جگہ پر رحمان کا لفظ رکھ دیا اور بعض اخبار میں صورت کا لفظ ایک دوسرے انداز سے بھی روایت کیا گیا ہے

حدیث ام طفیل رضی اللہ عنہا میں ہے قال رسول اللہ ﷺ رأیت ربی فی احسن صورۃ -------{2}

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا''۔

حدیث صورت کا سبب ورود

ان اللہ خلق آدم علی صورتہ اس قول رسول ﷺ کا

{1} مشکل الحدیث وبیانہ امام ابن فورک متوفی 406ھ ص 46 {2} سنن ترمذی

سبب ورود یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک شخص کے قریب سے گزرے جو اپنے بیٹے یا اپنے غلام کے چہرے پر تھپڑ مار رہا تھا اور کہہ رہا تھا

قبح اللہ وجھک ووجہ من اشبہ وجھک

"اللہ تعالیٰ تیرے چہرے اور تیرے چہرے سے مشابہت رکھنے والے چہرے کو بدصورت کرے"

آپ نے اس شخص سے کہا

اذاضرب احدکم عبدہ فلیتق الوجہ فان اللہ خلق آدم علی صورتہ--------{1}

"جب تم سے کوئی اپنے غلام کو مارے تو چہرے کو بچائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اس کی صورت پر پیدا کیا ہے"

آپ ﷺ نے اس شخص کو اس لئے ڈانٹا اور جھڑکا کہ اس کا مذکورہ قول انبیاء کرام اور اھل ایمان کے حق میں گالی قرار پاتا تھا کیونکہ انسان کا چہرہ آدم کے چہرے کے مطابق پیدا کیا گیا ہے جبکہ یہ حدیث مبارک ثابت کر رہی کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اس کی صورت پر پیدا کیا ہے اور آدم نبی اللہ ہیں تو انسان کے چہرے کو قبیح اور بدصورت کہنا انبیاء ومرسلین کو گالی کے معنی میں جاتا ہے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب الادب المفرد میں حضرت ابو

{1} بخاری، نسائی

ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ایں الفاظ روایت کیا ہے۔

لا یقولن قبح اللہ وجھک ووجہ اشبہ من وجھک فان اللہ خلق آدم علی صورتہ ای صورۃ المدعو علیہ {1}-------

"ہرگز نہ کہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے چہرے اور تیرے سے مشابہ چہرے کو بدصورت کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اس جس پر بددعا کی جارہی ہے کی صورت پر پیدا کیا ہے"

اس معنی کے مطابق صورتہ کی ضمیر مفرد اور مدعو علیہ کی طرف لوٹ رہی ہے جس میں کوئی شبہ اور اعتراض نظر نہیں آتا دوسری صورت یہ ہے کہ صورتہ کی ضمیر حضرت آدم علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہے اس صورت پر حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے شارح بخاری امام احمد قسطلانی لکھتے ہیں

والضمیر یعود لآدم ای ان اللہ اوجدہ علی الھیئتہ خلق اللہ علیہا ولم ینتقل فی نشأۃ احوالاً ولاتردد فی الارحام اطواراً کما ھو الحال فی خلق بنی آدم بل خلقہ کاملا مستویا -------{2}

"بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی ہیئت وشکل پر ہی ایجاد کیا تھا اور آپ اپنی

{1} حاشیہ مشکل الحدیث و بیانہ موسیٰ محمد علی ص50 {2} حاشیہ مشکل الحدیث و بیانہ موسیٰ محمد علی ص50

نشأۃ واٹھان میں احوال سے گزرے اور نہ ہی ارحام میں مختلف ادوار واطوار میں رہے جب کہ اولاد آدم پر یہ حال وکیفیت گزرتی ہے بلکہ آپ کو اسی حال میں کامل اور پورا بشر تخلیق کیا گیا یعنی آپ کی اولاد کی طرح آپ کو نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ پھر جنین پھر طفل اور پھر مرد کے مراحل سے نہیں گزارا بلکہ آپ کو بتمامہٖ پیدا کر دیا گیا ---------{1}

امام ابن فورک رحمہ اللہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ اپنے اس ارشاد گرامی سے ہمیں اس بات سے آگاہ کر رہے ہیں کہ تمھارے باپ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی جنت میں بھی یہی صورت تھی جو کہ آپ کی اس دنیا میں تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کی خلقت میں کوئی تبدیلی نہ فرمائی۔

ملحدوں اور دھریوں کے قول کی تردید

امام ابن فورک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صورتہ کی ضمیر اگر حضرت آدم علیہ السلام کی طرف لوٹائیں تو اس میں نبی اکرم ﷺ نے دھریوں کے اس قول کی تردید فرما دی کہ شروع سے ہی کوئی انسان نطفہ کے بغیر نہیں اور نطفہ انسان کے بغیر نہیں اور اس کا کوئی اول آخر نہیں اور ابد الاباد تک یہی سلسلہ رواں دواں ہے اور آپ نے دنیا پر واضح کر دیا کہ اول البشر حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نطفہ تناسل اور صغر سے کبر کی طرف منتقل کئے بغیر اسی ہیئت وصورت پر پیدا

{1} مشکل الحدیث وبیانہ ابن فورک ص 50

فرمایا تھا جو دنیا میں مشاہدہ کی گئی تھی--------{1}

بہر حال یہ ایک ایسی خبر ہے جس کا وحی الٰہی کے بغیر ہم تک پہنچنا ناممکن ہے۔

حدیث صورت کا دوسرا معنی

اھل علم نے اس حدیث کی تاویل کرتے ہوئے دوسرا طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ صورتہٖ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع کی جائے چنانچہ اس تقدیر پر معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا مگر یہ اضعف اور بہت کمزور بات ہے کیونکہ قاعدہ کے مطابق ضمیر اپنے اقرب مرجع کی طرف عائد ہوتی ہے تاوقتیکہ اس کے خلاف کوئی دلیل نہ آجائے اور اقرب مرجع حضرت آدم علیہ السلام ہیں نہ کہ ذات باری تعالیٰ تاہم اس تاویل پر بھی اس کے اندر چند وجوہات کا احتمال پایا جاسکتا ہے۔

پہلی وجہ

اس تاویل پر صورت کا معنی صفت لیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت یعنی اپنی صفت پر پیدا فرمایا جب کہ عرب کا قول ہے

عرفني صورة هذا الامر

"مجھے اس معاملے کی صورت یعنی صفت سے آگاہ کر"

اس معنی کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ مخلوقات دو قسم کی ہے جماد (ٹھوس چیز

{1} کتاب الاستیذان ج9 ص135

جس میں زندگی نہ ہو) اور نامی (ترقی پذیر اور بڑھنے والی) پھر نامی کی دو قسمیں ہیں حیوان اور غیر حیوان پھر حیوان بھی دو طرح کے ہیں انسان اور چوپائے ان میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و نطق سے مشرف فرمایا پھر حیوان ناطق سے انبیاء کرام کو رتبہ و عظمت عطاء فرمائی بہر حال انسان میں پائی جانے والی یہ صفات کمال اس کی عظمت کی نشاندہی کرتی ہیں مگر سب سے اکمل صفات اور اعلیٰ کمالات کی حامل ذات سبحانہ وتعالی ہے جو حی، عالم، سمیع، قدیر، متکلم اور مرید ہے یہ اس کی عظمت اور عزت وجلال کی صفات ہیں تو اس نے انسان اول حضرت آدم علیہ السلام کو بھی اپنے انہی صفات کمال پر پیدا فرمایا انسان جماد اور نامی مخلوق سے بایں طور ممتاز اور منفرد ہے کہ اس میں روح پھونکی گئی۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَإِذَا سَوَّيْتُهُۥ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِى فَقَعُوا۟ لَهُۥ سَٰجِدِينَ ﴿٢٩﴾

{1}---- -----

”تو جب میں اسے ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص روح پھونک دوں تو اس کے لئے سجدے میں گر پڑنا“

وہ چوپایوں سے بایں حال ممتاز ہے کہ اس میں عقل اور نطق رکھ دیا گیا یہ دونوں کمال درجے کی صفات ہے۔

{1} سورۃ الحجر:29

❁ وہ اپنی جنس میں بایں انداز ممتاز ہے کہ اس کے کچھ افراد کو نبوت اور رسالت سے مشرف کر دیا گیا۔

❁ وہ ملائکہ پر بایں کمال ممتاز اور مشرف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ملائکہ پر مقدم فرما کر مسجود ملائکہ کا شرف بخشا اور ملائکہ کو اس کا شاگرد بنایا کہ وہ اس سے تعلیم لیں اس سے انسان کو وہ عظمت اور رتبہ کمال ملا کہ وہ تمام مخلوقات اور عالمین پر فوقیت لے گیا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد خلق آدم علٰی صورتہ فرما کر ہمیں آگاہ فرما دیا کہ انسان پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا اتمام فرما دیا اور اسے اپنی صفات کا مظہر بنا دیا یہ عظمت انسان کی بہت اہم اور بیّن دلیل ہے۔

دوسری وجہ

حدیث صورت میں صورتہ کی ضمیر تو اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس میں اضافت الی اللہ ہے اور اس میں تخصیص کا کون سا طریق ملحوظ رکھا گیا ہے اسکی تفصیل کچھ یوں ہے کہ کچھ چیزیں جو اللہ تعالیٰ کی منسوب کی جاتی ہیں اس نسبت میں اللہ تعالیٰ کے فعل کا لحاظ رکھا جاتا ہے مثلاً

خلق اللہ ارض اللہ اور سماء اللہ اس مثال میں خلق ارض اور سماء کو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت دی گئی ہے کیونکہ ان کا فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے کبھی اس نسبت سے ملکیت والا معنی سمجھا جاتا ہے مثلاً رزق اللہ اور عبد اللہ اور کبھی کبھی وہاں پر اختصاص کا معنی مراد ہوتا ہے اور وہ تخصیص وتشریف کی نسبت قرار

پاتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا

''اوراس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دی''

یونہی مسلمانوں کا قول کعبۃ اللہ اس میں اضافت تشریفی ہے نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا

''اور رحمان کے وہ بندے جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں''

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ

''بے شک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں''

مندرجہ بالا اضافت کی تفصیلات کے بعد اس مقام پر صورتہ میں صرف تشریفی اضافت ہی پائی جارہی ہے پھر اس تشریف وتکریم کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی ابتداءً کسی سابق مثال کے بغیر آدم علیہ السلام کو تخلیق کیا پھر اس کے بعد آنے والی نسل انسانی کو اس مثال پر اختراع کیا تو آپ کی صورت کو اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت سے مشرف کیا گیا کیونکہ صورت آدم کا یہ کمال اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی مخصوص ہے اور اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی بہت بڑی فضیلت کارفرما ہے۔

امام ابن فورک اور حدیث صورت کا معنی

ووجه آخر مما يحمل عليه تاويل هذا الخبراز قلنا ان

{1} الحجر: 29 {2} سورۃ الفرقان 63 {3} سورۃ الحجر: 43

الهاء ترجع الى آدم وهو أن يكون معناه اشارة الى ما نقول علىٰ اصولنا ان اللّٰه عز وجل خلق السعيد سعيدا او الشقى شقيا فلما خلق آدم وقد علم انه يعصى ويخالف امره وكتب ذالك عليه وانهٗ عز ذكره هكذا خلقه على ما علم واراد ان يكون عليه وشهد لذالك حديث محاجة موسٰى لآدم عليهما السلام لما قال موسى لآدم لما التقيا فى السماء الست الذى خلقك الله بيده واسجد لك ملائكة واسكنك جنته ثم عصيته وخالفت امره فقال آدم عليه السلام ا كان ذالك شىء منّى او امر كتبه اللّٰه عزّوجلّ قبل ان يخلقنى فقال موسى ذالك مما كتبه عليك قبل خلقك قال النبى ﷺ نجّح آدم موسٰى ثلثا ------{1}

''ایک اور وجہ سے بھی اس حدیث کی تاویل کی جاسکتی ہے جب ہم یہ کہتے ہیں کہ صورتہ کی ضمیر حضرت آدم علیہ السلام کی طرف راجع ہے تو اس کا معنی ہمارے اس اصول کی طرف اشارہ کررہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سعید (مستحق جنت) کو سعید پیدا کیا اور شقی (مستحق دوزخ) کو شقی پیدا کیا تو جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو

{1} بخاری، ترمذی، ابوداؤد

پیدا کیا تو اس کے علم قدیم میں یہ بات تھی کہ وہ اس کی نافرمانی اور اسکے حکم کی مخالفت کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اس سابق قدیم علم کے مطابق آدم علیہ السلام پر یہ لکھ دیا تھا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسے اپنے اس علم کے مطابق ہی پیدا فرما دیا چنانچہ اس معنی پر حضرت موسی اور آدم کے مناظرے والی حدیث بھی شہادت دیتی ہے جب ان حضرات کی آسمان پر ملاقات ہوئی تو حضرت موسی علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا تم وہی ہو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تجھے ملائکہ سے سجدہ کروایا تجھے اپنی جنت میں ٹھہرایا پھر تو نے نافرمانی کی اور اس کے حکم کی خلاف ورزی کی تو حضرت آدم علیہ السلام نے ان سے کہا کیا یہ سب کچھ میری طرف سے تھا یا ایک ایسا معاملہ تھا جسے اللہ تعالیٰ میری تخلیق سے پہلے ہی لکھ دیا تھا تو حضرت موسی علیہ السلام نے کہا یہ تو تمھاری تخلیق سے پہلے کا لکھا ہوا تھا نبی اکرم ﷺ نے تین بار فرمایا کہ آدم موسٰی پر حجت میں غلبہ لے گئے"۔

اس معنی کی توجیہ کرنے کے بعد امام ابن فورک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فدلنا النبی ﷺ بقوله ان الله خلق آدم علی صورته علی مثل هذا المعنی وانه خلق ممن سبق العلم بحاله انه یعصی ثم یتوب فیتوب الله تنبیها علی وجوب جریان قضاء الله علی خلقه وانه یحدث الامور ویغیر

الاحوال علی حسب مایخلق علیه المرء ویتیسر له وهذا ایضا تأید لمذهبنا فی اضافة تقدیرالامور کلها الی الله عز وجل----------{1}

''چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے اس قول کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اس کی صورت پیدا فرمایا سے اسی طرح کے معنی پر اشارہ فرمایا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے سابق علم پر آپ کو آپ کے حال پر ہی پیدا کیا کہ وہ نافرمانی کرے گا پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا گویا یہ اس بات پر تنبیہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر اس کی قضاء وقدر کا جاری ہونا ایک حتمی اور قطعی فیصلہ ہے اور جس نہج اور طور پر اس نے بندے کو پیدا کیا ہے اس کے مطابق ہی وہ احوال وامور میں ردوبدل کرتا ہے نیز یہ بات ہمارے مذھب کی تائید بھی کرتی ہے کہ تمہاری امور کی تقدیر کی نسبت اللہ جل مجدہٗ کی طرف ہی ہے۔

مفتی عبدالرسول منصور الازہری

خطیب ریڈچ برطانیہ

{1} المنحۃ الالٰہیہ فی شرح العقیدۃ الواسطیہ مشکل الحدیث وبیانہ ابن فورک ص65

ذکر اللہ کی اہمیت وافادیت

حضرت قبلہ مفتی صاحب ازھری سیالوی دامت برکاتہم القدسیہ ایک سوال عرض خدمت ہے صوفیہ اسلام کے نزدیک ذکراللہ کی اہمیت اوراس کی افادیت کیا ہے اورذکراللہ عزوجل پر سند "حدیث ابوہریرہ ﷺ" جسے امام بخاری اورامام مسلم نے صحیحین میں نقل کیا ہے اس کا سلیس ترجمہ بھی ارشادفرماکر بندہ کمترین پر احسان وفیضان کریں اللہ جل مجدہٗ آپ کا حامی وناصرہو۔

سائل حاجی محمد بشیر ریڈرچ

27/11/2005

ماشاء اللّٰہ لاقوّۃ الّاباللّٰہ

الجواب

ذکراللہ عزوجل کی حقیقت اوراس کی عظمت وضرورت پر بات کرنے سے پہلے حدیث ابوھریرہ ﷺ کے وہ کلمات طیبات ذکر کرکے ان کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے

عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ ان للّٰہ ملائکۃ یطوفون فی الطرق یلتمسون اھل الذکرفاذاوجدوا قومایذکرون اللہ تنادواھلمّوالٰی حاجتکم قال فیحفّونھم باجنحتھم الی السّماء الدنیاقال فیسألھم ربھم وھواعلم منھم مایقول عبادی قال تقول یسبّحونک ویحمدونک ویمجدونک قال فیقول وکیف لورأونی قال

یقولون لورأوك كانوا اشد لك عبادة واشد لك تمجيداً واكثر لك تسبيحاً قال يقول فما يسئلوننى قال يسئلونك الجنة قال يقول وهل رأوها قال يقولون لا والله يارب مارأوها قال يقول فكيف لوانهم رأوها قال يقولون لو انهم رأوها كانوا اشد عليها حرصا واشد لها طلباً واعظم فيها رغبةً قال فممّ يتعوذون قال يقولون من النار قال يقول وهل رأوها قال يقولون لا والله يارب مارأوها قال فكيف لورأوها قال يقولون لورأوها كانوا اشد منها فرارا واشد لها مخافة قال فيقول فاشهدكم انى قد غفرت لهم قال يقول ملك من الملائكة فيهم فلان ليس منهم انما جاء لحاجة قال هم الجلساء لايشقىٰ بهم جليسهم متفق عليه

''حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے آپ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے فرشتے ہیں جو راستوں میں گھوم پھر کر اہل ذکر کو تلاش کرتے ہیں جب کسی جماعت کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکار کر کہتے ہیں اپنی منزل اور مقصد کی طرف آؤ آپ نے فرمایا پھر وہ جماعت کو پہلے آسمان تک اپنے پروں کے ساتھ ڈھانپ لیتے ہیں پھر ان کا رب ان سے سوال کرتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ علم رکھتا ہے میرے بندے کیا کہتے ہیں تو فرشتے عرض کرتے ہیں یہ تیری تسبیح تیری حمد اور تیری بزرگی بیان کرتے ہیں اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے اگر یہ مجھے دیکھ لیں تو ان کی کیا کیفیت ہوگی فرشتے عرض کرتے ہیں اگر یہ تجھے دیکھ لیں تو اور زیادہ شدت سے تیری عبادت اور بزرگی کا اظہار کریں اور زیادہ کثرت سے تیری تسبیح کریں باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ یہ مجھ سے کیا سوال کرتے ہیں وہ عرض کرتے ہیں تجھ سے جنت کا سوال کرتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے وہ عرض کرتے قسم بخدا اے ہمارے پرودگار انہوں نے جنت دیکھی تو نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے اگر یہ اس کو دیکھ لیں تو ان کی کیفیت کیا ہوگی وہ عرض کرتے ہیں اگر وہ اسے دیکھ لیں تو اس کی حرص اور طلب پر ان میں زیادہ شدت آجائے اور اس میں ان کی رغبت میں مزید اضافہ ہو جائے پھر ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے یہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے ہیں وہ عرض کرتے ہیں دوزخ کی آگ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے اسے دیکھا ہے وہ عرض کرتے قسم بخدا اے ہمارے پرودگار انہوں نے اسے دیکھا تو نہیں، مولیٰ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اگر وہ اسے دیکھ لیں تو ان کی کیا کیفیت ہو وہ عرض کرتے اگر یہ اسے دیکھ لیں تو اور زیادہ اس سے ڈریں اور اس سے فرار اختیار کریں تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو معاف کر دیا ان میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے کہ اس جماعت میں فلاں شخص تو ان میں سے نہیں ہے وہ تو کسی اور کام کی غرض سے یہاں آیا تھا تو باری تعالیٰ فرماتا ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی دوزخی نہیں ہوگا''۔

راوی کا تعارف

امام فقیہ حافظ مجتہد جلیل القدر صحابی رسول ﷺ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دوسی یمانی ارجح قول کے مطابق آپ کا نام عبدالرحمان بن صخر ہے اور ایک مرتبہ جنگلی بلی کے بچے کو اپنی آستین میں رکھنے کی وجہ سے ابوہریرہ (بلی کے بچے والا) کنیت سے مشہور ہو گئے آپ نے جی بھر کر رسول اللہ ﷺ سے علمی استفادہ کیا پھر صحابہ اور تابعین عظام کی کثیر تعداد نے آپ سے کسب فیض کیا مؤرخین نے آپ کے شاگردوں کی تعداد آٹھ سو کے قریب بتائی ہے غزوہ خیبر کے سال 7ھ کی ابتداء میں آپ حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور 57 ہجری میں آپ کا وصال ہوا--------{1}

شرح و بیان

یہ حدیث نبوی ذکر اور ذاکرین کی مجالس اور اس عمل پر اجتماع کی عظمت وفضیلت پر قطعی دلیل اور واضح سند کا درجہ رکھتی ہے نیز ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی ان کے اکرام و تعظیم کے لئے اللہ تعالیٰ کے اسی تفضّل وانعام میں شامل ہو جاتا ہے جس سے یہ جماعت ہمکنار ہوتی ہے اگرچہ وہ اہل ذکر میں ان کے ساتھ شریک نہ بھی ہوا ہو اس فرمان نبوی ﷺ سے ملائکہ کی اولاد آدم سے محبت اور ان سے اعتناء (کسی معاملے کو اہم جاننا) کا بھی ثبوت ملتا ہے جیسا کہ سائل ''اللہ تعالیٰ'' کا یہ سوال بھی اس امر پر شاہد ہے کہ مسئول عنہ (ذاکرین کی جماعت) کی قدر و منزلت اس کی نظر میں کس قدر بلند و بالا مقام رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خصوصاً اہل ذکر کے متعلق ملائکہ سے یہ

{1} مجلۃ الازھر شوال 1426ھ

سوال ملائکہ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے

قَالُوٓا۟ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ ٱلدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّىٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٠﴾

{1}-------

''بولے کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خون ریزیاں کرے گا اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بولتے ہیں فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے''

گویا اللہ تبارک وتعالیٰ ملائکہ سے فرمارہا ہے میرے ان بندوں سے صادر ہونے والی میری تسبیح وتقدیس کو دیکھو باوجود اس کے کہ ان پر شہوات نفس اور وساوس شیطان کو مسلط کیا گیا ہے مگر انہوں نے کس انداز اور پاکیزہ جذبے کے ساتھ اس کا علاج کیا اور تسبیح وتقدیس میں تمہارے ساتھ مشابہت اختیار کی اس حدیث سے یہ فائدہ بھی حاصل ہورہا ہے کہ اولاد آدم سے حاصل ہونے والا ذکر ملائکہ سے حاصل ہونے والے ذکر سے اعلیٰ اور اشرف ہے کیونکہ اولاد آدم کا ذکر کثرت مشاغل اور عالم غیب میں صادر ہوتا ہے جبکہ ملائکہ کا ذکر عالم شہود اور تمام مشاغل سے برأت کی صورتوں میں صادر ہوتا ہے۔اس حدیث مبارک سے ان بے دین عناصر کی بھی تردید ہورہی ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ عزوجل کو جھراُ دیکھتے ہیں کیونکہ صحیح مسلم کی ایک روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان

{1} البقرۃ 30

کرتے ہیں واعلموا انکم لم تروا ربکم حتیٰ تموتوا--------{1}

''جان لو کہ تم اپنے رب کو اپنی موت سے پہلے نہیں دیکھو گے''۔

ذکر کے درجات

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ ذکر کے درجات بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں

وھوعلیٰ ثلاثۃ درجات

الاولی .... الذکرالظاھر ثناءً اودعاءً اورعایۃً الذکرالثناء نحوسبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولاالہ الاّاللّٰہ واللّٰہ اکبروذکرالدعاء نحوقولہ تعالیٰ

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلْخَـٰسِرِينَ ﴿٢٣﴾ -------{2}

ذکرالرعایۃ مثل قول ذاکراللّٰہ معی اللّٰہ ناظرالیّ اللّٰہ شاھدی

والثانیۃ.... الذکر الخفی وھوالخلاص من القیود والبقاء مع الشھودولزوم المسامرۃ

والدرجۃ الثالثۃ.... الذکرالحقیقی وھوشھودذکر الحق ایّاک والتخلّص من شھودذکرک وقدسمّی ھٰذاالذکرحقیقیاً

{1} مجلۃ الازھر شوال 1426ھ {2} الاعراف 23

لانہ منسوب الی الرّب تعالیٰ فذکر اللّٰہ لعبدہ

ھوالذکر الحقیقی وھوشھود ذکر الحقّ عبدہ---------{1}

ذکر کے تین درجے ہیں

1 پہلا ذکر ظاہر۔۔ثناء یادعایا حفاظت ونگرانی کی صورت میں ذکر ثناء جیسے اللہ کی پاکی ہے تمام ستائشیں اللہ کے لئے ہیں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ذکر دعاء مثلاً..........دونوں نے کہا اے رب ہمارے ہم نے اپنا آپ برا کیا تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے۔اور ذکر رعایت جیسے ذاکر کا قول اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہے اللہ تعالیٰ میری طرف ناظر ہے یا اللہ تعالیٰ مجھ پر شاہد ہے

2 دوسرا ذکر خفی۔۔۔جس کا معنی قیود سے خلاصی، مشاہدے میں حضوری اور مناجات کو دوام سے جاری رکھنا ہے۔

3 تیسرا ذکر حقیقی۔۔۔یعنی حق تعالیٰ کے ذکر کا بندے پر شہود اور خود بندے کا اپنے ذکر کے شہود سے نجات پا جانا اور یہ ذکر حقیقی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے کیونکہ یہ رب تعالیٰ کی طرف منسوب ہے کہ حق تعالیٰ کے ذکر کا اپنے بندے پر شہود ہوتا ہے۔

{1} الازھر شوال 1426ھ

ذکر قرآن مجید میں

قرآن مجید میں ذکر اللہ کا کلمہ متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے

- زبان سے ذکر کرنا۔۔۔۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا

{1}---------

''تو اللہ کا ذکر کرو جیسے تم اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ''

- دل سے ذکر کرنا۔۔۔۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا

{2}---------

''اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں''۔

- حدیث اور بات۔۔۔۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ ---------{3}

''اپنے مالک کے حضور میری بات کرو''۔

{1} البقرۃ:200 {2} آل عمران:135 {3} یوسف:42

❁ خبر ۔۔۔۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

قُلْ سَأَتْلُوا۟ عَلَيْكُم مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿٨٣﴾ --------{1}

''تم فرماؤ میں اس کا مذکور پڑھ کر سناتا ہوں''۔

❁ نصیحت ۔۔۔۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَلَمَّا نَسُوا۟ مَا ذُكِّرُوا۟ بِهِۦٓ --------{2}

''جو انہیں نصیحت کی گئی تھی جب وہ اسے بھول گئے''۔

❁ وحی ۔۔۔۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَٱلتَّـٰلِيَـٰتِ ذِكْرًا ﴿٣﴾ --------{3}

''وحی کی تلاوت کرنیوالی جماعتیں''۔

❁ قرآن کریم ۔۔۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَهَـٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنزَلْنَـٰهُ --------{4}

''یہ مبارک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا''

❁ تورات اور سابقہ کتب ۔۔۔۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَسْـَٔلُوٓا۟ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٧﴾ --------{5}

''علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو''۔

{1} کہف:83 {2} اعراف:165 {3}صافات:3 {4}انبیاء:50 {5} انبیاء:7

❁ شرف وعزت۔۔۔۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَإِنَّهُۥ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ‎{1}-------

''اور بیشک یہ آپ اور آپ کی قوم کے لئے شرف وعزت ہے''۔

❁ طاعت گزاری۔۔۔۔۔۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ ‎{2}--------

''تم میری اطاعت کرو میں تمہیں معاف کردوں گا''۔

❁ بیان۔۔۔۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

أَوَعَجِبْتُمْ أَن جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنكُمْ ‎{3}---------

''کیا تمہیں اس بات سے تعجب ہوا کہ تم میں سے ایک مرد پر تمہارے رب کی طرف سے بیان آ گیا''۔

❁ پانچ نمازیں۔۔۔۔۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَإِذَآ أَمِنتُمْ فَاذْكُرُواْ ٱللَّهَ ‎{4}---------

''جب تم امن میں ہو جاؤ تو نماز ادا کرو''۔

❁ جمعہ کی نماز۔۔۔۔۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَٱسْعَوْاْ إِلَىٰ ذِكْرِ ٱللَّهِ وَذَرُواْ ٱلْبَيْعَ ‎{5}--------

---

{1} زخرف:44 {2} بقرۃ: 152 {3} اعراف:69 {4} بقرۃ:239 {5} جمعہ:9

''پس نماز جمعہ کی طرف جلدی کرو اور خرید وفروخت چھوڑ دو''۔

❁ نماز عصر۔۔۔۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

إِنِّيٓ أَحۡبَبۡتُ حُبَّ ٱلۡخَيۡرِ عَن ذِكۡرِ رَبِّي ---------{1}

''مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی ہے اپنے رب کی یاد کے لئے''۔

❁ رسول۔۔۔۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

قَدۡ أَنزَلَ ٱللَّهُ إِلَيۡكُمۡ ذِكۡرٗا ﴿١٠﴾ رَّسُولٗا ---------{2}

''اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ذکر یعنی رسول نازل کیا''۔

مندرجہ بالا آیات سے ذکر کے متعدد معانی کا ثبوت ملتا ہے ان آیات کریمہ کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے بعض آیات میں قرآن مجید کو ذکر کا نام دیا ہے کیونکہ ان آیات میں ہر آیت مبارکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مشتمل ہے یا اس کی نعمتوں سے کسی نعمت کے ذکر پر دلالت کر رہی ہے اس بنیاد پر اہل علم فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت اس کے معانی میں غور وفکر خشوع وخضوع سے اس کی سماعت بھی ایک قسم کی عبادت ایمان کے لئے وصف لازم اور اللہ عزوجل کی رحمت کے حصول کا ایک آسان طریقہ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَإِذَا قُرِئَ ٱلۡقُرۡءَانُ فَٱسۡتَمِعُواْ لَهُۥ وَأَنصِتُواْ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُونَ ﴿٢٠٤﴾

---------{3}

{1} ص: 32 {2} طلاق: 10/11 {3} اعراف: 204

''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور اس پر کان دھرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے''۔

حقیقی مؤمن کون ہے

جو بندہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو سنتا ہے اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کے ذکر پر کانپ اٹھتا ہے اس کے اوامر پر لپکتا ہے اور اس کے نواھی کے قریب تک نہیں جاتا وہی حقیقی مؤمن ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

۞ أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ ٱللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ ٱلْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ ٱلْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَٰسِقُونَ ﴿١٦﴾

{1}---------

''کیا ایمان والوں کو ابھی وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس کے حق کے لئے جو اترا اور ان جیسے نہ ہوں جن کو پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں بہت سے فاسق ہیں''

حقیقی مؤمن کی تصویر کو سورہ انفال میں ان کلمات سے واضح کیا گیا ہے

إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُهُۥ زَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٢﴾ {2}-----

''ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے تو ان کے دل ڈر

{1} الحدید: 16 {2} انفال: 2

جائیں اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پا جائے اور اپنے رب پر ہی بھروسہ کریں"۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾ {1}---------

"اللہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اول سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یاد خدا کی طرف رغبت میں یہ اللہ کی ہدایت ہے راہ دکھائے اسے جسے چاہے اور جسے چاہے گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں ہے"۔

پھر یہ بات بھی کتنی فکر انگیز اور تعجب خیز ہے کہ حق تعالیٰ جب ہم سے اپنے ذکر کا مطالبہ کرتا ہے تو عین اسی وقت وہ ہمارا بھی ذکر فرماتا ہے تاکہ وہ اپنے ذکر کی جزا بھی اسی جنس عمل سے عطا فرمائے ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾

{2}---------

{1}زمر: 23 {2}بقرۃ: 152

''تم میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری نافرمانی نہ کرو''

اسی سلسلہ میں امام طبرانی حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے ایک روایت بیان کرتے ہیں

ان رسول اللہ ﷺ قال ان اللہ تعالیٰ یقول یابن آدم انک اذاذکرتنی شکرتنی واذانسیتنی کفرتنی

''رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے اے ابن آدم جب تو نے میرا ذکر کیا تو میرا شکر ادا کیا اور جب تو نے مجھے بھلا دیا تو تو نے میرے احسان وانعام کا کفران کیا''۔

ذاکر زندہ اور غافل مردہ ہے

ہمارے لئے کافی ہے کہ ہمارا رب جل مجدہٗ ہمارا ذکر کرتا ہے ہمیں ہمارے نفوس پر نہیں چھوڑتا اور جب ہم اسکے مفتقر اور محتاج ہوتے ہیں تو وہ ہم سے جدا نہیں ہوتا تو جب ہم اس بات کا علم الیقین رکھتے ہیں کہ وہ ہمارا رب ہمارا خالق اور ہمارا مالک ہے اور ہر شئی اس کے ہاتھ میں ہے تو ہم اس کی بارگاہ میں اسکے کتنے محتاج ہیں اور وہ ہم پر کتنا مہربان ہے پھر اگر ہم اس کا ذکر نہ کریں تو ہماری زندگی ہمارے لئے کیسے طیب اور پرسکون ہو سکتی ہے ارشاد رب العزت ہے

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ تَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُهُمۡ بِذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ ﴿۲۸﴾ ---------{1}

{1} الرعد:28

''وہ جوایمان لائے اوران کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں سن لواللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے''۔

بہر حال تمام لوگوں پر یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ وہ اس کے ذاکراسکی نعمتوں کے شاکراس کی کتاب کے قاری اوراس میں اس کے احکام پر عامل بن کر رہیں تا کہ وہ زندوں میں شمار کیے جائیں نبی اکرم ﷺ کاارشاد ہے

مثل الذی یذکر ربه والذی لایذکره مثل الحی والمیت---------{1}

''رب تعالیٰ کاذکر کرنے والے اورنہ ذکر کرنے والے کی مثال زندہ اورمردہ کی ہے''

یعنی اللہ کاذاکر زندہ اوراس سے غافل ناسی مردہ ہے اگرچہ وہ کھا، پی اورسانس لے رہاہےارشاد باری تعالیٰ ہے

أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَـٰهُ وَجَعَلْنَا لَهُۥ نُورًا يَمْشِى بِهِۦ فِى ٱلنَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُۥ فِى ٱلظُّلُمَـٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَـٰفِرِينَ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿١٢٢﴾ ---------{2}

''اورکیاوہ کہ مردہ تھا ہم نے اسے زندہ کیاوہ اس جیساہوجائے گا جواندھیریوں میں ہے ان سے نکلنے والانہیں یونہی کافروں کی آنکھ میں ان کے اعمال بھلے کردیے گئے ہیں''۔

{1} بخاری 2353/5 {2} انعام 122

اللہ کے ذکر سے غفلت مؤمن کا شعار نہیں

اس عنوان پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول شاہد ہے

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ ﴿٢٠٥﴾ ---------{1}

''اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو زاری اور ڈر سے اور بے آواز نکلے زبان سے صبح اور شام اور غافلوں میں نہ ہونا''۔

اس آیہ مبارکہ میں اس ذکر حقیقی کی نشاندہی کی گئی ہے جس میں مؤمن اپنے معاملات، اپنی عبادات، اپنی بیداری، اپنی نیند، اپنی خلوت وجلوت میں اپنے رب کے ساتھ دائمی حالت میں چلا جاتا ہے اور اس انداز کا ذکر ہی ایک مؤمن کو اس کے رب تعالیٰ سے شرم وحیاء کرنے کا باعث بنتا ہے وہ کسی حال میں بھی اسکے مراقبے سے غافل نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ اس کی معصیت پر جرأت وبے باکی اختیار کرتا ہے نیز اس کا رب اسے وہاں نہیں دیکھتا جہاں سے اسے منع کرتا ہے اور جہاں پر اسے رہنے کا حکم دیتا ہے وہاں سے اسے غیر حاضر نہیں پاتا پھر اعضاء وحواس کے تنوع سے یہ ذکر بھی انواع واقسام میں منقسم دکھائی دیتا ہے چنانچہ آنکھوں کا ذکر رونا، کانوں کا ذکر پوری توجہ سے بات کو سننا، زبان کا ذکر ثناء کرنا، ہاتھوں کا ذکر عطا کرنا، بدن کا ذکر وفا، دل کا ذکر خوف ورجاء اور روح کا ذکر تسلیم ورضا ہے۔

{1} اعراف:205

شیخ ابراہیم عطاالفیومی مدظلہ العالی نماز اور ذکراللہ کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

اذاکانت الصلوٰة تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر بفضل مایشترط لھامن طھارة فی البدن والثوب والمکان واستقبال القبلة وسترالعورة ودخول الوقت والنیة فان ذکر اللّٰہ عزّوجلّ لایحتاج الی شئی من ھٰذااوذاك لانک تستطیع ان تذکر ربک فی کل الاوقات وفی عموم الاحوال فی الغنٰی والفقروفی الصحة والمرض حینماتوافیک النعمة اوتنزل بک المصیبة فی اوقات السلم وفی اوقات الحرب ---------{1}

"جب نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے مگر اس میں ان شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ بدن، کپڑا اور مکان پاک ہو، استقبال قبلہ، ستر عورت، وقت کا داخل ہونا، اور نیت کا پایا جانا مگر ذکراللہ عزوجل ان میں کسی شرط کا محتاج نہیں کیونکہ آپ کے لئے ممکن ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کا ذکر تمام اوقات اور عام احوال میں کریں امیری میں، فقیری میں، صحت میں، مرض میں جب تمہیں کوئی نعمت ملے یا تم پر کوئی مصیبت نازل ہو، حالت امن میں اور حالت جنگ میں۔

{1} مجلۃ الازہر شوال 1426ھ

ذکر کا مرتبہ ومقام

شیخ ابراہیم عطاء فیومی ذکر کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

فذکر اللّٰہ لایحتاج الیٰ اکثر من شغل القلب باللّٰہ عزّوجلّ والتّأمل فی ملکوتہ واستحضار رقابتہ وخشیتہ ومن کان کذلک فلایجرء علیٰ معصیۃ مولاہ ومن ھنا یتّضح ان اثر ذکر اللّٰہ فی النھی عن الفحشاء والمنکر اکبر من اثر الصّلٰوۃ کما أخبر اللّٰہ عزّوجلّ وَلَذِكْرُ ٱللَّهِ ---------{1}

''ذکر اللہ عزوجل کی تعریف میں یہی کہنا کافی ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مصروف ومنسلک رکھنا، اس کی بادشاہت میں غور وفکر کرنا اور اس کی نگرانی اور خوف کو ہر وقت پیش نظر رکھنا جب کوئی شخص اس منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ تو پھر وہ اپنے مولیٰ کی نافرمانی کی جرأت نہیں کرسکتا یہاں پر یہ امر بھی ظاہر ہوتا ہے کہ برائی اور بے حیائی سے روکنے میں ذکر کا اثر نماز سے بھی بڑھ کر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی بھی ہے

''اور بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے''

ذکر اللہ عزوجل کی یہ اہمیت وافادیت اپنی جگہ پر مسلّم ہے مگر اس سے یہ مراد نہیں کہ ذکر اللہ نماز سے مستغنی وبے پرواہ کردیتا ہے بلکہ ہم تو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسلامی عبادات میں ذکر اللہ کو کتنے اعلیٰ اور بلند ترین مقام پر رکھا گیا ہے جبکہ مسلمانوں کی کثیر تعداد دنیاوی مال ومتاع اور عارضی جاہ وجلال میں کس حد تک منہمک ہے اور

{1} عنکبوت 45

ذکراللہ سے کس قدر غفلت کا شکار ہوکر اعلیٰ مکارم اور اخلاقی اقدار سے محروم دکھائی دے رہی ہے اسی لئے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تحذیر و تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرما رہا ہے

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَٰلُكُمْ وَلَآ أَوْلَـٰدُكُمْ عَن ذِكْرِ ٱللَّهِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْخَـٰسِرُونَ ﴿٩﴾ {1}---------

''اے ایمان والو تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کی راہ سے غافل نہ کرے اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں''

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذاکرین کو اصحاب عقل سلیم کہا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ فِى خَلْقِ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱخْتِلَـٰفِ ٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ لَـَٔايَـٰتٍ لِّأُو۟لِى ٱلْأَلْبَـٰبِ ﴿١٩٠﴾ ٱلَّذِينَ يَذْكُرُونَ ٱللَّهَ قِيَـٰمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِى خَلْقِ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَـٰذَا بَـٰطِلًا سُبْحَـٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ﴿١٩١﴾

{2}---------

''سب آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لئے، جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اے ہمارے رب تو نے یہ بیکار نہیں بنایا پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے''۔

{1} منافقون: 9 {2} آل عمران: 191/190

ذکر اللہ خیر الاعمال ہے

ذاکرین اللہ عزوجل کے لئے یہی شرف کافی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معیت اور حضوری میں ہیں امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں

عن النبی ﷺ قال یقول اللہ عزوجل انا عند ظنّ عبدی بی وانا معہٗ اذاذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملأ ذکرتہ فی ملأ خیرمنھم وان تقرب الیّ شبرا تقرّبت الیہ ذراعاًوان تقرّب الیّ ذراعاًتقرّبت الیہ باعاًوان اتأنی یمشی آتیتہٗ ھرولۃ ----{1}

''نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ میرے ساتھ جو گمان رکھتا ہے میں اس کے مطابق ہی اس کے ساتھ سلوک کرتا ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے باطن میں یاد کرتا ہوں اگر وہ مجھے کسی مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اسے ان سے بہتر مجلس میں یاد کرتا ہوں اگر وہ ایک بالشت میرے قریب آتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب آتا ہوں اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب آتا ہے تو میں دو ہاتھ اس کے قریب آتا ہوں اور اگر وہ میرے پاس چلتا ہوا آتا ہے تو میں دوڑتا ہوا اس کے پاس آتا ہوں''

یعنی جو شخص قلیل طاعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے تو اللہ

{1} بخاری و مسلم

تعالیٰ اس کو کبیر ثواب سے جزا عطا کرتا ہے اور اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی میں سستی کرتے ہوئے حاضر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اجر و ثواب دینے میں جلدی فرماتا ہے عبادات کے اندر یہ ذکر کا مرتبہ و مقام ہے اور جہاں تک ذاکرین کا مسئلہ ہے وہ قدر و شان میں سب لوگوں سے ارفع و اعلیٰ ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو الدرداء سے راوی ہیں

عن رسول اللّٰہ ﷺ قال الاانبئکم بخیر اعمالکم وازکاھا عند ملیککم وارفعھافی درجاتکم وخیرلکم من انفاق الذھب والفضۃ وخیرلکم من ان تلقواعدوکم فتضربوااعناقھم ویضربوااعناقکم قالوابلیٰ یارسول اللہ ﷺ قال ذکراللہ عزوجل---------{1}

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں تمہارے اعمال میں افضل عمل کے متعلق نہ بتادوں جو تمہارے مالک کے حضور زیادہ پاکیزہ، تمہارے درجات میں زیادہ اونچا، تمہارے لئے اللہ کی راہ میں سونے اور چاندی کے خرچ کرنے سے بہتر اور تمہارے لیے اللہ کی راہ میں کفار سے جہاد کرنے سے بھی اعلیٰ ہو صحابہ کرام نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ ﷺ! تو آپ ﷺ نے فرمایا ذکراللہ۔

عبدالرسول منصور الازہری

4 ذوالقعدہ 1426ھ

{1} سنن ترمذی رحمہ اللہ

باب دوم

قرآنیات

وحی الٰہی کی تعریف، اقسام اور فرشتے کے اخذ قرآن کی کیفیت

قبلہ حضرت مفتی صاحب الازہری آپ سے استفتاء ہے کہ وحی الٰہی کی کیا تعریف ہے اور اس کے اقسام کتنے ہیں اور فرشتے کے اخذ قرآن کی کیفیت تحریر فرما کر ممنون کریں۔

امجد رضا چشتی

برمنگھم برطانیہ

3 جون 2006ء

ماشاء اللّٰہ لاقوۃ الاباللّٰہ

الجواب

وحی کا لغت عرب میں معنی ہے الاعلام فی خفا "پوشیدہ طور پر اطلاع کرنا" اور اصطلاح شریعت میں اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کا انبیاء کرام کو کسی شے کی اطلاع دینا کتاب کیساتھ جیسے تورات یا فرشتے کے پیغام کے ساتھ جیسے جبرائیل علیہ السلام یا نیند کے ساتھ جیسے خواب کی حالت میں سچے خواب کے ساتھ یا الھام کے ساتھ یا کسی دوسرے طریقے سے اور کبھی وحی بمعنی اُمر بھی آتی ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاِذْاَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّنَ --------{1}

"یعنی میں نے حواریوں کو حکم دیا" اور کبھی تسخیر کے معنی میں بھی آتی ہے۔

{1} مائدہ: 111

جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى ٱلنَّحْلِ ------{1}

"جب تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی، یعنی اسے اس کام کے لیے مسخر کردیا کہ وہ پہاڑوں میں اپنی رہائش رکھے اور اس تسخیر کو الھام سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کام کی ہدایت پر الھام فرمایا ہے ورنہ الھام کا حقیقی معنی تو یہ ہے القاء معنی فی القلب یثلج یطمئنّ وینشرح له الصدر والخاطر لایکون الاللعاقل

"کسی معنی کا دل میں ڈال دینا کہ دل اس پر انشراح اور اطمینان کرے تو یہ چیز صرف صاحب عقل کے لیے ہی ہو سکتی ہے"، کبھی وحی بمعنی اشارہ بھی آتی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَأَوْحَىٰٓ إِلَيْهِمْ أَن سَبِّحُوا۟ بُكْرَةً وَعَشِيًّا ------{2}

"تو اس نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ تم صبح اور شام اس کی تسبیح بیان کرو"

اور کبھی موحی به (جو پیغام بھیجا گیا ہے) پر بھی وحی کا اطلاق کیا جاتا ہے

علامہ شامی اور وحی کی اقسام

شیخ الاسلام شیخ الازہر امام محمد شنوانی متوفی 1233ھ رحمہ اللہ شرح بخاری امام ابن ابوجمرہ رحمہ اللہ کے حاشیہ پر رقمطراز ہیں کہ امام شامی رحمہ اللہ نے وحی کی آٹھ قسمیں بتائیں ہیں

{1} النحل: 68 {2} النحل: 67

پہلی قسم نیند میں آنے والے سچے خواب جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ رؤیا الانبیاء وحی "نبیوں کے خواب بھی وحی ہیں"

اور ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے

إِنِّيٓ أَرَىٰ فِي ٱلۡمَنَامِ أَنِّيٓ أَذۡبَحُكَ ---------{1}

"حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بے شک میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں"

دوسری قسم الھام ہے کہ فرشتہ اپنی شکل دکھائے بغیر کوئی بات نبی کے دل میں پھونک دے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ان روح القدس نفث فی روعی لن تموت نفس حتٰی تستکمل رزقھا واجلھا فاتقوا اللہ واجملوا فی الطلب ولا یحملنکم استبطاء الرزق علی أن تطلبوہ بمعصیة اللہ فانما عنداللہ لاینال الابطاعته

"بے شک حضرت جبرائیل علیہ السلام نے میرے دل میں یہ پھونک دیا ہے کہ کوئی جان بھی اپنی عمر اور اپنا رزق مکمل کرنے سے پہلے مرے گی نہیں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور رزق کو عمدہ طریقے سے طلب کرو کہ رزق حلال بقدر حاجت طلب کرو اور رزق کا تاخیر سے آنا تمہیں اس بات پر نہ اکسائے کہ تم اسے اللہ تعالیٰ کی معصیت کے ساتھ طلب کرنے لگو کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اسے اس کی طاعت کے ساتھ ہی حاصل کیا جا سکتا ہے"۔

{1}الصافات: 101

تیسری قسم صلصلة الجرس قوت اور طاقت میں گھنٹی کی آواز کی مثل اللہ تعالیٰ کا پیغام نبی ﷺ کے پاس آیا کرتا تھا جبکہ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں مذکور ہے ان الحارث بن هشام رضی الله تعالی عنه سأل رسول الله ﷺ كيف يأتيك الوحي فقال ﷺ احيانا يأتيني مثل صلصلة الجرس هو اشد علىّ فيفصم عني وقد دعيت ماقال واحيانا يتمثل لى الملك رجلاً فيكلمني فأعي مايقول۔

''حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کئی مرتبہ تو وہ میرے پاس گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے اور وہ مجھ پر کافی گراں گزرتی ہے اور جب وہ مجھ سے علیحدہ ہوتی ہے تو جو کچھ اس نے کہا ہوتا ہے وہ میں یاد کر لیتا ہوں اور کئی مرتبہ فرشتہ میرے سامنے مرد کی صورت میں متشکل ہوتا ہے اور مجھ سے ہم کلام ہو جاتا ہے اور میں اس کا قول محفوظ کر لیتا ہوں''۔

چوتھی قسم اللہ تعالیٰ بیداری کے عالم میں پس پردہ اپنے نبی ﷺ سے ہمکلام ہوتا ہے جیسا کہ شب معراج میں ہوا تھا بقول ان ائمہ کرام کے آپ نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں تھا اور یہی صورت حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی پیش آئی تھی

پانچویں قسم اللہ تعالیٰ کا حالت بیداری میں بلا واسطہ حجاب اپنے نبی ﷺ سے ہم کلام ہونا جیسا کہ راجح قول کے مطابق شب معراج اللہ کریم نے اپنے محبوب نبی ﷺ

سے کلام فرمایا تھا اور آپ اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار بھی فرما رہے تھے

چھٹی قسم اللہ تعالیٰ کا نیند میں اپنے نبی ﷺ سے کلام فرمانا، جیسا کہ حدیث ترمذی میں حضرت معاذ سے مروی ہے أتانی ربی فی احسن صورة فقال فیما یختصم الملأ الأعلیٰ فقلت لا ادری فوضع کفه بین کتفی فوجدت برده فی ثدتیّ فقلت فی الکفارات فقال وماهی قلت الوضوء عندالکریهات فقلت ونقل الاقدام الی الجماعات وانتظار الصلوات بعدالصلوات فمن فعل ذالک عاش حمیدا ومات شهیدا وکان من ذنبه کیوم ولدته امه۔

''میرے پاس میرا رب احسن صورت میں آیا اور ارشاد فرمایا عالم بالا کے یہ سردار فرشتے کس بات میں جھگڑ رہے ہیں میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا تو اس نے اپنی بے مثل ہتھیلی میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھی جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی تو میں نے عرض کیا کفارات میں جھگڑا کر رہے ہیں اس نے فرمایا وہ کیا ہیں میں نے عرض کیا سخت ٹھنڈک میں وضو کرنا جماعت میں حاضری کے لیے چل کر جانا اور نماز کے بعد نماز کے انتظار میں رہنا تو جس نے یہ کام کر لیا اس نے اچھی زندگی گزاری اور شہید کی موت مرا (اس کی دنیا اور آخرت منور ہو گئی) اور وہ گناہوں سے یوں پاک ہو گیا جیسا کہ اس کی ماں نے اسے جنا تھا

ساتویں قسم شہد کی مکھی کی بھنبھاہٹ کی طرح وحی کا آنا جیسا کہ حدیث عمر میں وارد

ہوا ہے کان رسول اللہ ﷺ اذا نزل علیه الوحی یسمع عنده کدویّ النحل

''جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کے پاس شہد کی مکھی کی بھنبھاہٹ کی طرح آواز سنی جاتی تھی''۔

آٹھویں قسم کسی حکم شرعی پر اجتھاد کے وقت اللہ تعالیٰ آپ کے دل اور زبان میں علم القاء کر دیتا تھا یہ قسم آپ کے دل میں فرشتے کی طرف سے نفث اور پھونک کے علاوہ ہے--------{1}

جہاں تک فرشتے کے اخذ قرآن کی کیفیت کا مسئلہ ہے اس پر امام بیضاوی شافعی متوفی 685ھ اور تفسیر بیضاوی کے محشی امام محی الدین شیخ زادہ متوفی 951ھ نے بہت عمدہ بحث کی ہے ذیل میں اس بحث سے کچھ اقتباسات درج کیے جا رہے ہیں کلام الٰہی کو لے کر نازل ہونے والے فرشتے نے یہ کلام کیسے اخذ کیا اس کی دو صورتیں ہیں

پہلی صورت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے معنیٔ ازلی اور وہ کلام نفسی جو ذات باری تعالیٰ کے ساتھ قائم تھی اسے روحانی طور پر اخذ کیا یعنی معنوی انداز سے یوں لیا کہ وہ کثرت حروف واصوات کے ساتھ متلبّس او مختلط نہ تھی کیونکہ معنی ازلی کلام لفظی جو حروف واصوات سے مرکب ہے کے لیے روح کا درجہ رکھتا ہے امام بیضاوی رحمہ اللہ نے اسے تلقف روحانی سے تعبیر کیا ہے اور اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ

{1} شنوانی حاشیہ ابن ابوحمزہ اندلسی مرحوم ص 22

متلقف منہ جس سے بسرعت وہ معنی اخذ کیا جارہا ہے وہ ذات باری تعالیٰ ہے وہ اس بات سے منزّہ وماوراء ہے کہ اس کے ساتھ کلام لفظی حادث قائم ہو تو فرشتہ معنی ازلی کو روحانی طور پر لے کر نازل ہوا اور اشاعرہ کے نزدیک اس امر کو جائز سمجھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کلام ازلی جو صوت وحرف کے بغیر ہے اسے سنا جاسکتا ہے جیسا کہ ہم آخرت میں اللہ تعالیٰ کو بلاکم وکیف دیکھیں گے اس لیے یہ بھی جائز اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر ہی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے لیے اپنی کلام ازلی جو حروف واصوات کی جنس سے نہ تھی کا سماع پیدا کر دیا ہو اور پھر اسے ایسی عبارت پر قادر کر دیا ہو جس سے وہ اس کی ازلی وقدیم کلام کو تعبیر کر سکے اور اسے کلام اللہ کہہ دیا جائے۔ اصولیوں کی اصطلاح میں اسے تسمیة الدال باسم مدلوله "دال کو اس کے مدلول کا نام دینا" کہا جاتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں ایسا نقش وکتابت پیدا کر دی ہو جو اس مخصوص نظم پر دلالت کر رہی ہو اور جبرائیل علیہ السلام اسے پڑھنے اور حفظ کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ تک پہنچا دیتے ہوں۔-------{1}

اخذ قرآن کی پہلی صورت پر علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں فرشتہ کلام الٰہی کو اللہ تعالیٰ سے تلقف روحانی کے طور پر لیتا ہے اور تلقف کا معنی ہے سرعت اور تیزی سے اخذ کرنا۔ اور اس بات کی تائید حدیث طبرانی سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت نواس بن سمعان مرفوعاً روایت کرتے ہیں اذا تكلم الله

{1} محی الدین شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی

بالوحی اخذت السماء رجفة شدیدة من خوف الله تعالیٰ فاذاسمع بذالک اهلاالسماء صعقوا وخروا سجدا فیکون اولهم برفع الراس جبریل فیکلمه الله تعالیٰ بماارادوحیه فینهٰی به علی الملائکة حکما مرّ بسماء الله سألهاماذاقال ربناقال الحق فینهٰی به حیث امرا

جب اللہ تعالیٰ وحی کے ساتھ کلام فرماتا ہے تو خوف الٰہی سے آسمان پر سخت کپکپی طاری ہوجاتی ہے جب اہل سماء اسے سنتے ہیں تو بے ہوش ہوکر سجدے میں گر جاتے ہیں ان میں سب سے پہلے جو سر اٹھاتا ہے وہ حضرت جبرائیل ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے اپنی وحی کے ساتھ کلام کرتا ہے پھر وہ اسے لے کر ملائکہ کے پاس سے گزرتے ہیں آسمان والے ان سے پوچھتے ہیں ہمارے رب کا یہ کیا ارشاد ہوا ہے تو وہ فرماتے ہیں حق فرمایا ہے پھر وہ اس وحی کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کے مقام تک پہنچادیتے ہیں-----{1}

مفتی عبدالرسول منصورالازہری

خطیب ریڈنگ برطانیہ

{1} حاشیہ بیضاوی علامہ سیالکوٹی ص139

نزول قرآن کی حقیقت
اور اس کے تنزّلات

استاذ مکرم قبلہ ازھری صاحب زید فیضک عرض خدمت ہے کہ نزول قرآن کی حقیقت اور اس کے تنزّلات پر تفصیلی جواب درکار ہے امید واثق ہے اس اہم سوال پر روشنی ڈال کر ممنون کریں گے اللہ کریم آپ کا حامی وناصر رہے۔

استفتاء از

حافظ محمد طارق مصباحی

ساہیوال پاکستان

15 جون 2005ء

ماشاء اللّٰه لاقوة الّا باللّٰه

الجواب

نزول قرآن اور اس کے تنزّلات کا مسئلہ علوم قرآن میں انتہائی اہم قرار دیا جاتا ہے کیونکہ نزول قرآن کا علم قرآن کے کلام اللہ ہونے پر ایمان رکھنے کی بنیاد ہے اور نبوت رسول ﷺ کی تصدیق کی بھی اساس ہے کہ اسلام دین حق ہے آئندہ سطور میں اوّلاً ہم نزول قرآن کے معنٰی پر کلام کریں گے اور ثانیاً نزول قرآن کے مراحل اور اس کے تنزّلات پر تفصیلی گفتگو ہوگی۔

نزول قرآن: نزول اور اس مادہ سے نکلنے والی دیگر تصریفات کو قرآن وسنت میں مختلف انداز سے تعبیر کیا گیا ہے مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَبِالْحَقِّ أَنزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ --------{1}

''اور ہم نے اسے حق کے ساتھ اتارا اور وہ حق کے ساتھ ہی اترا''

اور ایک صحیح اور مشہور حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے

انّ ھٰذالقرآن اُنزِل علیٰ سبعة أحرف------{2}

''بے شک یہ قرآن سات حرفوں پر اتارا گیا ہے''

مگر جب لغت عرب میں نزول کا کلمہ استعمال ہوتا ہے تو اس سے کسی مکان میں حلول مراد لیا جاتا ہے عرب کا قول ہے نزل الأمیر المدینة ''حاکم نے شہر میں حلول کیا'' نزول سے متعدی فعل انزال ہے جس کا معنی ہے کسی دوسرے کو کسی مکان میں اتارنا اور بسانا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَقُل رَّبِّ أَنزِلْنِي مُنزَلًا مُّبَارَكًا وَأَنتَ خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ﴿٢٩﴾

--------{3}

''اور عرض کر اے میرے رب مجھے برکت والی جگہ اتار اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے''

لغت میں نزول کا دوسرا معنیٰ

انحدار الشئی من علوالیٰ سفل کسی چیز کا اوپر سے نیچے آنا عرب کا قول ہے نزول فلان من الجبل فلاں شخص پہاڑ سے اترا اور اس

{1} سورۃ الاسراء:105 {2} مناھل العرفان فی علوم القرآن ص34 {3} المومنون:29

سے متعدی فعل کا معنی ہوگا کسی چیز کو بلندی سے پستی کی طرف حرکت دینا چنانچہ ارشاد باری تعالٰی ہے

وانزل من السماء ماءً-------{1}

''اور اس نے آسمان سے پانی اتارا مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے''

نزول قرآن یا انزال قرآن کے سلسلے میں یہ دونوں معنوں لائق اور مناسب نہیں کیونکہ ان سے مکانیت اور جسمیّت لازم آتی ہے اور قرآن جسم نہیں وہ کسی مکان میں حلول کرے یا وہ کسی بلندی سے پستی کی طرف آئے قرآن سے صفت قدیمہ جو کلمات غیبیہ ازلیہ سے متعلق ہے یا وہ نفس کلمات یا لفظ معجز جو بھی مراد لیا جائے وہ حوادث منزہ اور پاک ہے ہمیں ہر صورت اس مقام پر مجازی معنی کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور وہ ہے اعلام اطلاع (جو دوسرے کو دی جائے) انزال قرآن کا یہ معنی قرآن کا جو بھی معنی لیا جائے اس پر صادق آتا ہے قرآن سے مراد اگر صفت قدیمہ یا اس کا متعلق ہو تو اس کا انزال اس کا اعلام ہوگا بایں واسطہ کہ اس پر وہ نقوش دال ہوں گے جن کا انزال لوح محفوظ میں ہوا تھا یا پہلے آسمان کے بیت العزّت میں یا بایں واسطہ کے اس پر وہ حقیقی الفاظ دال ہوں گے جن کا قلب رسول ﷺ پر انزال ہوا تھا چنانچہ حقیقی اور مجازی معنی کے درمیان جو علاقہ دکھائی دیتا ہے وہ لزوم ہے کیونکہ کسی شئ کا کسی شئ کی طرف انزال جس کی طرف وہ شئ نازل کی گئی ہے اس کے اعلام کو مستلزم ہے بشرطیکہ وہ عاقل ہو اس صورت میں یہ مجاز مرسل کہلائے گا اور اگر قرآن سے لفظ معجز مراد لیا جائے تو بھی

{1} مناھل العرفان ص 34

اس کے انزال سے مقصود اس کا اعلام ہی ہوگا بہر حال انزال کی تاویل اعلام سے کرنا اقرب اور اس مقام کے زیادہ موافق ہے کیونکہ لوح محفوظ یا بیت العزت یا قلب رسول ﷺ میں قرآن کے ثبوت کا مقصد عالمین میں علوی اور سفلی مخلوق کو اس امر کا اعلام ہے کہ یہ کلام حق ہے۔

قرآن مجید اور اس کے تنزّلات

اللہ کریم جلّ مجدہٗ قرآن مجید کو یہ شرف بخشا کہ اس کے تین تنزّلات مقرر فرمائے۔

پہلا تنزّل

لوح محفوظ: اس پر دلیل کے طور پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول شاہد ہے

بَلْ هُوَ قُرْءَانٌ مَّجِيدٌ ﴿٢١﴾ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ﴿٢٢﴾ ---{1}

"بلکہ وہ کمال شرف والا قرآن ہے لوح محفوظ میں"

لوح محفوظ میں قرآن مجید کا یہ وجود جس طریقے اور کس وقت میں ہوا اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ جانتا ہے یا وہ ذات جسے وہ اپنے اس غیب پر مطلع کر دے نیز یہاں سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ لوح محفوظ میں قرآن مجید مجموعی طور پر تھا اور متفرق صورت میں نہ تھا کیونکہ نبی اکرم ﷺ پر قرآن مجید کے نجماً نجماً اور حصص کے انزال کی حکمت اس تنزّل میں پائی جائے عقل میں نہیں آتی پھر اس نزول کی حکمت

{1} البروج:22

لوح محفوظ کے وجود کی حکمت کی طرف لوٹتی ہے اللہ جل مجدہٗ نے اپنی قضاوقدر اور ما کان وما یکون میں جو بھی ایجاد وتکوین ہے اس کی رجسٹریشن کے لیے ایک محافظ خانہ بنا رکھا ہے یہ بات اللہ تعالیٰ کی عظمت علم ارادہ حکمت اور اس کی وسیع قدرت وسلطان پر ناطق وشاہد ہے اس میں شک نہیں کہ لوح محفوظ پر ایمان ان پہلوؤں سے بندے کے اپنے رب تعالیٰ پر ایمان کو مزید پختہ کر دیتا ہے اس کے لیے طمانیت کا باعث بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے لیے جو کچھ بھی ظاہر کرتا ہے اس پر وثوق واعتماد پیدا ہوتا ہے اور بندوں کو اس کی قضاء وقدر کے سامنے رضا وسکون کا درس بھی ملتا ہے اور یوں ان پر خوشی اور غمی سے ملی ہوئی زندگی آسان ہوجاتی ہے

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

مَآ أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِى ٱلْأَرْضِ وَلَا فِىٓ أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِى كِتَـٰبٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَآ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٌ ﴿٢٢﴾ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا۟ عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا۟ بِمَآ ءَاتَىٰكُمْ ۗ وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿٢٣﴾ ------{1}

"نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں ہے قبل اس کے کہ ہم اسے پیدا کریں بے شک یہ اللہ کو آسان ہے اس لیے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے خوش نہ ہو اس پر جو تم کو دیا اور اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اترونا بڑائی مارنے والا۔

{1} الحدید 22

تنزّلِ قرآن کا دوسرا مرحلہ

قرآن مجید کا دوسرا تنزل پہلے آسمان پر بیت العزّت کی طرف ہوا جس پر ارشاد باری تعالیٰ ہے

إِنَّآ أَنزَلْنَـٰهُ فِى لَيْلَةٍ مُّبَـٰرَكَةٍ ۚ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ﴿٣﴾ ----{1}

''ہم نے قرآن مجید کو ایک برکت والی رات میں نازل کردیا بے شک ہم ڈرانے والے ہیں''

إِنَّآ أَنزَلْنَـٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ﴿١﴾ ------{2}

''ہم نے قرآن مجید کو قدر وشان والی رات میں نازل کردیا''

شَهْرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِىٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلْقُرْءَانُ -------{3}

''رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا''

یہ تینوں آیات شریفہ اس بات پر ثبوت فراہم کررہی ہیں کہ قرآن مجید کو ایک رات کے اندر نازل کیا گیا تھا جسے برکت قدر اور رمضان کی رات کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے چنانچہ قرآن مجید کا یہ انزال اس انزال سے الگ ہے جو متفرق طور پر کئی سالوں میں نبی اکرم ﷺ پر ہوا تھا قرآن مجید کے بیت العزت میں اس نزول پر متعدد صحیح احادیث بھی دلیل کے طور پر موجود ہیں عن ابن عباس رضی الله عنهما انه قال فصل القرآن من الذكر فوضع فی بيت العزة من السماء الدنيا فجعل جبرائيل ينزل به علی النبی ﷺ-----{4}

{1} الدخان: 3 {2} القدر: 1 {3} البقرۃ: 185 {4} المستدرک حاکم نیشاپوری

''حضرت ابن عباس ﷺ سے مروی ہے کہ قرآن مجید کوالگ کر کے پھر پہلے آسمان پر بیت العزت میں رکھا گیااور وہاں سے روح الامین جبرائیل نبی کریم ﷺ پر نازل کرتے رہے۔

عن عکرمة عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهم انه قال انزل القرآن جملة واحدة الٰی سماء الدنیالیلة القدرثم انزل بعد ذالک فی عشرین سنة ثم قرأ

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا

{1}-------

''اور وہ کوئی کہاوت تمہارے پاس نہ لائیں گے مگر ہم حق اوراس سے بہتر بیان لے آئیں گے۔''

وَقُرْءَانًا فَرَقْنَـٰهُ لِتَقْرَأَهُۥ عَلَى ٱلنَّاسِ عَلَىٰ مُكْثٍ وَنَزَّلْنَـٰهُ تَنزِيلًا ﴿١٠٦﴾

{2}-------

''اور قرآن کوہم نے جداجداکر کے اتاراتا کہ تم اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھواورہم نے اسے بتدریج رہ رہ کراتارا''

عن سعید بن جبیرعن ابن عباس رضی اللّٰه تعالٰی عنهماقال انزل القرآن جملة واحدةالی سماء الدنیاوکان

{1}الفرقان 33{2}الاسراء106

بمواقع النجوم وکان اللہ ینزلہ علیٰ رسولہ ﷺ بعدہ فی اثر بعض --------{1}

''سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ پورا قرآن آسمان دنیا پر اتارا گیا پھر ستاروں کے یکے بعد آنے کی طرح جدا جدا کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل کرتا رہا''۔

ان احادیث کے متعلق امام جلال الدین سیوطی مصری رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ یہ احادیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر موقوف ہیں اگر یہ حدیث مرفوع کا حکم رکھتی ہیں کیونکہ صحابی کا وہ قول کہ جس میں رائے اور قیاس کا دخل نہ ہو وہ حدیث مرفوع کا حکم رکھتا ہے لا ریــــب کے بیت العزۃ میں نزول قرآن یہ اخبار غیب سے تعلق رکھتا ہے اور اخبار غیب معصوم رسول ﷺ سے ہی لی جا سکتی ہے

مفسّر قرآن امام قرطبی رحمہ اللہ نے تو اس پر اجماع کا قول نقل کیا ہے کہ لوح محفوظ سے قرآن مجید کو یکبارگی بیت العزت میں اتارا گیا تھا۔

بیت العزّت میں تنزّل قرآن کی حکمت

امام جلال الدین ابو بکر سیوطی رحمہ اللہ نے اس نزول کی حکمت بیان کرتے ہوئے محدث ابو شاہد کا یہ قول نقل کیا ہے ھی تفخیم أمرہ (القرآن) وامر من نزل علیہ باعلام سکان السموات السبع ان ھٰذا اخر الکتب المنزلۃ علیٰ خاتم الرسل لاشرف الامم وبانزالہ

{1} نسائی، حاکم، بیہقی

مـرتيـن مـرة جملة ومرة مفرقابخلاف الكتب السابقة فقد كانت تنزّل جملة مرة واحدة--------{1}

''یہ قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کی عظمت اور جلالت شان پر دال ہے بایں طور کہ ساتوں آسمان کی مخلوق کو مطلع کیا جارہا ہے کہ یہ وہ آخری کتاب ہے جو اشرف الامم کے لیے خاتم الرسل پر نازل کی جارہی ہے دیگر پہلی کتابوں کی طرح پوری کتابیں یکبار نازل کی گئیں مگر اسے ایک بار پورا اور دوسری بار جدا جدا کر کے نازل کیا گیا''

شیخ زرقانی مصری ازہری اس مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ تنزل القرآن اور اس کے اماکن ومقامات لوح محفوظ بیت العزت اور قلب نبی ﷺ میں تعدّد قرآن میں شک کی نفی کے لیے مبالغہ اور اس میں ایمان واعتماد کی زیادتی کے باعث تھا کیونکہ جب کلام کو متعدد رجسٹروں میں درج اور رقم کر دیا جائے تو اس کے کثیر وجودات پائے جاتے ہیں اور یہ امر اس میں ریب وشک کی نفی کرنے میں انتہائی اہم مقام رکھتا ہے

{2}-------

تنزّل القرآن کا تیسرا مرحلہ

تنزل القرآن کا یہ تیسرا اور آخری مرحلہ ہے جس سے عالم منور ہوا اور خلق خدا کو اللہ تعالیٰ کی ھدایت نصیب ہوئی یہ نزول امین الوحی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ سے عمل میں آیا کہ اسے قلب رسول ﷺ پر اتارنے کی سعادت آپ کے حصے میں آئی اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مبارک ہے

{1} مناھل العرفان ج1 ص39 {2} مناھل العرفان ج1 ص40

نَزَلَ بِهِ ٱلرُّوحُ ٱلۡأَمِينُ ﴿١٩٣﴾ عَلَىٰ قَلۡبِكَ لِتَكُونَ مِنَ ٱلۡمُنذِرِينَ ﴿١٩٤﴾
بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ﴿١٩٥﴾ ------{1}

''اسے روح الامین لے کر اترا تمہارے دل پر تا کہ تم ڈر سناؤ روشن عربی زبان میں''

جبرائیل نے قرآن کس سے لیا اور اس کی کیفیت

یہ مسئلہ بھی اخبار غیب سے تعلق رکھتا ہے اس سلسلے میں جب تک معصوم نبی ﷺ سے کوئی صحیح دلیل نہ آئے انسان کسی رائے اور قیاس سے مطمئن نہیں ہوتا ذیل میں کچھ آراء واقوال کا ذکر کیا جا رہا ہے عظیم محدث شارح مشکوۃ امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

لعلّ نزول القرآن علی الملک ان یتلقفه تلقفاً روحانیاً او یحفظه من اللوح المحفوظ فینزل به علی النبی ﷺ فیلقیه الیه----------{2}

''شاید فرشتے پر نزول قرآن کی یہ صورت تھی کہ وہ اسے روحانی طور پر اخذ کیا کرتا تھا یا پھر لوح محفوظ سے یاد کر کے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا کرتا تھا اس قول میں لعل شاید کا کلمہ مقصود تک لے جانے میں دلیل کا کام نہیں دے رہا۔

امام الماوری رحمہ اللہ سے ایک روایت یہ ملتی ہے کہ حافظ ملائکہ نے 20 راتوں میں قرآن مجید کو اجزاء کی صورت میں جبرائیل پر پیش کیا پھر جبرائیل نے

{1} شعراء:192/193 {2} مناھل العرفان ج1 ص40

بیس سالوں میں اسے متفرق کر کے نبی اکرم ﷺ پر پیش کیا اس سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے حفظ ملائکہ سے 20 اجزاء میں اسے اخذ کیا تھا مگر اس رائے پر بھی کوئی دلیل ظاہر نہیں کی گئی اس لیے یہ قول اور حکایت بھی اعتماد کے قابل نہیں۔

امام ابوبکر بیہقی شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قول انا انزلناہ فی لیلۃ القدر سے مراد یہ ہے انا أسمعنا الملک وأفھمناہ ایاہ وأنزلناہ بما سمع---------{1}

''ہم نے فرشتے کو سنایا اور یہ کلام اسے سمجھایا اور پھر جو اس نے سنا تھا اسے اتارا''

اس قول سے ظاہر ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام نے قرآن اللہ تعالیٰ سے سماعاً حاصل کیا تھا جبرائیل کا اللہ تعالیٰ سے قرآن اخذ کرنے کا پہلو سامنے رکھا جائے تو یہ قول تمام اقوال سے امثل اور انصب نظر آتا ہے اس کی تائید امام طبرانی کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت النواس بن سمعان ﷺ مرفوعاً راوی ہیں نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں---

اذا تکلم اللّٰہ بالوحی أخذت السماء رجفۃ شدیدۃ من خوف اللّٰہ فاذا سمع اھل السماء صعقوا وخرّوا سجّدا فیکون اولھم یرفع رأسہ جبرئیل فیکلمہ اللّٰہ بوحیہ بما اراد فینتھی بہ الی الملائکۃ فکلما مر بسماء سألہ اھلھا ماذا قال ربنا قال الحق فینتھی بہ حیث امر-------{2}

{1} مناھل العرفان ج1 ص41 {2} مناھل العرفان ج1 ص41

''جب اللہ تعالیٰ وحی کے ساتھ کلام فرماتا ہے تو اس کے خوف سے آسمان میں شدید قسم کا لرزہ طاری ہو جاتا ہے جب آسمان والے سنتے ہیں تو بیہوش ہو کر سجدے میں گر جاتے ہیں ان میں سب سے پہلے حضرت جبرائیل اپنا سر بلند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے ارادے کے مطابق وحی کے ساتھ کلام فرماتا ہے جب وہ اسے لے کر ملائکہ کے پاس پہنچتا ہے تو وہ اس سے سوال کرتے ہیں ہمارے رب نے کیا فرمایا تو وہ کہتا ہے حق فرمایا پھر وہ اسے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق پہنچا دیتا ہے مذکورہ اقوال سے کوئی بھی قول پیش نظر رکھا تو اس موضوع سے کوئی بڑی غرض تعلق نہیں رکھتی کیونکہ ہم بہر حال یہ یقین رکھتے ہیں کہ تنزیل قرآن کا مرجع صرف اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہ لاشریک ہے۔

روح الامین نے کیا نازل کیا

اس مقام پر یہ جاننا بھی بہت ضروری ہے کہ حضرت جبرئیل نے نبی اکرم ﷺ پر جو قرآن نازل کیا وہ حقیقی الفاظ تھے جو سورۃ فاتحہ کے اول سے لے کر سورہ ناس کے آخر تک معجزہ قرار پائے اور وہی الفاظ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے ان کی انشاء اور ترتیب میں جبرائیل اور نبی کریم ﷺ کو کوئی دخل نہ تھا بلکہ ان الفاظ کو جس نے اولاً مرتب کیا وہ اللہ تعالیٰ سبحانہ' ہی ہے اسی لیے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوتے ہیں اگر چہ بعد میں انہیں جبرئیل، نبی اکرم ﷺ اور قیامت تک آنے والی مخلوق نے ان کا نطق کیا مگر بہر صورت یہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہی نسبت دیے جائیں گے جیسے کلام بشری اسی شخص کی طرف منسوب ہوتا ہے جو اولاً اسے اپنے جی میں انشاء اور ترتیب

دیتا ہے اگر چہ بعد میں اسے ہزاروں لاکھوں لوگ نطق کرتے رہیں بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ جبرائیل نبی کریم ﷺ پر قرآن کے معانی کا انزال کرتے تھے اور پھر نبی اکرم ﷺ ان کو لغت عرب کے مطابق اپنے الفاظ سے تعبیر کیا کرتے تھے یا اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل پر صرف معانی کی وحی کو فرماتا تھا اور الفاظ جبرائیل کے ہوا کرتے تھے یہ دونوں باتیں باطل اور بے بنیاد ہیں اور کتاب وسنت اور اجماع کے سراسر خلاف ہے یہ کیسے ممکن ہیں کہ لفظ اللہ تعالیٰ کا نہ ہو مگر اسے منسوب اللہ تعالیٰ کی طرف کیا جائے ارشاد باری تعالیٰ ہے حتی یسمع کلام اللّٰہ

حق بات تو یہ ہے اس قرآن کے سلسلے میں حضرت جبرائیل نے صرف اس کی حکایت اور اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف وحی کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اسے حفظ کر کے اس کی حکایت اور تبلیغ کی ہے اور پھر اس کا بیان اور تفسیر فرمائی ہے اور پھر اس کی تطبیق وتنفیذ کا فریضہ انجام دیا ہے قرآن مجید میں بہت سارے مقامات پر ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ قرآن مجید جبرائیل علیہ السلام یا نبی اکرم ﷺ میں سے کسی کی بھی انشاء اور ترتیب نہیں مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى ٱلْقُرْءَانَ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ ﴿٦﴾ ---{1}

"اور بے شک تم قرآن سکھائے جاتے ہو حکمت والے علم والے کی طرف سے"

وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِم بِـَٔايَةٍ قَالُوا۟ لَوْلَا ٱجْتَبَيْتَهَا ۚ قُلْ إِنَّمَآ أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰٓ إِلَىَّ مِن رَّبِّى ۚ --------{2}

{1} النمل: 6-----{2} الاعراف 203

"اور اے محبوب ﷺ جب تم ان کے پاس کوئی آیت نہ لاؤ تو کہتے ہیں تم نے دل سے کیوں نہ بنائی سو تم فرمادو میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب سے وحی ہوتی ہے"۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ءَايَاتُنَا بَيِّنَٰتٍ ۙ قَالَ ٱلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَآءَنَا ٱئْتِ بِقُرْءَانٍ غَيْرِ هَٰذَآ أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِىٓ أَنْ أُبَدِّلَهُۥ مِن تِلْقَآئِ نَفْسِىٓ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَىَّ ۖ إِنِّىٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّى عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۵﴾ {1}------

"اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہنے لگتے ہیں جنہیں ہم سے ملنے کی امید نہیں اس کے سوا اور قرآن لے آیئے یا اسی کو بدل دیجئے تم فرمادو مجھے نہیں پہنچتا کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں میں تو اسی کا تابع ہوں جو میری طرف وحی ہوتی ہے میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے"۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ ٱلْأَقَاوِيلِ ﴿۴۴﴾ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِٱلْيَمِينِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ ٱلْوَتِينَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَٰجِزِينَ ﴿۴۷﴾

{2}-----

"اور وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے تو ضرور ہم بقوت ان سے بدلہ لیتے پھر ان کی رگ دل کاٹ دیتے پھر تم میں کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوتا"۔

عبدالرسول منصور الازہری

{1} یونس:15 {2} الحاقۃ:44

قرآن مجید سے تحدّی

پر تفسیری فوائد

حضور قبلہ مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ سے قرآن مجید سے تحدّی پر تفسیری فائدے کے حوالے سے وضاحت مطلوب ہے مہربانی فرما کر جواب مرحمت فرمائیں۔

محمد عاشق قادری

مدرس ادارہ مصباح القرآن ساہیوال پاکستان

یکم مئی 2006ء

ماشاء اللّٰہ لاقوّۃ الّا باللّٰہ

الجواب

قرآن مجید سے تحدّی پر تفسیری فائدہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ -------- {1}

"اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (خاص) بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک صورت تو لے آؤ"

صاحب تفسیر کشاف علامہ جار اللہ زمخشری لکھتے ہیں کہ مثلہ کی ضمیر کا مرجع مانزّلنا بھی ہوسکتا ہے اور عبدنا بھی اس آیہ مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے امام تقی

{1} سورۃ البقرۃ:23

الدین ابوالحسن السبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے نزدیک احسن اور افضل یہ ہے کہ مثلہ کی ضمیر کا مرجع عبدنا کو قرار دیا جائے گا اگرچہ بالخصوص ماانزلنا کو مرجع بنانے سے یہ فی نفسہ منزّل (قرآن مجید) اور منزّل عنہ (اللہ جلّ مجدہٗ) کی صفت پر مشتمل ہو جاتا ہے مگر میرے قول کی بھی ایک معقول وجہ ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے ساتھ چار سورتوں میں تحدّی فرمائی ہے ان میں تین سورتوں کے اندر توفی ذاتہ قرآن کی صفت کے ساتھ تحدّی کی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

قُل لَّئِنِ ٱجْتَمَعَتِ ٱلْإِنسُ وَٱلْجِنُّ عَلَىٰٓ أَن يَأْتُوا۟ بِمِثْلِ هَـٰذَا ٱلْقُرْءَانِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِۦ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ﴿۸۸﴾ {1}-------

"تم فرماؤ اگر آدمی اور جن اس بات پر متفق ہو جائیں کہ وہ اس قرآن کی مانند لے آئیں گے تو اس کی مثل نہ لا سکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو"

ارشاد باری تعالیٰ ہے

أَمْ يَقُولُونَ ٱفْتَرَىٰهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا۟ بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِۦ مُفْتَرَيَـٰتٍ

{2}--------

"کیا یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اسے جی سے بنالیا تم فرماؤ کہ تم ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ"

{1} بنی اسرائیل: 88 {2} ھود: 13

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ --------{1}

"کیا یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اسے بنالیا ہے تم فرماؤ کہ اس جیسی ایک سورۃ لے آؤ"

ان دونوں آیتوں میں کلام کا سیاق بتارہا ہے کہ ان میں مثلہ کی ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہی ہے اسی لیے تو یہاں پر کلمہ من جو تبعیض اور ابتداء غایت پر دلالت کرتا ہے اسے ترک کردیا گیا ہے اس کا یہاں پر ترک کردینا اس بات کو معیّن کرتا ہے کہ ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہے مگر سورہ بقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ --------{2}

اس مقام پر من ابتداء غایت کے لیے مذکور ہے اور مثلہ کی ضمیر نبی کریم ﷺ کی طرف راجع ہے جس سے اللہ جلّ مجدہٗ الکریم نے کفار و مشرکین کو پہلی تین سورتوں کے علاوہ ایک نئی قسم کے ساتھ بھی تحدّی فرمائی اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ اعجاز قرآن کے دو پہلو ہیں پہلا یہ کہ قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت اور اس کا عروج اس حد تک پہنچا ہوا ہے کہ مخلوق کی قوتیں اور صلاحیتیں اس کو پانے سے عاجز اور قاصر ہیں اور دوسرا یہ کہ اس قرآن کا اس نبی اُمّی کی طرف سے آنا جو نہ لکھنا جانتا ہے اور نہ پڑھنا سورہ بقرہ میں اعجاز قرآن کا یہ دوسرا پہلو ہے جس کے ساتھ تحدّی کی گئی ہے ہمارے اس موقف کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ عبدنا اقرب ہے اور ضمیر کا اقرب مرجع کی طرف لوٹنا زیادہ احسن وافضل ہے نیز یہ امر بھی اس کو تقویت دے رہا ہے کہ عرب کو اس سے پہلے تحدّی کی جاچکی

{1} سورۃ یونس:38 {2} بقرہ:23

تھی اور وہ قرآن کی مثل سورت پیش کرنے سے عاجز وقاصر ہو چکے تھے کیونکہ سورہ یونس مکی ہے جب تمام اہل مکہ قرآن کی مثل لانے سے عاجز ہو گئے تو جو لکھنا اور پڑھنا ہی نہیں جانتا ایسے شخص کی طرف سے قرآن مجید کی مثل لانے سے تو وہ اور بھی زیادہ عاجز تھے لھذا احسن اور ارجع یہ ہے کہ مثلہ کی ضمیر صرف عبدنا کی طرف راجع کی جائے تاکہ تحدّی بالقرآن کے ساتھ تحدّی بالنبی ﷺ بھی ثابت ہو جائے---{1}

عبدالرسول منصور الازہری

ریڈنگ برطانیہ

{1} فتاویٰ السبکی ص 17 ج الکشاف زمخشری جاء اللہ

القرآن اور الکتاب نیز
نظم و معنیٰ میں اعجاز قرآن

سیدی وسندی استاذی المحترم سلام مسنون کے بعد قرآن مجید سے متعلق چند امور کی وضاحت مطلوب ہے براہ کرم اپنے قلم حق رقم سے تحریر فرما کر شاد کام کریں کیا القرآن اور الکتاب ایک ہی چیز ہے یا ان میں مغائرت ہے قرآن مجید کی اصول فقہ کے علماء نے کیا تعریف کی ہے قرآن کلام ہے اور کلام کی کتنی قسمیں ہیں؟ قرآن مجید کو لغت عرب میں کیوں نازل کیا گیا اور اعجاز قرآن صرف نظم سے متعلق ہے یا نظم اور معنی دونوں سے؟ والسّلام متّعنا اللّٰه بطول حیاتکم۔

استفتاء از

علامہ حافظ مہر جان چشتی

خطیب منچن آباد بہاولنگر پاکستان

بتاریخ 31 دسمبر 2005 بروز ہفتہ

ماشاء اللّٰه لاقوّة الّا باللّٰه

الجواب

علماء اصول فقہ کی تحقیق کے مطابق مختار قول یہ ہے کہ قرآن اور کتاب متغائر نہیں بلکہ مترادف ہیں یہ کلام الٰہی ہی کے دو نام ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے

إِنَّا سَمِعْنَا قُرْءَانًا عَجَبًا ﴿١﴾ -------{1}

"بے شک ہم نے عجیب قرآن سنا"

{1} الجن: 1

دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے

إِنَّا سَمِعْنَا كِتَٰبًا أُنزِلَ مِنۢ بَعْدِ مُوسَىٰ -------{1}

''بے شک ہم نے ایسی کتاب سنی جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد اتاری گئی''

یہی کتاب اور قرآن اُم الدّلائل ہے اور اسی میں تمام احکام شریعت کا شافی بیان ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ تِبْيَٰنًا لِّكُلِّ شَىْءٍ --------{2}

''اور ہم نے آپ پر وہ کتاب نازل کی جو ہر شئی کو خوب بیان کرتی ہے''

حضرت امام شافعی ﷺ فرماتے ہیں

ليست تنزل بأحدنازلة في الدنياالّاوفي كتاب الله الدّليل على سبيل الهدىٰ فيها --------{3}

''جب کسی کے ساتھ اس دنیا میں کوئی حادثہ پیش آتا ہے تو کتاب اللہ میں اس پر رہنمائی کے لئے دلیل ہوتی ہے''

معروف اصولی اور مفسّر قرآن علامہ بدرالدین زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

القرآن بول کر معنی قائم بالنفس جو اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے جس پر متلو (تلاوت کیا ہوا) کلام دلالت کرتا ہے اور الفاظ مقطعہ مسموعہ مراد لیے جاتے ہیں اور اصول فقہ میں قرآن کی تعریف اس انداز سے بھی کی گئی ہے

{1} احقاف: 30 {2} نحل: 89 {3} الرسالہ امام شافعی ص 20 بحرالمحیط فی اصول الفقہ بدرالدین زرکشی ص 356 ج 1

هوالكلام المنزّل للاعجاز بآية منه المتعبّد بتلاوته-----{1}

''یہ وہ کلام ہے جسے اپنی ایک آیت کے ساتھ عاجز کر دینے کے لیے نازل کیا گیا ہے اور اس کی تلاوت کے ساتھ عبادت منسلک کی گئی ہے''

اس تعریف میں لفظ منزل کہنے سے کلام نفسی خارج ہوگئی کیونکہ وہ نازل نہیں کی جاسکتی اور الفاظ اگرچہ حقیقۃً نزول کو قبول نہیں کرسکتے مگر ان کے نزول سے مجاز صوری مراد لیا جاتا ہے اور للاعجاز کہنے سے نبی اکرم ﷺ کے ماسویٰ جو کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا گیا تھا وہ خارج ہوگیا نیز احادیث نبویہ بھی خارج ہوگئیں کیونکہ اس کلام کے ساتھ اعجاز کا قصد نہیں کیا گیا بے شک یہ کلام بھی منزل من اللہ ہے جیسا کہ حضرت امام شافعی نے بھی اس بات کی تصریح کی ہے بأنّ السنّة منزلة كالكتاب قال الله تعالى

''کتاب اللہ کی طرح سنت رسول اللہ ﷺ کو بھی نازل کیا گیا ہے''

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَا يَنطِقُ عَنِ ٱلْهَوَىٰٓ ۝٣ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْىٌ يُوحَىٰ ۝٤

{2}--------

''اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے''

اور بآية منه اس کی ایک آیت کے ساتھ عاجز کر دیا گیا یہاں کسی ایک صورت کا ذکر کیوں نہیں کیا اصولی علماء کرام نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ سب سے

{1} بحرالمحیط زرکشی ج 1 ص 357 {2} النجم: 3/4

چھوٹی سورت تین آیات پر مشتمل ہے جبکہ تحدی اور عاجز کرنے کا چیلنج ان سے بھی قلیل کے ساتھ واقع ہوا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ --------{1}

''تو اس جیسی ایک بات تو لے آئیں''

اور متعبّد بتلاوته کے لفظ سے کلام الٰہی کا وہ حصہ خارج ہو گیا جس کی تلاوت منسوخ کر دی گئی ہے--------{2}

کلام اور اس کی اقسام

جمہور اشعری علماء کے نزدیک کلام حروف مسموعہ اور معنیٔ نفسی کے درمیان مشترک ہے یعنی ان ہر دو پر کلام کا اطلاق اشتراک کے طور پر ہوتا ہے مگر ان دونوں پر اصلاً کلام کا اطلاق اشتراک نہیں بلکہ حقیقت ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَيَقُولُونَ فِي أَنفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ ----{3}

''اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں اللہ ہمیں عذاب کیوں نہیں کرتا ہمارے اس کہنے پر''

وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ -------{4}

''اور تم بات آہستہ کہو یا آواز سے''

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ کلام کا اطلاق نفسی پر حقیقت اور لسانی پر مجاز کے طور پر ہوتا ہے۔

{1} الطور:34 {2} البحر المحیط زرکشی ج1 ص356 {3} المجادلہ:8 {4} الملک:13

امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کے نزدیک کلام نفسی دو مفردوں کے درمیان اس نسبت کا نام ہے جو متکلم کی ذات کے ساتھ قائم ہوتی ہے دو مفردوں کے درمیان نسبت سے آپ کی مراد یہ ہے کہ ایک مفرد کا دوسرے مفرد سے تعلق اور ایک کی دوسرے سے اضافت اسناد افادی کے طور پر ہوتی ہے یعنی اس نسبت کو اگر کسی ایسے لفظ کے ساتھ جو اس کے مطابق ہو تعبیر کیا جائے تو وہی لفظ اسناد افادی کا کام دیتا ہے پھر اس نسبت کا متکلم کے ساتھ قائم ہونے کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص جب کسی دوسرے شخص سے کہتا ہے مجھے پانی پلا تو ان الفاظ کے تلفظ سے پہلے اس کے نفس میں تین طرح کا تصور پیدا ہوتا ہے پلانے کی حقیقت، پانی کی حقیقت اور ان کے درمیان طلبی نسبت یہی وہ کلام نفسی ہے جو قائم بالنفس ہے اور اس کا یہ قول کہ تو مجھے پانی پلا اس کی تعبیر اور اس پر دلیل ہے--------{1}

امام قرافی اور معنی کلام نفسی

کلام نفسی کا معنی اس انداز سے سمجھا جاسکتا ہے کہ ہر عاقل اس کے نفس میں امر نہی ایک دو کا نصف ہے اور حدوث عالم کی خبر پائی جاتی ہے فی نفسہ یہ غیر مختلف ہے پھر اس تصور اور مفہوم کو جب وہ مختلف عبارات اور زبانوں میں تعبیر کرتا ہے تو یہ کلام لفظی ہے اور جو غیر مختلف ہے وہ کلام نفسی ہے تو کلام نفسی اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے اس خاص علم کو سمع کا نام بھی دیا جاتا ہے کیونکہ حواس کا ادراک تو وہ علوم خاصہ ہیں جو مطلق علم سے اخص ہیں چنانچہ ہر احساس علم ہے مگر ہر علم احساس نہیں جب یہ علم

{1} بحر المحیط امام زرکشی ج1 ص358

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نفس میں پایا گیا جو اس کلام نفسی کے ساتھ متعلق تھا جو ذات باری تعالیٰ کے ساتھ قائم تھی تو اس علم کو لغت میں اس کے موضوع لہ معنیٰ پر سماع کا نام دے دیا گیا اسی بنیاد پر امام غزالی رحمہ اللہ نے اپنے عقائد میں یہ قول ظاہر کیا ہے کہ جو سماع موسیٰ علیہ السلام کو ایسی کلام پر رکھتا ہے جو آواز اور حروف کے بغیر تھی اسے روز قیامت ذات باری تعالیٰ کی زیارت پر بھی یقین ہونا چاہیے کہ وہ بھی جسم اور عرض کے بغیر ممکن ہوگی--------{1}

لغت عرب میں قرآن مجید کا انزال

اللہ کریم جل مجدہٗ نے امنا آخری کلام قرآن مجید لغت عربی میں نازل فرمایا ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِۦ -------{2}

"ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا امام ابن السمعانی رحمہ اللہ نے اس مقام پر ایک اچھا سوال کر کے اس کا عمدہ جواب دیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ سابقہ انبیاء کرام علیھم السلام کو خاص طور پر ان کی قوم کی طرف مبعوث کیا گیا تھا تو انہیں اس قوم کی زبان کے ساتھ ہی بھیجنا جائز اور مناسب دکھائی دیتا ہے جبکہ ہمارے نبی کریم ﷺ کو تو تمام امم اور اقوام عالم کی طرف مبعوث کیا گیا ہے تو پھر آپ کو صرف لغت عرب کے ساتھ کیوں مبعوث کیا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ کو تمام اقوام کی زبان کے ساتھ مبعوث کیا جاتا تو یہ عرف اور کلام کی معروف عادت

{1} بحر المحیط امام زرکشی ج1 ص358 {2} سورہ ابراہیم:4

سے خارج بات تھی بلکہ مستحیل اور ناممکن تھا کہ قرآن مجید کا ہر کلمہ ہر زبان کے ساتھ تکرار کے طور پر ذکر کیا جاتا لھٰذا آپ کو بعض کی زبان کے ساتھ مبعوث ہونا ہی منشاء الٰہی تھا اور اس کے لئے عربی زبان جو اپنی وسعت اور فصاحت و بلاغت کے معیار سے ہر زبان سے زیادہ استحقاق رکھتی تھی اس کا انتخاب کیا گیا امام شیخ جمال الدین بن مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں قرآن مجید کو عموماً حجازیوں کی لغت کے مطابق نازل کیا گیا جبکہ اس کے قلیل حصے میں بنی تمیم کی لغت کا بھی لحاظ رکھا گیا لغت بنی تمیم کی ایک مثال ادغام ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَن يُشَآقِّ ٱللَّهَ فَإِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ﴿٤﴾ --------{1}

مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ -------{2}

نافع اور ابن عمر کے علاوہ دیگر قراُ حضرات کا موقف یہ ہے کہ مجزوم اور امر مضاعف میں ادغام کرنا بنی تمیم کی لغت ہے اور ادغام نہ کرنا اہل حجاز کی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ--------{3}

يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ --------{4}

يُمْدِدْكُمْ --------{5}

وَمَن يُشَاقِقِ --------{6}

{1} حشر:4 {2} مائدہ:54 {3} بقرۃ:282 {4} آل عمران:31 {5} آل عمران:125 {6} نساء:115

مَن يُحَادِدِ ٱللَّهَ ----------{1}

وَٱسۡتَفۡزِزۡ -----{2}

فَلۡيَمۡدُدۡ -------{3}

وَٱحۡلُلۡ --------{4}

ٱشۡدُدۡ بِهِۦٓ أَزۡرِى ﴿٣١﴾ -------{5}

وَمَن يَحۡلِلۡ عَلَيۡهِ --------{6}

چنانچہ قرأ حضرات نے الا اتّباع الظن ------{7} میں نصب پر اجماع کیا ہے کیونکہ حجازیوں کی لغت کے مطابق استثناء منقطع میں نصب کا التزام رکھا گیا ہے جبکہ بنی تمیم اسے لازم نہیں سمجھتے اسی طرح ما ھذا بشرا ----{8} میں بھی نصب پر اجماع ہے کیونکہ قرآن مجید اہل حجاز کی لغت کے مطابق نازل کیا گیا ہے۔

نظم ومعنی میں اعجاز قرآن

اہل علم ودانش اس بات پر اتفاق واجماع رکھتے ہیں کہ کتاب اللہ معجز ہے کیونکہ عرب اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہو گئے تھے مگر علماء کرام نے اس کے سبب میں اختلاف کیا ہے کہ کیا اس کا مقابلہ نہ ہونا اس لیے تھا کہ یہ کتاب معجز ہے یا اللہ تعالیٰ نے انہیں اس پر قدرت پانے اور مقابلے کی ہمت رکھنے کے باوجود روک دیا تھا کہ کسی کام پر قدرت کے باوجود کسی کو وہ کام نہ کرنے دینا اہل علم کی زبان میں صرف قرار پاتا ہے پہلا قول جمہور علماء کا ہے دوسرا معتزلہ کی طرف منسوب ہے اعجاز قرآن کے

{1} توبہ:63 {2} بنی اسراء:64 {3} مریم:75 {4} طہٰ:27 {5} طہٰ:31 {6} طہٰ:81 {7} النساء:157 {8} یوسف:31

سلسلے میں تیسرا قول یہ بھی ہے کہ کلام عرب تمام اسالیب پر مستزاد اس میں وہ اسلوب ہے جو ان کے درمیان ان کی لغت میں موجود نہیں ہے کیونکہ ان کی لغت رجز، شعر، رسالہ، خط اور منظوم ومنثور کلام میں منحصر ہے جبکہ قرآن مجید اس اسلوب سے خارج ہے گویا یہ دور عیسیٰ علیہ السلام میں مردوں کو زندہ کرنے کے اعجاز پر دکھائی دیتا ہے کیونکہ اس وقت میں حاذق طبیبوں کو مریضوں کو درست کرنے کا دعویٰ تھا مگر مردوں کو زندہ کرنے کا دعویٰ نہ تھا تو آپ نے ان سے بڑھ کر مردوں کو زندہ فرمادیا اسکی دوسری مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا مبارک ہے امام بدرالدین زرکشی شافعی رحمہ اللہ نے اعجاز قرآن پر ایک چوتھا قول بھی ذکر کیا ہے

الاعجاز فی بلاغته وجزالته وفصاحته المجاوزة لحدود جزالة كلام العرب-------{1}

''اعجاز قرآن اس کی فصاحت وبلاغت اوراس کے اعلیٰ معیار میں ہے جو کلام عرب کی حدوں سے گزرا ہوا نظر آتا ہے'' مگر امام الحرمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اعجاز قرآن کے سلسلہ میں مختار قول یہ ہے کہ جزالت وفصاحت کے ساتھ اس کا اسلوب بیان کلام عرب کے اسالیب سے منفرد اور خارج دکھائی دیتا ہے جبکہ جزالت اور اسلوب دونوں الفاظ سے تعلق رکھتے ہیں اور معنی لفظ کے تابع ہیں اور لفظ ہی متبوع ہے اسی لئے نماز کے فرض کو ادا کرنے کے لیے قرآن مجید کا ترجمہ اس کے لفظ کے مقام پر قائم نہیں ہوسکتا اہل علم کی معروف رائے کے مطابق قرآن مجید اعجاز نظم اور معنی دونوں سے

{1} البحر المحیط فی اصول الفقہ ج1 ص360 طبع بیروت لبنان

تعلق رکھتا ہے علوم القرآن کے فن پر لکھی جانے والی کتابوں میں اس مسئلہ پر تفصیلی مباحثہ موجود ہے علامہ سیوطی مصری کی الاتقان فی علوم القرآن ، امام زرکشی شافعی کی البرہان فی علوم القرآن ، امام زرقانی مصری کی مناہل العرفان فی علوم القرآن کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔

عبدالرسول منصور الازہری

1 جنوری 2006ء

باب سوم

نبویات

نبی کریم ﷺ کے نسب کے حوالے سے
دو احادیث کی فنی و معنوی حیثیت

علامہ قبلہ مفتی عبدالرسول منصور الازھری زید مجدک نبی کریم ﷺ کی دوحدیثوں کی فنی اور معنوی حیثیت اورر وضاحت مطلوب ہے امید واثق ہے آپ خصوصی توجہ سے اس مسئلہ پر روشنی ڈال کر ممنون کریں گے۔

محمد سلیمان نقشبندی

ونسن گرین برمنگھم

5 اپریل 2005ء

1 قال رسول اللہ ﷺ کلّ سبب ونسب منقطع یوم القیامة الّا سببی ونسبی۔

2 قال رسول اللہ ﷺ کل ولد آدم فانّ عصبتهم من ابیهم ماخلا ولدفاطمة فانّی اناأبوهم وعصبتهم۔

ماشاء اللّٰہ لاقوّة الّا باللّٰہ

الجواب

معنی حدیث۔۔۔

''رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ہر رشتہ اور نسب قیامت کے دن ٹوٹ جائے گا سوا میرے رشتہ اور میری نسب کے''۔

''رسول اللہ ﷺ کا رشاد ہے تمام اولاد آدم کی رشتہ داری ان کے باپ کی

طرف سے ہے سوا اولاد فاطمہ کے کیونکہ ان کا عصبہ اور باپ میں ہوں“

حدیث کی فنّی حیثیت

محدّث عبداللہ محمد الصدیق الغماری مصری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی روایت اور سند پر جو کام کیا ہے آئندہ سطور میں اسے نقل کیا جا رہا ہے آپ لکھتے ہیں اس حدیث کو ابو صالح المؤذن نے اپنی اربعین میں فضل الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے اور حافظ حدیث ابو محمد عبدالعزیز بن الاخضراء نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے ان دونوں حضرات کی اس روایت حدیث کا طریق یہ ہے

عن شريك القاضى عن شبيب بن غرقدة عن المستظلّ بن حصن عن عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى ﷺ قال كلّ سبب ونسب منقطع يوم القيامة الا سببى ونسبى وكلّ ولد آدم فانّ عصبتهم لأبيهم ماخلا ولد فاطمة فأنا ابوهم وعصبتهم

”محدّث ابو نعیم اصبہانی نے اس حدیث کو المعرفہ میں بشر بن المھر ان کے طریق سے سند سابق کے ساتھ روایت کیا ہے محدّث ابن السّمان نے المستظلّ کے طریق سے اس حدیث کو نقل کیا ہے...... المستظلّ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ مانگا تو آپ نے ان کی صغر سنی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اپنے خیال میں اس کا رشتہ اپنے بھتیجے جعفر رضی اللہ عنہ سے کرنا چاہتا ہوں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا اللہ کی قسم

میرا ارادہ شادی کرنے کا نہیں بلکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا آپ ارشاد فرماتے تھے کہ قیامت کے دن ہر رشتہ اور ہر نسب ٹوٹ جائے گا سوا میرے رشتہ اور نسب کے ہر عورت کی اولاد کی رشتہ داری ان کے باپ سے ہوتی ہے سوا اولاد فاطمہ کے ان کا عصبہ اور باپ میں ہوں"

اس حدیث کے رجال اور رواۃ موثق اور معتمد ہیں شریکؔ وہ راوی ہے جس سے امام بخاری نے بھی استشہاد کیا ہے اور امام مسلم نے المتابعات میں اس کی روایت کی ہے شبیب بن غرقد سے بھی محدّثین کی ایک جماعت نے استدلال کیا ہے اور المستظل کو امام ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری اور امام ابوبکر بیہقی شافعی نے اس حدیث کی روایت میں یہ طریق اپنایا ہے وھیب بن خالد عن جعفر بن محمد عن أبیه عن علی بن الحسین رضوان اللہ علیہم ......عن ابن اسحاق حدّثنی ابوجعفر الباقر عن ابیه علی بن الحسین رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم اجمعین

"امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیدہ ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ سے نکاح کیا تو قبر اور منبر نبوی کے درمیان میں موجود مہاجرین کی ایک مجلس میں تشریف لائے تو انہوں نے آپ کے لئے خیر و برکت کی دعا کی تو آپ نے ان سے کہا کہ اللہ کی قسم ام کلثوم سے شادی کا سبب نبی کریم ﷺ کا یہ قول ہے میں نے سنا تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے دن ہر رشتہ اور ہر نسب............امام بیہقی

فرماتے ہیں یہ حدیث حسن اور مرسل ہے محدّث مصر الغماری فرماتے ہیں اس حدیث کے تمام رجال صحیح حدیث کی شرط پر ہیں ابن اسحاق رحمہ اللہ جب حدّث کا لفظ بولیں تو وہ ثقہ ہوتا ہے---------{1}

بہر حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے شادی کا باعث یہی وہ حدیث مذکور ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مستفیض اور مشہور ہے جسے امام حاکم نے مستدرک میں اور ابن السّکن نے الصحیح اور امام ضیاء الدین المقدسی نے المختارہ میں نقل کیا ہے علامہ ابن السّکن اور المقدّسی نے تو یہ بھی نقل کیا ہے کہ اہل بیت نبی ﷺ سے اس نسبت کے حاصل ہونے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعظیماً واکراماً سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنھا کو اس موقع پر چالیس ہزار درھم مہر کے طور پر پیش کیا تھا اس مسئلہ پر حافظ ابن کثیر شامی نے اپنی کتاب جامع المسانید میں اس خبر کے طرق کو بیان کر کے جو سعی بلیغ کی ہے اہل علم کے لیے وہی کافی ہے۔

اس حدیث پر ایک اشکال

مذکورہ بالا حدیث ......''کہ قیامت کے روز میرے رشتہ اور میرے نسب کے سوا ہر نسب منقطع ہو جائے گی'' اللہ تعالیٰ کے قول

{2}----------

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَآ أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَآءَلُونَ ﴿١٠١﴾

{1} مجلۃ الاسلام 21 صفر 1357ھ حاشیہ مشکل الآثار طبعہ حیدر آباد دکن الہند {2} المومنون: 101

''اور جب صور پھونکا جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھے''

اور دیگر ایسی آیات واحادیث جو اس معنی پر دال ہیں (کہ قیامت کے دن کوئی رشتہ اور نسب نہ رہے گا) سے تعارض اور مخالفت رکھتی ہے اس حدیث اور آیہ مبارکہ کے درمیان اجتماع اور مطابقت کیسے ہوگی اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے محدّث الغماری المصری رحمہ اللہ نے جو عنوان بنایا وہ اسے هل ینفع الشریف نسبه کیا سید (نسل رسول اللہ ﷺ سے تعلق رکھنے والا فرد) کو اسکی نسب نفع دے گی سے تعبیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں حدیث اور آیہ کریمہ کے درمیان جمع اور تطبیق سے پہلے ہم اس سلسلے میں اس معنی پر مشتمل ان آیات اور احادیث کو رقم کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قول لا انساب بینهم سے ملتی جلتی ہیں۔

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمْ وَٱخْشَوْاْ يَوْمًا لَّا يَجْزِى وَالِدٌ عَن وَلَدِهِۦ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِۦ شَيْـًٔا {1}----------

''اے لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس میں کوئی باپ اپنے بچہ کے کام نہ آئے گا نہ کوئی بچہ اپنے باپ کو نفع دے گا''۔

يَوْمَ تَكُونُ ٱلسَّمَآءُ كَٱلْمُهْلِ ﴿٨﴾ وَتَكُونُ ٱلْجِبَالُ كَٱلْعِهْنِ ﴿٩﴾ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ﴿١٠﴾ يُبَصَّرُونَهُمْ {2}----------

{1} سورہ لقمان 33 {2} المعارج 11/10/9/8

''جس دن آسمان ہوگا جیسے گلی چاندی اور پہاڑ ایسے ہلکے ہوجائیں گے جیسے اون اور کوئی دوست کسی دوست کی بات نہ پوچھے گا ہوں گے انہیں دیکھتے ہوئے''۔

كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ﴿٢١﴾ {1}---------

''سب آدمی اپنے کیے میں گرفتار ہیں''

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ﴿٣٣﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿٣٧﴾

{2}----------

''پھر جب آئے گی وہ کان پھاڑنے والی چنگھاڑ اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی اور ماں اور باپ اور بیوی اور بیٹوں سے ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک فکر ہے کہ وہی اسے بس ہے''۔

اس معنی پر مشتمل چند احادیث مبارکہ

صحیح مسلم اور سنن اربعہ میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے من نفس عن مؤمن كربة من كرب الدنيا نفس الله عنه كربة من كرب يوم القيامة ......ومن أبطأ به عمله لم يسرع به نسبه ''جس نے کسی مومن کی دنیا کی کوئی پریشانی دور کی اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی کوئی پریشانی دور کرے گا......اور جسے اس

{1} الطور: 21 {2} سورہ عبس: 33/37

کے عمل نے پیچھے کر دیا اسے اس کی نسب آگے نہ کرے گی"

امام احمد اور امام بیہقی حضرت عقبہ بن عامر سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں

ان انسابکم لیست بسباب علیٰ احد وانما انتم ولد آدم طف الصاع لم تملؤہ لیس لأحد فضل علیٰ احد الا بدین او عمل صالح

"تمہاری نسبوں کی وجہ سے کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں تم سب اولاد آدم ہو پیمانے میں کمی ہے جسے تم بھر نہ سکو گے کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں سوا دین یا نیک عمل کے"

امام البزار اور طبرانی حضرت ابو سعید الخدری سے مرفوعاً راوی ہیں

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے

انّ ربّکم واحد واباکم واحد فلا فضل لعربی علی أعجمی ولا لأحمر علی أسود الا بالتقویٰ انّ اباکم واحد ودینکم واحد ابوکم آدم وآدم من تراب

"بے شک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے کسی عربی کو عجمی پر اور سرخ کو کالے پر سوا تقویٰ کے کوئی فضیلت نہیں تمہارا باپ آدم ہے اور آدم مٹی سے ہے"

ابوداؤد، ترمذی اور بیہقی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں

عن النبی ﷺ قال انّ اللّٰہ عزّوجلّ اذھب عنکم عبیۃ الجاھلیۃ وفخرھا بالآباء الناس بنو آدم وآدم من تراب مؤمن تقی وفاجر شقیّ لینتھینّ اقوام یفتخرون برجال

انما ھم فحم من فحم جھنم اولیکونن اھون علی اللہ من الجعلان التی تدفع النتن بأنفھا

"نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی برائی اور آباؤاجداد پر فخر کرنے کے عیب کوختم کردیا لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے ہیں مومن صاحب تقویٰ ہے اور فاسق بخت ہے تو میں اپنے آباء کے ساتھ فخر کرنے کے سے باز رہیں وہ تو جہنم کے کوئلے ہیں یا وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ان سیاہ کیڑوں سے بھی زیادہ بے وقعت ہیں جو اپنے ناک سے بدبو کو دور کرتے ہیں"

امام طبرانی اپنی کتاب الصغیر اور الاوسط میں اور امام بیہقی حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں

اذاکان یوم القیامۃ امر اللہ منادیا ینادی الاانی جعلت نسباً وجعلتم نسباًفجعلت اکرمکم اتقاکم فابیتم الاّأن تقولوافلان بن فلان خیر من فلان بن فلان فالیوم أرفع نسبی وأضع نسبکم این المتقون

"قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی ندا دے گا آگاہ ہوجاؤ ایک نسب میں نے بنائی اور ایک تم نے میں نے تم سے زیادہ تقویٰ اور خوف الٰہی رکھنے والے کو سب پر معزز بنایا مگر تم نے انکار کردیا اور کہا کہ فلاں بن فلاں فلاں بن فلاں سے افضل ہے آج میں اپنی نسب کو اونچا اور تمہاری نسب کو نیچا کرتا ہوں متقی اور پرہیز گار بندے کہاں ہیں"

امام بیہقی اور حاکم نے اس حدیث کو ان الفاظ سے روایت کیا ہے

ان اللّٰہ تعالیٰ یقول یوم القیامة أمرتکم فضیّعتم ماعهدت الیکم ورفعتم أنسابکم فالیوم أرفع نسبی وأضع نسبکم أین المتقون این المتّقون انّ اکرمکم عنداللّٰہ اتقاکم

"اللہ تعالیٰ قیامت کے روز فرمائے گا میں نے تم سے جو عہد و پیمان لیا تھا تم نے اسے ضائع کر دیا اور تم نے اپنے نسبوں کو ہی اونچا کیا آج میں اپنی نسب کو اونچا اور تمہاری نسب کو نیچا کر دوں گا کہاں ہیں متّقی لوگ کہاں ہیں متّقی لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور تم سے زیادہ وہی معزز و افضل ہے جو تم سے زیادہ تقویٰ والا ہے"۔

امام طبرانی حبیب بن فراش العصفری سے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا المسلون اخوة لافضل لأحدالابالتّقویٰ

"مسلمان سب بھائی بھائی ہیں کسی کو کسی پر تقویٰ اور پرہیزگاری کے سوا کوئی فضیلت نہیں"۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

أنظر فانّک لست بخیر من أحمرولاأسودالّاأن تفضله بتقویٰ "غور کرو تو کسی سرخ اور کالے سے افضل نہیں مگر یہ کہ تجھے اس پر تقویٰ میں برتری حاصل ہو"۔

اس مقصد پر سب سے زیادہ صحیح اور صریح وہ حدیث ہے جو مسلم اور بخاری

میں حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں جب آیہ مبارکہ

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴿٢١٤﴾

"اور اپنے اقرباء رشتہ دروں کو ڈراؤ"

نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے عام وخاص قریشیوں کو بلایا اور ان سے کہا

یامعشر قریش انقذ وانفسکم من النار یامعشر بنی عبدالمطلب انقذ وانفسکم من النار یافاطمة بنت محمدانقذی نفسک من النار فانی واللّٰه لااملک لکم من اللّٰه من شئ الّاأنّ لکم رحماسأبلھابلالھا

"اے جماعت قریش اپنی جانوں کوآگ سے بچاؤ اے جماعت عبدالمطلب اپنی جانوں کوآگ سے بچاؤ اے فاطمہ بنت محمد ﷺ اپنی جان کوآگ سے بچا بے شک میں اللہ کی قسم تمہارے لیے اللہ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں البتہ تم سے ایک رشتہ ہے جس کی تری اور نمی کا میں خیال رکھوں گا۔

حدیث اور آیہ مبارکہ میں جمع وتطبیق کی صورتیں

پہلی صورت: یہ حدیث کہ قیامت کے روز میرے رشتہ اور نسب کے علاوہ ہر رشتہ اور نسب ٹوٹ جائے گا نبی اکرم ﷺ کے خصائص اور ممیزات پر رکھی جائے گی امام بیہقی نے سنن کبریٰ امام جلال الدین سیوطی نے الخصائص اور امام قسطلانی نے المواھب میں اسی صورت کو اختیار کیا ہے ان حضرات کے علاوہ بھی وہ علماء عظام جنہوں نے آپ کے خصائص ومعجزات پر کتب تصنیف کی ہیں اس حدیث کا یہی مصداق تسلیم کیا ہے نیز اس حدیث مبارک میں اس خصوصیت کی طرف اشارہ بھی

موجود ہے اور وہ ہے الا سببی ونسبی پر اضافت اور یہ اضافت تمیز وتخصیص پر دلالت کر رہی ہے کیونکہ یہ کل سبب ونسب کے عموم کے بعد آ رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول

فَإِذَا نُفِخَ فِي ٱلصُّورِ فَلَآ أَنسَابَ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَئِذٍ

''جب صور پھونکا جائے گا تو اس روز ان کی نسبتیں ختم ہو جائیں گی''

یہ وہ عموم ہے جو نبی کریم ﷺ کو شامل نہیں ہے اس موقف کی تائید تواتر کے ساتھ آنے والی ہے ان احادیث مبارکہ سے بھی ہو رہی ہے جو آپ کے ان فضائل وخصائص پر شاہد ہیں جن میں کوئی نبی مرسل اور مقرب فرشتہ بھی آپ کے ساتھ شریک وسہیم نہیں ہے مثلاً شفاعت عظمیٰ، حوض کوثر، اولاد آدم پر سیادت مطلقہ آپ کا قائد المرسلین امام النبین اور ان کا خطیب ہونا آپ ہی صاحب مقام محمود ہوں گے۔ آپ کے دست رحمت میں حمد باری تعالیٰ کا پرچم ہوگا سب سے پہلے آپ جنت کے دروازے پر دستک دیں گے آپ سے پہلے کوئی نبی جنت میں نہ جائے گا جب تک آپ کی امت جنت میں داخل نہ ہوگی اس کے دروازے تمام امتوں پر بند رہیں گے آپ کی امت سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے آپ اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے رہیں گے اور وہ آپ کو عطا فرماتا رہے گا آپ شفاعت کریں گے جسے قبولیت ملتی رہے گی حتی کہ ابلیس لعین کو بھی آپ کی شفاعت کا طمع اور حرص ہوگا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئے گی

ارضیت یا محمد

"اے مجمع مکارم اخلاق تو راضی ہو چکا"

تو آپ عرض کریں گے

أى ربّ رضيت

"اے میرے پروردگار میں راضی ہوں"

حتیٰ کہ دوزخ کا انچارج (مالک) پکار اٹھے گا

يامحمد ماتركت لغضب ربك فى امتك من الشئى

"اے محمد ﷺ آپ نے اپنی امت کے بارے میں اپنے رب کا سارا غصہ ختم کرڈالا"

اس عظیم دن میں آپ کے اور بھی بے شمار خصائص وکمالات ہوں گے جن میں آپ کے نسب کا اتصال بھی شامل ہے کہ جب تمام اسباب وانساب منقطع ہو جائیں گے تو آپ کے نسب مبارک کا اتصال بھی آپ کی عظمت وامتیاز کا باعث ہوگا۔

محدّث مصر علامہ الغماری فرماتے ہیں

وایّ میزة تكون له صلى الله تعالى عليه وسلم اذاكان كغيره من آحادالناس يفرّالمرء من اخيه وامّه وابيه وصاحبته وبنيه واذاكان العالم الصالح شفيع فى اقاربه واصحابه كماوردفماظنّك بسيّدالعلماء-------{1}

"جب آپ ﷺ کو بھی عام لوگوں کی طرح رکھا اور سمجھا جائے کہ آدمی اپنے بھائی اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی والدہ سے بھاگے گا تو اس میں آپ کی کیا خصوصیت

{1} مجلۃ الاسلام 21 صفر 1357ھ

اور امتیازی شان ہوگی جب ایک صالح اور متقی عالم اپنے اقرباء اور اصحاب کی شفاعت کرے گا تو سید العلماء ﷺ کے متعلق تمہارا کیا ظن اور گمان ہے“۔

اس موقف پر اعتراض اور اس کا جواب

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث مروی ہے......

یافاطمة أنقذی نفسک من النّار فانّی لااملک من اللّٰه شیئاً

”اے فاطمہ اپنے آپ کو آتش دوزخ سے بچا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں“

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے

سمعت رسول اللّٰه ﷺ جهاراغیرسرّ یقول ان آل ابی لیسوالی بأولیاء وانّما ولی اللّٰه وصالح المؤمنین ولکن لهم رحم سأبلّهاببلالها......

”امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اعلانیہ نبی کریم ﷺ سے سنا کہ میرے ماں باپ کی آل میرے اولیاء نہیں میرا ولی تو اللہ تعالیٰ اور صالح مؤمن ہیں البتہ میرا ان کے ساتھ رشتہ ہے جس کی تری اور نمی کا میں خیال رکھوں گا“۔

پہلی حدیث سے یہ بات واضح ہورہی ہے کہ آپ اپنے اہل بیت کے معاملہ میں کسی نفع کے مالک اور مختار نہیں ہیں اور دوسری حدیث سے یہ ثابت ہورہا ہے کہ

اگر آپ کے آباء میں سے کوئی صالح مؤمن نہیں تو وہ آپ کا ولی نہیں۔

اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ ان احادیث سے جو مفہوم معترض نے اخذ کیا ہے معاملہ اس کے برعکس ہے اس کی تفصیل آئندہ جواب سے واضح ہو رہی ہے پہلی حدیث کے جواب میں تین وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ: حدیث پاک نے اصلیت اور حقیقت کی خبر دی ہے کہ آپ ﷺ بالذات کسی کے لیے نفع اور نقصان کے مالک نہیں مگر یہ مفہوم اس امر کے منافی نہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے اقارب کے نفع کے سلسلہ میں شفاعت خاصہ وعامہ دے کر اس کا مالک بنا دے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا ہے تو معنی یہ ہوا کہ آپ اسی چیز کے مالک ہیں جس کا آپ کو مولیٰ تعالیٰ نے مالک بنایا ہے اس مقام پر محدث الغماری رحمہ اللہ نے کتنی خوب بات کہی ہے۔

آپ نبی اکرم ﷺ کے قول

لااغنی عنکم من اللہ شیئاً

"میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے معاملے میں کوئی نفع نہیں دے سکتا"

کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

أي بمجرّد نفسي من غير مايكرمني الله به من شفاعة ومغفرة من أجلي وقداكرمه الله بذالك --------{1}

"یعنی محض اپنی ذاتی حیثیت سے میں تمہیں کوئی نفع نہیں دے سکتا البتہ

{1} حاشیہ مشکل الآثار ج 1 ص 123

اگر اللہ تعالیٰ مجھے شفاعت ومغفرت کے شرف سے مشرّف فرمادے تو یہ الگ بات ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب ومقام سے بہرہ ور فرمایا ہے''۔

پھر آپ ﷺ نے اپنے کلام کو مطلق رکھا اور کسی قید سے مقیّد نہ کیا تو اس کی حکمت اس مقام کا تقاضا تھا کیونکہ یہ مقام تخویف اور عمل پر ابھارنے کا محل تھا کہ آپ کے اہل بیت دیگر لوگوں سے تقویٰ اور خشیّت الٰہی میں اعلیٰ درجہ پر فائز رہیں امام محبّ طبری رحمہ اللہ نے بھی یہی معنی بیان کیا ہے

دوسری وجہ: یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ ﷺ کو یہ علم نہ تھا کہ آپ اپنی نسب کی بنیاد پر اپنے اقارب واھل بیت کی شفاعت اور نفع رسانی کا کام کریں گے امام السید سمہودی علیہ الرحمہ نے بھی یہ تاویل کی ہے اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے قول وأنذر عشيرتك الأقربين

''اور اپنے اقرباء رشتہ داروں کو ڈراؤ''

کے موقعہ پر وارد ہوئی اور یہ آپ کی بعثت کا اول دور تھا۔

تیسری وجہ: اس بات سے آپ کے اپنے اقرباء کو شرک سے بچانا اور ڈرانا مقصود تھا اور معنی یہ تھا کہ اگر انہوں نے شرک کیا یا وہ جوان میں مشرک ہے اور اپنے شرک پر ہی قائم رہا تو میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے نفع کا مالک نہ بنوں گا۔ کیونکہ مشرک کو میری شفاعت سے کوئی حصہ نہ ملے گا اگرچہ وہ میرا خاص الخاص قریبی ہی کیوں نہ ہو اس کے لیے تو خلود فی النار ہوگا۔

اس معنی کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جس وقت یہ حدیث وارد

ہوئی اس وقت آپ کے اقارب کی اکثریت شرک وکفر کی حالت میں تھی نیز اس معنیٰ کی تقویت کے لیے یہ امر بھی کافی ہے کہ آپ کا یہ خطاب ان میں سے کسی خلاص اور معیّن جماعت کی طرف نہ تھا جیسا کہ صحیحین کی روایت سے بھی ثابت ہوتا ہے بلکہ آپ کے اقارب مومن اور مشرک کے لیے عام تھا تو اس خطاب کو ایک ہی وتیرہ پر رکھا جائے گا کہ اس سے شرک وکفر سے تحذیر مقصود تھی --------{1}

دوسری حدیث کہ میرے اقارب میرے ولی نہیں میرا ولی تو اللہ تعالیٰ اور صالح مومن ہیں اس حدیث سے ولایت کی نفی ہو رہی ہے اور ولایت یہ وہ خاص وصف ہے جو خصوصی عنایت اور رعایت کا مقتضی ہے اور یہ (نفی ولایت) آپ کے رشتہ وقرابت اور گنہگار اہل بیت کے نفع وشفاعت کے حصول کی نفی کو مستلزم نہیں کیونکہ ولایت خاص وصف ہے اور خاص کی نفی سے عام کی نفی لازم نہیں آتی اور اس مقام پر آپ کی شفاعت سے انتفاع کا ثبوت عام ہے جس کی طرف حدیث مبارک کا یہ استثناء

ولٰکن لهم رحم سأبلّهابِبلالها

''لیکن ان کے ساتھ رشتہ وقرابت ہے جس کی نمی وتری کا مجھے خیال ہے''

......بھی اشارہ کر رہا ہے۔

امام الخطّابی رحمہ اللہ نے بـــلال کو دنیاوی صلہ رحمی پر محمول کرنے کے بعد اسے اخروی صلہ پر بھی منطبق کیا ہے آپ لکھتے ہیں کہ سید عالم ﷺ کے قول سأبلّهابِبلالها کا معنیٰ یہ ہے کہ اشفع لهایوم القیامة

{1} حاشیہ مشکل الآثار ج 1 ص 123 طبعہ حیدر آباد دکن ہند

''میں قیامت کے روز اس رشتے کی شفاعت کروں گا''

پھر اس معنی کی تائید آپ کی اس صحیح حدیث سے بھی ہوتی ہے

شفاعتی لأهل الكبائر من أمّتی

''میری امت کے اہل کبائر کے لیے میری شفاعت ہوگی''

یہ حدیث ثابت کر رہی ہے کہ آپ کی امت کے وہ لوگ جو گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں گے ان کے لیے بھی آپ کی شفاعت ہوگی حالانکہ وہ بھی تو آپ کے ولی نہیں کیونکہ آپ کے ولی اللہ تعالیٰ اور صالح مومن ہیں۔

تیسری حدیث امام مسلم رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے

ومن ابطأبه عملهٗ لم یسرع به نسبه

''جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے کر دیا اسے اس کی نسب آگے نہ کرے گی''

اس فرمان نبوی سے ثابت ہو رہا ہے کہ نسب کی بنیاد پر کسی کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ نسب عمل کے قائم مقام ہوتی ہے اور صاحب نسب خواہ کتنا ہی کوتاہ عمل اور کاہل ہو وہ اسے مقربین کے درجات میں پہنچا دے گی بلکہ ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تقرب طاعات وعبادات میں سعی واجتہاد پر ہی منحصر ہے عبادت وطاعت الٰہی میں جو غفلت وکوتاہی کرے گا تو اس کمی کو اس کی حسب ونسب پوری نہ کر سکے گی چنانچہ سابقہ دلائل کی روشنی میں ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ نسب کو بھی شفاعت رسول ﷺ کے سلسلے میں دخل ہے کیونکہ قرابت صلہ رحمی اور نسب میں رأفت وشفقت کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ اپنے اہل

بیت کو بھی اس نعمت وکرم سے بہرہ ور فرمائیں گے کیونکہ آپ صلہ رحمی اور قرابت داروں کے ساتھ رعایت اور حسن سلوک کرنے میں سب سے اونچے مرتبے پر فائز ہیں حتیٰ کہ قیامت کے روز جب سب لوگ نفسی نفسی پکاریں گے تو آپ کی زبان اطہر پر اُمتی اُمتی کے کلمات ہوں گے اس بے پناہ رحمت وشفقت کے پیش نظر بھلا آپ اپنے اہل بیت کو چھوڑ دیں گے...... اس مسئلہ پر تفصیلات کے لیے علامہ علوی بن طاہر الحداد الحضرمی کی کتاب القول الفصل فیما لبنی هاشم وقريش والعرب من الفضل کا مطالعہ مفید رہے گا۔

عظیم محدّث عبداللہ نوح کے قلم حق رقم سے تبصرہ

وأقول انّی اعتقد انّ المسيئ من اهل البيت مغمور فی ضمن محسنهم فأحذريا أخی ان تمنّى النفس فی بغضهم بمايرمی به بعضهم من الابتداع ومجانبة الاتّباع كما وقع مثلا لحكام الدولة الفاطميّة حيث رماهم بعض المؤرخين بكلّ عظمية وبرّأهم بعضهم الآخر منها بل لوفرضنا صحّة ذالک فهٰذا لا يخرجهم عن دائرة الذرية ولا النسبة النبوية والوالد العاق لا يمنع من الارث والانتساب والشفاعة انما تكون لذوی الجناية بل قال بعض الائمة لا يخرج احد من اهل البيت رأی من الدنيا حتیٰ يطهر من الدّنس المعنوی بمرض ونحوه وقد قال رسول

اللہ ﷺ تجاوزوا عن مسیئتهم نعم محل ذالک فی غیر الحدود وحقوق الآدميين فمن آتی منهم بمايوجب حداأقمناعليه كالتّائب اذا بلغ الحاكم أمره وقدزنیٰ أوسرق مثلاًفانّه يقيم الحدّ عليه وان تحقّقناتوبته وانّه مغفورله--------{1}

''میرا اعتقاد یہ ہے کہ اہل بیت کے خطا دار کو ان کے نیکوکار کے ضمن میں رکھ کر ڈھانپ دیا جائے اے میرے بھائی اس فکر سے بچ کہ نفس ان کے بغض وعناد میں مبتلا ہو کر ان میں سے بعض پر بدعت اختیار کرنے اور ان سے کنارہ کشی کرنے کا طعن والزام کردے جیسا کہ فاطمی حکومت کے حکام کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا تھا کہ کچھ مؤرخین نے تو ان پر ہر قبیح اور کبیرہ گناہ کا الزام عائد کر دیا اور کچھ مؤرخین نے انہیں ان منکرات سے بری قرار دیا بالفرض اگر ہم اسے صحیح بھی تسلیم کرلیں تو یہ چیز انہیں اولاد رسول اور نسبت نبوی ﷺ سے تو خارج نہیں کرے گی نافرمان بیٹے کو اس کے حق وراثت اور انتساب سے تو منع نہیں کیا جا سکتا پھر شفاعت بھی تو مجرموں کے لیے ہوگی بلکہ کچھ ائمہ اسلام نے تو یہاں تک کہا ہے کہ اہل بیت کا کوئی فرد بھی دنیا سے نہیں جائے گا جب تک کہ وہ مرض وغیرہ سے معنوی میل کچیل سے پاک نہ ہولے گا اور خود رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اہل بیت کے خطا کاروں سے درگزر کرو مگر اس کا معنی یہ ہے کہ حدود اور حقوق العباد کے علاوہ ان سے درگزر کرو چنانچہ ان میں سے اگر کسی نے ایسا فعل کیا جو موجب حد تھا تو ہم توبہ کرنے

{1} الامام المہاجر عبداللہ نوح ص 211/212 ، الدرر النقیہ فی فضائل ذریہ خیر البریہ ص 52

والے کی طرح اس پر حد قائم کریں گے اور حاکم وقت کے پاس جب اس کا مقدمہ پیش ہو کہ اس نے چوری یا بدکاری کی ہے تو وہ اس پر حد ضرور جاری کرے گا اگر چہ ہم اس کی توبہ کو مسلّم اور اسے مغفور تسلیم کریں گے"

اس کے بعد امام عبداللہ نوح رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ سادات کی عالی نسبی بعض کے لیے فخر و غرور اور ترک عمل کا سبب بھی تو ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی نسب پر اعتماد کرتے ہوئے اس عمل کے مرتکب ہو جائیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اہل بیت کے علماء اور ان کے قائمین بالأ مر اس بات کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں المشرع الروی کتاب کے مؤلف اس کے مقدمہ کے اختتام پر اہل بیت کو بالخصوص اس اُمر کی تاکید کرتے ہیں کہ وہ علوم شرعیہ کی تحصیل اخلاق نبویہ سے تزئین اور صفات ذمیمہ سے اجتناب کا مکمل اہتمام کریں کیونکہ اہل بیت سے قبیح عمل کا صدور ان کے غیر سے زیادہ قبیح و شنیع ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت عباس ﷺ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ ﷺ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

یابنیّ انّ الکذب لیس باحدمن ھٰذہ الامّۃ أقبح منہ بی وبک وباھل بیتک یابنیّ لایکون شیٔ ممّاخلق احبّ الیک من طاعتہ ولااکرہ الیک من معصیتہ فانّ اللہ عزّوجلّ ینفعک بذالک فی الدنیاوالآخرۃ--------{1}

"اے میرے بیٹے اس امت کے کسی فرد کو جھوٹ بولنا اتنا برا نہیں جتنا مجھے تجھے اور تیرے گھر والوں کے حق میں برا ہے اللہ تعالیٰ کی پوری مخلوق میں سب سے زیادہ تجھے

اس کی اطاعت اور بندگی مقصود ہونی چاہیے اور کوئی چیز اس کی معصیت اور نافرمانی سے تجھے زیادہ مکروہ نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اس عمل سے تجھے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں نفع دے گا"

محدّث عبداللہ نوح رحمہ اللہ اس کتاب کے آخر میں ارشاد فرماتے ہیں

......ہم اہل بیت سے محبت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے کرتے ہیں چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ راوی ہیں کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ایک روز غضبناک حالت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا ما اغضبک "کس چیز نے آپ کو غضبناک کر دیا" تو آپ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ قریش کا ہمارے ساتھ کیسا رویہ ہے کہ جب وہ آپس میں ملتے ہیں تو خوش و خرم چہروں کے ساتھ اور جب ہم سے ان کی ملاقات ہوتی ہے تو وہ یکسر بدلے ہوتے ہیں جب آپ نے یہ بات سنی تو ناراض ہوئے یہاں تک کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا

والّذی نفسی بیده لا ید خل قلب رجل الایمان حتّی یحبّکم للّٰه ولرسوله ......یاایها الناس من آذی عمّی فقد آذانی فانّما عم الرّجل صنو أبیه قال هٰذاحدیث حسن صحیح --------{1}

"مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کسی

{1} الدرر النقیہ فی فضائل ذریہ خیر البریہ ص 52 مکتبہ حضر موت یمن

شخص کے دل میں ایمان داخل نہ ہوگا جب تک وہ تم سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے محبت نہ کرے گا اے لوگو جس نے میرے چچا کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی بے شک آدمی کا چچا اس کے باپ کی جڑ سے ہوتا ہے"۔

عبدالرسول منصور ازھری

7 ربیع الاول 1426ھ

{1} مسند احمد، مستدرک حاکم، امام المبا جر عبداللہ نوح 231/228

عصمت انبیاء

علیہم الصلوٰۃ والسلام

قبلہ استاذی المکرّم اہلسنّت و جماعت کے عقیدہ و مسلک کے مطابق مسئلہ عصمت انبیاء کرام علیھم السلام پر مختصر اور جامع بیان رقم فرما کر ممنون کریں

متعنا اللہ عزّوجلّ بطول حیاتکم وافاض علینا من برکاتکم۔

استفتاء از

علامہ حافظ مہر جان چشتی

خطیب منچن آباد بہاولنگر پاکستان

بتاریخ 22 اگست 2005ء

ماشاء اللہ لاقوّۃ الّا باللّٰہ

الجواب

اہلسنت و جماعت کے جلیل القدر علماء اور محدّثین کا اجماعی عقیدہ اور قطعی موقف آئندہ سطور میں تحریر کیا جارہا ہے۔

امام تقی الدین سبکی شافعی رحمہ اللہ متوفّٰی 756ھ

قولہ رب اغفرلی ..... الذی نختارہ ان الأنبیاء علیھم السّلام معصومون من الکبائر والصغائر عمداً وسھواً وتقریرہ مذکورفی اصول الدین ذالک وانماقال سلیمان

عليه السلام ذالک جريا علیٰ عادة الانبياء عليهم السلام والصّالحين فی تقديمهم امر الآخرة علیٰ أمر الدنيا و تواضعا و سلوکا للأدب مع الله تعالیٰ وجعل ذالک توطئة ومقدّمة لقوله وهب لی ملکا وان هبة الملک له ایضاً من امر الدّين ---------{1}

''حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ قول اے میرے پروردگار تو مجھے معاف کردے'' اس مسئلہ پر ہمارا مختار موقف یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے عمداً وسہواً معصوم ہیں اس بحث کی تفصیل اصول دین میں مرقوم ہے ۔تو حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کا یہ قول انبیاء کرام علیہم السلام اورصالحین کی عادت کے مطابق قرار پاتا ہے کہ وہ آخرت کے معاملے کو دنیا کے معاملے پر مقدم رکھتے ہیں اور جناب الٰہی میں ادب کے پیش نظر تواضعاً یہ انداز اختیار کرتے ہیں چنانچہ آپ نے یہ قول اپنے قول'' اور تو مجھے ملک وحکومت عطا فرما'' کے لیے تمہید اور مقدمہ کے طور پر کہا تھا اور آپ کو حکومت کا ھبہ ہونا بھی امور دین سے تعلق رکھتا ہے۔''

قاضی دمشق ومصر، مجتہد ومفسّر امام ابوالحسن تقی الدین السبکی الشافعی رحمہ اللہ کی مذکورہ کلام سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ذوات قدسیہ ہر صغیرہ وکبیرہ گناہ سے عمداً وسہواً معصوم ہوتی ہیں۔

{1} فتاویٰ السبکی ج1 ص106 طبعہ دار المعرفہ بیروت لبنان

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی رحمہ اللہ متوفی 544ھ

اجمع المسلمون علیٰ عصمة الانبیاء علیهم السلام من الفواحش والکبائر الموبقات ومستند الجمهور فی ذالک الاجماع وهومذهب القاضی أبی بکرومنعها غیره بدلیل العقل مع الاجماع وهوقول الکافة واختاره الاستاذ ابواسحاق---------{1} وکذالک لاخلاف انهم معصومون من کتمان الرسالة والتقصیرمن التبلیغ وذکر الاجماع علیٰ عصمتهم عن الصغیرة التی تؤدی الیٰ ازالة الحشمة وتسقط المرؤة وتوجب الخاسة بل یلحق بهٰذا من قبیل المباح فأدیٰ الیٰ مثل ذالک ممایزری بصاحبه وینفّرالقلوب عنه وذکر ایضاًقبل هٰذاعصمة الانبیاء علیهم السلام من الصّغائرواختاره واحتج علیه------{2}

''اہل اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیھم السلام تمام کبیرہ گناہوں اور ہلاک کرنے والی برائیوں سے معصوم اور منزّہ ہیں اس مسئلہ پر جمہور کی سند اور دلیل ان کا اجماع ہے اور یہی قاضی ابوبکر رحمہ اللہ کا بھی مذہب ہے ان کے علاوہ اہل علم نے عقلی دلائل کے ساتھ بھی اس پر اجماع کیا ہے یہی علماء کی اکثریت کا

{1} ابواسحاق ابراہیم بن محمد اسفرائینی شافعی مجتہد صاحب التصانیف رحمہ اللہ

{2} الروض الباسم ابن الوزیر صنعانی یمنی ج 1 ص 179 الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ

قول ہے اوراستاذ ابواسحاق کا بھی یہی پسندیدہ موقف ہے نیز اس بات پر بھی کسی کا خلاف نہیں کہ یہ حضرات قدسیہ رسالت کے چھپانے اور تبلیغ احکام میں تقصیر و کوتاہی سے معصوم ہیں پھر ان کی عصمت پر اس مسئلہ پر بھی اجماع ہے کہ ان کا دامن ہر اس صغیرہ گناہ سے بھی پاک ہوتا ہے جو شرم وحیاء کے زائل کرنے، مروت و مردانگی کے گرانے اور خست و کمینگی کے اظہار کا باعث بنتا ہے بلکہ اس کے ساتھ وہ مباح کام بھی لاحق کیا جاتا ہے جس سے کرنے والے کو شرمساری کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس سے دل نفرت کرتے ہیں اور انبیاء کرام علیھم السلام کا صغیرہ گناہوں سے معصوم ہونا نبوت سے پہلے بھی ہے اور یہی مستند اور مختار قول ہے''۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی صاحب تفسیر الکبیر متوفٰی 606ھ

والذی تقول به انه لم یقع منهم ذنب علیٰ سبیل القصد لاصغیر ولاکبیر واماالسهوفقد وقع منهم بشرط ان یتذکّروه فی الحال وینبّهوا غیرهم علیٰ ان ذالک کان سهواً وقدسقت هٰذه المسئلة فی علم الکلام ومن اراد الاستقصاء فعلیه بکتابنافی عصمة الانبیاء علیهم السلام واللّٰه تعالٰی اعلم---------{1}

''اس مسئلہ پر ہمارا قول یہ ہے کہ ان انبیاء کرام علیھم السلام سے قصداً اور ارادۃً نہ کوئی صغیرہ گناہ ہوا ہے اور نہ کوئی کبیرہ جہاں تک کہ سھو ونسیان کا تعلق ہے

{1} المحصول امام رازی، روض الباسم ابن الوزیر یمانی ج1 ص179

تو ایسی حالت میں ان سے گناہ کا صدور ہوسکتا ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ اسی حال میں اس پر توجہ کریں اور لوگوں کو اس بات پر آگاہ کردیں کہ یہ ان سے سہواً ہوا ہے اس مسئلہ کی تفصیل مطلوب ہو تو ہماری کتب عصمت الانبیاء کا مطالعہ مفید رہے گا"۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم

امام رازی رحمہ اللہ کے قول اور موقف کے مطابق انبیاء کرام کی ذوات قدسیہ سے سہواً نسیان کی صورت میں گناہ کا صدور ممکن ہے مگر وہ بھی مشروط طور پر لیکن ان حضرات پر سہواً نسیان کی حالت طاری کرنے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت بلیغ کیا ہے اور اس میں امت کے لیے کتنی خیر و برکت مستور ہے اللّٰہ اعلم باالصواب

اس مسئلہ پر ایک حدیث مبارک سے بھی رہنمائی ملتی ہے

قال رسول اللّٰہ ﷺ لم أنس ولکن أنسی لأسنّ-------{1}

"رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے میں بھولتا نہیں بلکہ بھلایا جاتا ہوں تاکہ میں سنت اور طریقہ پیدا کروں"۔

شارح مسلم امام یحیٰ بن شرف نووی شافعی رحمہ اللہ متوفی 676ھ

ان الانبیاء علیھم السلام معصومون من تعمّدالذنوب من صغیرھاوکبیرھا---------{2}

"انبیاء کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام عمداً تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں"۔

{1} فیض الوھاب فی بیان اھل الحق ومن ضل عن الصواب ج 5 ص 86 محدث مصر عبدربہ بن سلیمان رحمہ اللہ المنان

{2} الروضۃ امام نووی شافعی، الروض الباسم ابن وزیر صنعانی یمانی رحمہ اللہ ج 1 ص 179

ابن الحاجب رحمہ اللہ متوفی 646ھ

الاجماع علیٰ عصمتھم بعدالرّسالۃمن تعمّدالکذب صغیرھاوکبیرھاوالاجماع علیٰ عصمتھم من الکبائروصغائر الخسّۃ---------{1}

''رسالت کا شرف پانے کے بعدان حضرات کی عصمت پراجماع ہے کہ ان سے عمداً صغیرہ وکبیرہ جھوٹ کا صدور نہیں ہوتا نیزان کی کبائراورگھٹیاصغائر سے عصمت پربھی اجماع منعقد ہے''۔

ابوعبداللہ ذھبی شافعی رحمہ اللہ

ومازال المصطفیٰ محفوظامحروساقبل الوحی وبعدہ ولواحتمل جواز ذالک فبالضرورۃ ندری انہ کان یاکل ذبائح قریش قبل الوحی وکان ذالک علی الاباحۃ وانما توصف ذبائحھم بالتحریم بعد نزول الآیۃ کماان الخمرۃ کانت علی الاباحۃ الیٰ ان نزل تحریمھابالمدینۃ المنورۃ بعدیوم احد والذی لاریب فیہ انہ کان معصوماقبل الوحی وبعدہ وقبل التشریع من الرباقطعاًومن الخیانۃ والزور والکذب والسکر والسجودلوثن والاستقسام بالازلام ومن الرذائل والسفہ وبزاء اللسان وکشف العورۃ ولم یکن یطوف عریاناولایقف یوم عرفۃ مع قومہ بمزدلفۃ بل کان

{1} مختصرالمنتھی لابن حاجب عثمان بن عمر رحمہ اللہ

یقف بعرفة----------{1}

''مصطفیٰ علیہ السلام وحی سے پہلے اور وحی کے بعد معصوم ومحروس رہے اور اگر اس چیز کے جواز کا احتمال لیا جائے تو ہم یقین سے جانتے ہیں کہ آپ ﷺ قریش مکہ کے ذبح شدہ جانور وحی سے پہلے کھایا کرتے تھے اور اس کی بنیاد اباحت تھی کہ ان حالات میں ان کے ذبیحہ کا کھانا آپ کے لیے مباح تھا کیونکہ ان کے ذبائح کو محرّم قرار دیا جانا آیت کریمہ کے نزول کے بعد تھا جیسا کہ شراب نوشی بھی اباحت پر محمول تھی یہاں تک کہ اس کی تحریم مدینہ منورہ میں غزوۂ احد کے بعد نازل ہوئی اس بات میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ آپ ﷺ وحی سے قبل اور وحی کے بعد سود کے شرعی حکم سے قبل نیز خیانت، وعدہ خلافی ،جھوٹ، شراب نوشی، بتوں کو سجدہ کرنا، تیروں سے قسمت کا حال معلوم کرنا، تمام رذیل صفات، کم عقلی، بدزبانی، شرم گاہ کا کھولنا ایسی تمام صفات قبیحہ سے معصوم تھے اور آپ طواف کعبہ بھی عریاں ہو کر نہیں کیا کرتے تھے اور یوم عرفہ کو اپنی قوم کے ساتھ مزدلفہ میں نہیں بلکہ میدان عرفات میں ہی ٹھہرا کرتے تھے۔

امام عبدالوھاب شعرانی مصری شافعی رحمہ اللہ متوفی 973ھ

فان قلت ماالمرادبقوله تعالیٰ

لِّيَغْفِرَ لَكَ ٱللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنۢبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ

{2}----------

فالجواب: کماقاله الشیخ فی الجواب الخامس والخمسین

{1} سیر اعلام النبلاء امام ذھبی شافعی، الروض الباسم ابن وزیر صنعانی ج1 ص179 {2} فتح:2

من الباب الثالث والسبعين من الفتوحات ان المراد بهذا الخطاب وجميع العتاب الذى عاتب الله تعالىٰ به نبيه ﷺ غيره من الامة نحوياايها النبى

لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ----------{1}

لَقَدْ كِدتَّ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ﴿٧٤﴾ -----{2}

فكان من فتوته ﷺ تحمّل عن امته صولة الخطاب بالعتاب والتوبيخ فالخطاب لهٗ والمراد به غيره ......فخاطب الرسول والمرادمن ارسل اليه بالحث عليه ----------{3}

''اگر تو یہ سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول ۔۔۔ تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے ۔۔۔ تو اس کا جواب یہ ہے جسے سیدی شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ نے اپنے کتاب فتوحات مکیہ کے 73ویں باب کے اندر تحریر کیا ہے کہ اس خطاب اور وہ تمام تر عتاب جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے سے مراد آپ کی امت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اے نبی اگر تو نے خدا کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا تو قریب تھا کہ تم اس کی طرف تھوڑا سا جھکتے ۔۔۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ

{1} زمر:65 {2} اسراء:74

{3} الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر امام عبدالوہاب شعرانی مصری ج2 ص14

کوخطاب کیا ہے مگر مراد مرسل الیہ(آپ کی امت) ہے یہ آپ ﷺ کی مردانگی اور بلند ظرفی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی امت کی طرف سے خطاب بالعتاب کی صولت اور زور کو برداشت کیا بہر حال خطاب آپ کے لیے اور مراد آپ کا غیر ہے۔

شیخ موصوف رضی اللہ عنہ اسی کتاب کے 324 ویں باب میں مزید اس مسئلہ پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں

واستغفر لذنبک .... المراد بالذنب مایخطر ببال العبد من طلب معرفة ماهوالحق تعالیٰ علیه من الحقیة التی لاتعرف فی الدارین والمرادبذنبه ﷺ ذنب امته فهوالمخاطب والمراد غیره هٰذاهواللائق بمقامه ﷺ......أنّ محمّداً ﷺ لم یزل معصوماًعن کلّ مایقص مقامه الاکمل قبل النّبوةوبعدها----------{1}

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ تم اپنی امت کے گناہوں کی معافی چاہو تو اس ارشاد میں ذنب سے مراد بندے کے دل میں گزرنے والا وہ کھٹکا ہے جو اللہ تعالیٰ کی حقیقت کی معرفت کی طلب کے سلسلہ میں پیدا ہوتا ہے جسے دارین کے اندر پہچانا بھی نہیں جا سکتا اور ذنب جو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہے اس سے آپ کی امت کا ذنب مراد ہے مخاطب آپ ﷺ کی ذات مگر مراد آپ کا غیر ہے یہی مقام آپ کے مقام رفیع کے لائق ہے بہر حال آپ ہر اس نقص سے جو آپ ﷺ کے مقام اکمل

{1} الیواقیت والجواہر ج 1 ص 58 امام عبدالوهاب شعرانی شافعی رحمہ اللہ

وارفع کے لائق نہیں نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد معصوم رہے ہیں"۔

علامہ عبدالباقی زرقانی شارح مواہب لدنیہ رحمہ اللہ متوفی 1122ھ

فانہ ﷺ وسائر الانبیاء معصومون قبل النبوۃ وبعدھا عن الکبائر والصغائر البتۃ---------{1}

"بے شک آپ ﷺ اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام قبل از نبوت اور بعد از نبوت صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں"۔

ملا علی بن سلطان محمد القاری شارح مشکوٰۃ رحمہ اللہ متوفی 1014ھ

فان ألاصح المختار عندالمحققین ان الأنبیاء صلوات اللّٰہ وسلامہ علیھم اجمعین معصومون من کبائر الذنوب وصغائر ھاعمدھاوسھوھا---------{2}

"محقق علماء کا اصح اور مختار موقف یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام عمداً وسہواً ہر صغیرہ اور کبیرہ گناہ سے معصوم ہیں"۔

امام جلال الدین سیوطی مصری مفسر قرآن رحمہ اللہ متوفی 911ھ

لیغفر لک اللہ من ذنبک میں لفظ ذنب اپنے عام معنیٰ گناہ میں نہیں لیا جاسکتا العصمۃ الانبیاء علیھم السلام بالدلیل العقلی القاطع من الذنوب ---------{3}

{1} زرقانی ج6 ص259 {2} مرقاۃ ج5 ص240 طبع ملتان {3} تفسیر جلالین ص423

''انبیاء کرام علیہم السلام کا معصوم عن الذنوب ہونا عقلی قطعی اجماع سے ثابت ہے''۔

سیدی امام احمد رضا متوفی 1340ھ اور عصمت انبیاء علیہم السلام

امام اہلسنۃ والجماعہ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ کی تحقیق اور علمی بصیرت کے مطابق ذوات قدسیہ حضرات انبیاء ورسل علیہم السلام کی طرف ہر قسم کے گناہ صغیرہ کبیرہ عمداً یا سہواً کو منسوب کرنا ان کی عصمت اور شان اقدس کے قطعاً منافی ہے اسی لیے آپ نے سورہ فتح کی آیت نمبر 1 کا ترجمہ یوں کیا ہے

''بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرمادی تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے''---------{1}

اس آیہ کریمہ کا یہی وہ صحیح اور عصمت نبوت کے عین مطابق ترجمہ ہے جو آج سے صدیوں پہلے ہمارے محقق علماء اور شیخ عبدالوہاب شعرانی اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی شامی ایسے بلند پایہ اتقیاء نے فرمایا ہے اس مقام پر کچھ مترجمین قرآن جن میں ہر مکتبہ فکر کے حضرات شامل ہیں نے عمداً یا سہواً ترجمہ کرتے ہوئے شدید ترین غلطی کا ارتکاب کیا ہے وہ اس آیہ کریمہ کا ترجمہ کرتے ہوئے ذنب (گناہ) کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے اس میں خلاف اولیٰ یا صورۃً ذنب کی تاویل کے چکر میں پڑے دکھائی دیتے ہیں جو ذات اقدس روح کائنات حبیب رب العالمین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم سب سے اعلیٰ واولیٰ ہے اس سے خلاف اولیٰ کا صدور ہو یہ کیسے ممکن

{1} کنزالایمان ترجمہ از امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ

ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ -------{1}

اور فرمان نبوی بھی ہے انا اولیٰ بکل مؤمن من نفسه تو آپ ﷺ مطلقاً اولیٰ ہیں لھذا آپ سے خلاف اولیٰ نہیں ہوسکتا ہے ورنہ آپ اولیٰ نہ رہیں گے اور آپ کو اولیٰ نہ ماننا نص قطعی کا انکار ہے۔ واضح رہے کہ اولیٰ کا معنیٰ ہے اچھے سے اچھا اور بہتر سے بہتر چنانچہ آپ کے لیے ترک اولیٰ یا خلاف اولیٰ یا بظاہر خلاف اولیٰ ماننا سلب الشئی عن نفسه ہے کہ اولیٰ سے خلاف اولیٰ ہوگیا ایسا نظریہ رکھنا عصمت نبوت کے انکار کو مستلزم ہے۔

عظیم عالم دین اور محقق اسلام علامہ غلام مہر علی گولڑوی رحمہ اللہ اس مسئلہ پر شرح وبسط سے رقمطراز ہیں۔

گناہ کی طرح خلاف اولیٰ بھی ممنوع شرعی اور باعث غضب الٰہی ہے بالخصوص نبی اکرم معصوم معظم ﷺ کے لئے تو مثل ترک واجب ہے اور یہ گناہ ہے

سورہ محمد میں ارشاد باری تعالیٰ ہے...... ''ان کے حق میں بہتر یہ تھا کہ فرماں برداری کرتے اور اچھی بات کہتے''

منافقین کے خلاف اولیٰ کام کرنے پر انہیں تنبیہ کی جارہی ہے کہ اولیٰ کام کرو خلاف اولیٰ نہ کرو اللہ تعالیٰ اولیٰ کام پر راضی اور خلاف اولیٰ پر ناراض وغضبناک ہے ----------{2}

{1} الاحزاب: 6 {2} معرکۃ الذنب علامہ غلام مہر علی چشتی رحمہ اللہ متوفی 1423ھ

خلاف اولیٰ مکروہ کی ایک قسم ہے

امام بدرالدین زرکشی رحمہ اللہ متوفٰی 794ھ خلاف اولیٰ کام پر علماء اصول فقہ کی بحث کے بعد لکھتے ہیں

والتحقیق ان خلاف الاولیٰ قسم من المکروہ ودرجات المکروہ تتفاوت کما فی السنۃ ولا ینبغی ان یعدّ قسماً آخر والّا لکانت الأحکام ستۃ وھو خلاف المعروف اوکان خلاف الاولیٰ خارجا عن الشریعۃ ولیس کذالک------{1}

"اور تحقیق یہ ہے کہ خلاف اولیٰ بھی مکروہ کی ایک قسم ہے اور مکروہ کے مختلف درجات ہیں جب کہ سنت میں یہ نامناسب ہے کہ خلاف اولیٰ کو ایک الگ قسم شمار کیا ورنہ احکام شرعیہ کی تعداد 6 ہو جائے گی اور یہ اصولیوں کے عرف کے خلاف ہے یا پھر خلاف اولیٰ کو شریعت سے خارج ماننا پڑے گا جبکہ یہ بھی صحیح نہیں ہے۔

عصمت انبیاء کرام علیھم السلام کے موضوع پر تفصیلی معلومات کے لئے علامہ غلام مہر علی صاحب رحمہ اللہ کی کتاب معرکۃ الذنب جو آپ نے مولانا غلام رسول صاحب سعیدی شارح مسلم کی رائے کی تردید میں رقم فرمائی ہے اس کا مطالعہ انتہائی مفید رہے گا"۔

عبدالرسول منصور الازہری

خطیب ریڈچ 30 دسمبر 2005ء

{1} بحر المحیط فی اصول الفقہ بدرالدین زرکشی رحمہ اللہ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ج1 ص244

حضرت عزرائیل علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کا تھپڑ مارنا

صحیح مسلم کی یہ حدیث کہ جب ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح قبض کرنے کے لئے ان کے پاس آئے توانہوں نے آپ کو تھپڑ مارا اور آپ کی آنکھ پھوڑ دی کچھ عقل پرست ایسی حدیثوں کا انکار کرتے ہیں اس کی صحیح تاویل وتوجیہہ کیا ہوگی بیان فرما کر ممنون کریں۔

السائل محمد ماجد ملک بریڈفورڈ برطانیہ

31 دسمبر 2004ء

ماشاء اللّٰہ لَاقوّۃ الّا باللّٰہ

الجواب

امام ابن الوزیر صنعانی رحمہ اللہ اس حدیث پر وارد ہونے والے عقلی اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے سر کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اس کی بنیاد نہ تو ان کے علم میں ان کا کوئی گناہ تھا اور نہ ہی ان کی طرف سے انہیں کسی ایسی مضرّت (نقصان دہی) کا خوف تھا کہ وہ اسے دور کرنا چاہتے تھے جب کہ قرآن مجید کی نص قطعی اور اجماع مسلمین کے مطابق ان کے بھائی ہارون نبی مکرّم تھے اور انبیاء کرام کی حرمت ملائکہ کی حرمت کی طرح ہی ہوتی ہے چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون کو سختی کے ساتھ پکڑا تو حضرت ہارون نے ان کے ساتھ تلطف اور نرمی برتنے کی خاطر کہا

يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِيٓ --------{1}

''اے میرے ماں جائے نہ میری داڑھی پکڑو اور نہ میرے سر کے بال''

فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَآءَ --------{2}

''اور تو مجھ پر دشمنوں کو نہ ہنسا''

اگر تو معترضین قرآن مجید کے اس واقعے کی تکذیب کریں تو ان کے کفران وخسران کے لئے یہی تکذیب وانکار ہی کافی ہے اور اگر وہ انبیاء کرام کی شان کے لائق اس کی کوئی صحیح اور ممکن تاویل کریں تو احادیث صحیحہ میں آنے والے ایسے واقعات کی تاویل بھی ضروری قرار پاتی ہے۔

محدّثین کرام نے اس حدیث کی بہت سی وجوہات بیان کی ہیں اس مقام پر صرف دو وجہیں ذکر کی جارہی ہیں

پہلی وجہ: کہ ملک الموت جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ کامل بشر اور مرد کی صورت میں تھا جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام پہچان نہ سکے جیسا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جب پوری بشری صورت میں متمثل ہو کر حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے پاس تشریف لائے تو وہ ان سے ڈر گئیں اور کہنے لگیں

أَعُوذُ بِالرَّحْمَٰنِ مِنكَ إِن كُنتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ -------{3}

''میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ چاہتی ہوں اگر تو متقی ہے''

اگر آپ کو یہ علم ہوتا کہ یہ حضرت جبرائیل امین ہیں تو آپ ان سے پناہ نہ

{1} سورۃ طٰہٰ:94 {2} سورۃ اعراف:150 {3} مریم:18

مانگیں چنانچہ جب ملک الموت بشری صورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اوران کی روح قبض کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں اپنے سے دور رکھنے میں یہ معاملہ کرڈالا۔اس بات کی تائیداس حدیث صحیح سے بھی ہوتی ہے

ان اللّٰہ تعالٰی لایقبض نبیّاحتی یخیرہ ---------{1}

''بے شک اللہ تعالیٰ ہر نبی کی روح کوقبض کرنے سے پہلے اسے اختیار دیتا ہے''

جب ملک الموت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آکرانہیں اختیار دیے بغیران کی روح کوقبض کرنے کاارادہ کیاتوممکن ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کوعلم ہوا ہو کہ انہیں اختیار دیے بغیرتوان کی روح کوقبض نہیں کیا جائے گاتو آپ کواس کے صدق میں شک گزرا ہو چنانچہ اس بات کی تائید بھی اس حدیث میں موجود ہے کہ ملک الموت جب دوبارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آئے اورانہوں نے آپ کوموت وحیات کے درمیان اختیار دیاتو آپ نے بطیب خاطر موت کواختیار کرلیا بہرحال اس وجہ کے صحیح اور مسلّم ہونے کا ثبوت اس دلیل سے بھی ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلی بار ہی آپ کی موت کا ارادہ کر لیتا اورملک الموت کوآپ پر مسلّط فرمادیتا تویقیناً آپ کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی مرادنافذ العمل ہوجاتی اورآپ ملک الموت کواپنے سے دور رکھنے پرقادر نہ ہوتے مگراللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ کے تحت آپ کے متعلق جوارادہ فرمایاوہ ظاہر ہوکررہاچنانچہ ایسے امور کے ساتھ اہل ایمان اوراہل

{1} بخاری 4437 فضائل صحابہ

شیطان کے درمیان فرق واضح کرنا سنت الٰہی ہے تحویل قبلہ کے سلسلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ

لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّن يَنقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ

{1}---------

''اور اے محبوب ﷺ پہلے تم جس قبلہ پر تھے ہم نے اسے اس لیے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے''

نسأالله ان یثبت قلوبنا علیٰ الایمان ویعصمنا من وساوس الشیطان

دوسری وجہ: ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایسی صورت میں آیا تھا جو آپ کی جانی پہچانی تھی مگر اس بات کو تسلیم کرنے سے کونسا امر مانع ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ فعل جب صادر ہوا تو آپ کی عقل میں تغیر وتبدل آ گیا تھا کیونکہ ایسے حال میں عقول کے تغیر کا امکان واحتمال ہو سکتا ہے جب آپ کوہ طور کے ریزہ ریزہ ہونے پر غشی کے عالم میں گر گئے تھے تو جان کنی کا ھول وخوف تو اس سے بھی زائد ہے اہل علم کے نزدیک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ہیبت وجلال تو اندکاک جبل سے بھی اجل اور اعظم ہے---------{2}

پھر حدیث میں وارد ہونے والے الفاظ ''فقأ العین'' حضرت موسیٰ علیہ

{1} سورۃ بقرہ 143 {2} الروض الباسم ص 324

السلام نے ملک الموت کی آنکھ پھوڑ ڈالی، اس کا معنی اور تاویل کرتے ہوئے امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ اذھب موسی العین الّتی ھی تخییل وتمثیل ولیست علیٰ حقیقۃ خلقتہ وعادملک الموت الیٰ حقیقۃ خلقتہ الرّوحانیّۃ کما کان لم ینقص منہ شئ

{1}---------

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جس آنکھ کو پھوڑا تھا وہ ملک الموت کی اصل خلقت پر نہ تھی بلکہ وہ اس کی ایک تخییل و تمثیل تھی اور ملک الموت اپنی حقیقی خلقت پر ہی قائم رہا اور اس میں کوئی چیز بھی کم نہ ہوئی۔

محدّث ابن فورک اور معنیٰ حدیث

عظیم محدّث امام ابن فورک متوفی 406ھ رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی تاویل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح اور اس کی تاویل بھی صحیح ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو اس طور پر بنایا ہے کہ وہ مختلف صورتوں میں متصوّر و متشکّل ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں جیسا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حضرت دِحیہ کلبی اور کبھی اعرابی کی صورت میں حاضر ہوتے اور کبھی اپنے دونوں پروں کے ساتھ پورے افق تک چھائے ہوئے دکھائی دیتے تھے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے

فَأَرْسَلْنَآ إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾

{1} الروض الباسم ص 325

فَأَرْسَلْنَآ إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾

قَالَتْ إِنِّيٓ أَعُوذُ بِٱلرَّحْمَٰنِ مِنكَ إِن كُنتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾

{1}--------

''تو اس کی طرف ہم نے اپنا روحانی بھیجا وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا بولی میں تجھ سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں اگر تجھے خدا کا ڈر ہے''۔

ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ مارنے اور ان کی آنکھ پھوڑنے والی اس حدیث کی ایک معتبر تاویل یہ ہے کہ یہ کلامِ عرب میں توسّع (وسعت وگنجائش پایا جانا) سے تعلق رکھتا ہے اس سلسلے میں سیدنا علی المرتضیٰ ﷺ تعالیٰ کا یہ قول بھی منقول ہے أنافقأت عين الفتنة ''میں نے فتنے کی آنکھ پھوڑ ڈالی'' چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی روح کے قبض کے مسئلہ پر ملک الموت کو واپس کر دیا تو گویا ان پر حجت کا اتمام والزام کر دیا۔ بہر حال جو شخص کلام عرب پر توسّع کی نظر رکھتا ہے وہ اس میں اس طرح کے استعارات ومعانی سے اچھی طرح آگاہ ہے

{2}--------

امام احمد قسطلانی اور معنیٔ حدیث

ارسل اللّٰہ ملک الموت الی موسیٰ علیهما السلام فی صورة آدمی اختبارًا وابتلاءً فلماجاء ہ ملک الموت بهٰذه الصورة ظنّه آدمیاً حقیقة تسوّر علیه منزله بغیر اذنه

{1} مریم 17/18 {2} مشکل الحدیث وبیانہ ص 314

لیوقع به مکروهاأفلماتسوّر علیه صکة لطمه علیٰ عینه التی رکبت فی الصورة البشریة التی جاء فیهادون الصورة الملکیة ---------{1}

''اللہ تعالیٰ نے امتحان اور آزمائش کے لئے ملک الموت کو بصورت انسان حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا جب آپ نے ملک الموت کو اس صورت میں دیکھا تو آپ نے اسے حقیقتاً انسان سمجھا جب وہ دیوار پھلانگ کر بغیر اجازت آپ کے گھر داخل ہوا کہ آپ کے ساتھ کوئی مکروہ عمل کرے تو آپ نے اس کی اس آنکھ پر ایک تھپڑ رسید کیا جو بشری صورت میں اس کے ساتھ موجود تھی کیونکہ وہ ان کے پاس بشری صورت میں آیا تھا ملکی صورت میں نہیں''

امام المازری رحمہ اللہ نے بھی یہی بات کی ہے وہ فرماتے ہیں اہل علم نے اس کے تین جواب دیے ہیں

- پہلا جواب: یہ بات ممتنع اور محال نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس تھپڑ کے مارنے کی اجازت دی ہو اور یہ ملک الموت کا امتحان ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور جیسا ارادہ کرتا ہے اس کا امتحان لیتا ہے
- دوسرا جواب: اس سے مجازی معنیٰ بھی لیا جاسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے مناظرہ کیا اور حجت میں اس پر غلبہ پالیا۔
- تیسرا جواب: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کے ملک الموت ہونے کا علم نہ

{1} مشکل الحدیث وبیانہ ص315

ہوا بلکہ انہیں یہ گمان ہوا کہ یہ کوئی شخص ہے جو انہیں نقصان پہچانا چاہتا ہے تو آپ نے اپنے دفاع کی خاطر اسے تھپڑ رسید کیا جو اس کی آنکھ کے ضائع ہونے کا باعث بنا جب کہ آپ نے ایسا قصد نہ کیا تھا امام قاضی عیاض مالکی اندلسی رحمہ اللہ نے بھی اسی بات کو پسند کیا ہے کہ حدیث میں ایسی کوئی تصریح نہیں ملتی کہ ملک الموت کی آنکھ پھوڑنے میں آپ کا قصد و عمد تھا۔---------{1}

مفتی عبدالرسول منصور الازہری

ریڈنگ برطانیہ

{1} مشکل الحدیث و بیانہ ص 315

شریعت نبویہ کی اصل غرض اور حقیقی مقصد

حضرت قبلہ استاذ مکرم شریعت نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی اصل غرض اور حقیقی مقصد کیا ہے بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

سائل

محمد شفیق

متعلم ادارہ محی الاسلام آسٹن

برمنگھم برطانیہ

27 ذوالقعدہ 1425ھ

ماشاء اللّٰہ لاقوّۃ الّا باللّٰہ

الجواب

شریعت نبویہ اس قانون اور نظام کا نام ہے جس کا مبدأ اور سرچشمہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے اس وحدہٗ لاشریک ذات والاصفات نے اس نظام کی بنیاد بندوں کی حقیقی فلاح، اَبدی سعادت اور دنیا وآخرت کی مصلحت ومنفعت پر رکھی ہے نبوّت رسالت اور آسمانی کتب وصحائف کے سلسلے کو ظاہر کرنے سے بداھتہً یہی معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنے خالق و مالک کے اس نظام ہدایت پر ایمان اور پھر اس پر عمل پیرا ہو کر دارین کی فلاح اور ابدی سعادت سے ہمکنار ہو سکے شریعت نبویہ میں انسانی مصلحت کا کتنا خیال اور اس کی منفعت کی کہاں تک رعایت کی گئی ہے

ذیل میں چند مثالوں سے اس حقیقت کو واضح کیا جارہا ہے

امام ابن الوزیر صنعانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

نكاح المرأة بغير اذن وليّها متىٰ غاب وليّها اوبعدمكانه او جهلت حياته' فقد ترك كثير من العلماء شرط العقدالمشروع وهورضا الولي لأجل مصلحة امرأةواحدة وخوف مضرّتها --------{1}

عورت کا نکاح اس کے ولی کی اجازت کے بغیر جب کہ اس کا ولی غائب ہو یا اس کی رہائش گاہ دور مسافت پر ہو یا اس کی زندگی سے جہالت و بے خبری ہو ایسی صورت میں عقد مشروع کی شرط (شافعیہ کے مذہب پر عورت کے صحیح عقد نکاح کے لیے ولی کی اجازت اور رضامندی شرط ہے) کو علماء کرام کی کثیر تعداد نے ترک کر دیا ہے محض اس لیے کہ اندریں صورت ایک عورت کی مصلحت اور اس کے ضرر اور حرج کا خوف کارفرما ہے۔

جس عورت کا شوہر مفقود الخبر ہو جائے تو اس کی تزویج اور نکاح کے سلسلے میں بھی اھل علم نے کافی نرمی برتی ہے اس صورت بھی عورت کی ظاہری اور باطنی مضرت اور تکلیف کا خیال رکھا گیا ہے۔

گری پڑی چیز اٹھا کر ایک سال تک اس کا اعلان کرنا اور پھر اس سے فائدہ اٹھانا اور اپنے کسی مصرف میں لے آنا بھی اسی زمرے میں آتا ہے کیونکہ مال کی تخلیق منفعت کی بنیاد پر کی گئی ہے جب اس کے مالک کا اس سے انتفاع متعذر اور مشکل ہے تو اس کے غیر کو اس سے انتفاع کرنا جائز ہونا چاہیے تاکہ وہ بیکار اور بے مقصد نہ

{1} الروض الباسم ص 282

قرار پائے اسی لیے گم شدہ بکری کے متعلق نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے

انّماھی لک أو لأخیک أو للذّئب------{1}

"بس وہ تیرے لیے یا تیرے بھائی کے لیے یا بھیڑیے کے لیے"۔

متعذر اور مشکل ہونے کی صورت میں یہاں پر بھی مال کے حلال ہونے کی شرط (مالک کی رضا) زائل ہو رہی ہے۔ یہ بھی تخصیص مصلحت کی ایک بیّن مثال ہے۔

شراب نوشی کی حد کے سلسلہ میں جو زیادتی کی گئی اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے اس کی بنیاد بھی انسانی مصلحت قرار دی گئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

جلّد رسول اللّٰه ﷺ فی الخمر با لجرید والنّعال وجلّد ابو بکر اربعین فلمّا ولّی عمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنه دعا الناس فقال لهم انّ الناس دنوا من الرّیف فما ترون فی حدّ الخمر فقال عبد الرحمن نریٰ أن تجعله کأ خفّ الحدود فجلّد فیه ثمانین---------{2}

رسول اللہ ﷺ نے شراب میں کھجور کی ٹہنی اور جوتوں سے حد لگائی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ 40 کوڑے لگوائے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت سنبھالی تو لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ لوگ شراب کے قریب ہو رہے ہیں اس کی حد کے بارے تمہارا کیا خیال ہے تو حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہمارے خیال میں آپ اسکی

{1} صحیح بخاری 2428، صحیح مسلم 1722 {2} صحیح بخاری 6776 صحیح مسلم 1706 سنن ابوداود 4479 سنن ترمذی 1443

تمام حدود سے زیادہ ہلکی حد مقرر فرمائیں تو آپ نے حد خمر کے سلسلے میں 80 کوڑے مقرر کر دیے۔

حضرت علی المرتضٰی ﷛ سے بھی مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے 40 کوڑے مارے اور حضرت ابوبکر صدیق ﷛ نے بھی 40 کوڑے مارے اور حضرت عمر ﷛ 80 کوڑے مارے ۔وکلّ سنّۃ وھذا احبّ الیّ------{1}

''یہ سب سنت ہے مگر عمر کا یہ عمل مجھے زیادہ پسند ہے''

چنانچہ شراب نوشی پر 80 کوڑے لگانا صحابہ کرام میں مشہور و معروف تھا اور آج تک اسی پر امت مسلمہ کا بھی عمل ہے حالانکہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے بطور نص یہ ثابت نہیں اس پر محض مصلحت کی وجہ سے عمل کیا گیا ہے تو صحابہ کرام اور ان کے بعد علماء اسلام کا اجماع اس امر پر دلیل ہے کہ مصالح پر عمل کرنا جائز اور صحیح ہے بشرطیکہ وہ نصوص سے متصادم نہ ہوں--------{2}

عبدالرسول منصور الازہری

خطیب ریڈنگ برطانیہ

{1} صحیح مسلم 1707 سنن ابوداود 4480 {2} الروض الباسم ص 283

اہل بیت کے فضائل ومناقب اوران کے نسب عالی پرتحریری وتالیفی کام

استاذ العلماء علامہ ازھری صاحب السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعدہٗ ۔۔۔آپ کی خدمت میں ایک سوال کے جواب کے سلسلے میں حاضر ہوں اھل سنت و جماعت کے علماء و مشائخ نے اھل بیت نبی ﷺ کے فضائل و مناقب اور ان کے نسب عالی پر جو تحریری و تالیفی کام کیا ہے اسکی تفصیل مطلوب ہے

امجد رضا چشتی

متعلم محی الاسلام

برمنگھم

9 ربیع الاول 1426ھ

ماشاءاللہ لاقوّۃ الّا باللہ

الجواب

اھل سنت و جماعت کے ائمہ عظام اور مشائخ شریعت و حقیقت نے اھل بیت نبوی ﷺ کے خصائص و مناقب اور فضائل و مواھب پر گراں قدر کتب و رسائل تالیف کیے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
1	تالیفات فی علم الجرح والتعدیل	حافظ ناقد حجۃ عبد الرحمان بن ابو حاتم متوفی 327ھ
2	ثنائ القرابہ علی الصحابہ وثنا الصحابہ علی القرابہ	حافظ ابو الحسن علی بن عمر الدار قطنی متوفی 385ھ
3	الذریۃ الطاہرۃ	حافظ کبیر ابو بشر احمد بن حماد المعروف الدولابی متوفی 310ھ
4	التبصرہ بفضائل العترۃ الطاہرۃ	حافظ ابو محمد حسن بن احمد ھمذانی سبیعی حلبی متوفی 317ھ
5	نظم در السمطین فی ذریۃ السلطین ،معراج الوصول الیٰ معرفۃ فضائل آل الرسول	حافظ ابو عبد اللہ محمد بن ابو مظفر یوسف زازری مدنی معراج الوصول الی معرفۃ فضائل آل الرسول
6	معالم العترۃ النبویہ ومعارف اھل البیت الفاطمیۃ	حافظ الحنابلہ عبد العزیز بن محمد بن مبارک جنابذی بغدادی

7	مناقب اهل البیت	محدث حافظ ابوعبداللہ الحسین بن محمد بن خسرو بلخی حنفی مئولف مسند امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ
8	ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربی	حافظ ابو جعفر احمد المعروف محب طبری
9	جواہر العقدین فی فضل الشرفین	فقیہ محدث علی بن عبداللہ السمہو دی المدنی
10	دور السمط فی خبر البسط	شیخ حافظ ابوعبداللہ بن الآبار
11	احیاء المیت بفضائل اهل البیت	حافظ جلال الدین سیوطی مصری
12	وسیلۃ المآل فی عدو مناقب الآل	شیخ احمد با کثیر الحضرمی
13	عقد اللال فی فضائل الآل	شیخ احمد بن عبدالقادر الحفظی
14	عقد الجواہر فی فضائل اهل البیت الطاہر	عارف باللہ فرید العصر عبد الرحمان بن مصطفیٰ العیدروس
15	الذخیرہ	سید احمد بن علوی جمل اللیل العلوی
16	مشارق الانوار	علامہ حسن عدوی الحمزاوی

17	اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفی وفضائل اہل بیتہ الطاہرین	علامہ شیخ الصّبان
18	اتحاف بحب الاشراف	شیخ عبداللہ بن محمد شراوی بصری
19	وبل الغمام و درالسّحابہ فی مناقب القرابۃ الصحابۃ	حافظ محمد بن علی شوکانی
20	رسالہ جامعہ فی فضائل اہل البیت	عارف باللہ عبداللہ بن عمر بن یحیٰ العلوی
21	خلاصہ من ذالک	شیخ محمد بن سعید بابصیل
22	القول المستحسن فی فخر الحسن	حافظ العصر حسن الزمان بن محمد قاسم الھندی
23	اشرف المؤبد لآل محمد	علامۃ العصر شیخ یوسف بن اسماعیل نبھانی
24	رشفۃ الصادی من بحر فضائل بنی النبی الھادی	محقق متفنن ابو بکر بن عبد الرحمان بن شھاب الدین علوی---{1}

25	اتحاف اهل الاسلام بما يتعلق با لمصطفى واهل بيته الكرام	محدّث ابو الفیض محمد الشہیر المعروف مرتضیٰ زبیدی
26	الارتقاء بالغرف بأقرباء الرسول ذوی الشرف	مؤرخ حافظ محمد بن عبد الرحمان السخاوی
27	الانتصار لاهل البيت الخيار	محدث عبدالکبیر بن محمد الکتانی
28	تحفة ذوی الالباب فيما يتعلق بالآل والاصحاب	فقہیہ احمد السجاعی شافعی مصری
29	تحفة الراغب فی سيرة جماعة من اهل البيت الاطائب	شہاب الدین احمد قلیوبی
30	حدائق الازهان فی اخبار بيت النبی ﷺ	المسعودی
31	الحسن الباهر فی اهل النسب الطاهر	محمد العربی المدغری
32	الدرّ المنيف فی زيارة اهل البيت الشريف	احمد المصری

33	ذکر القلب المیت بفیض اھل البیت	حافظ یوسف السرمری
34	الروض الزہر فی مناقب آل سید البشر	ابرزنجی
35	الروض المعطار فی نسب آل النبی المختار	شہاب الدین احمد بن المقری المالکی
36	الروض النظیر فیما یتعلق بآل بیت البشیر النذیر	امام السجاعی
37	الزلفی فی فضائل الشرفاء	احمد بن علی البوسعیدی ھشتوکی
38	الریاض الزاہرہ فی فضائل اھل البیت	المطیری
39	سفینۃ النجاۃ	امام الخزاعی
40	طراز الوفاء فی فضائل آل المصطفی	زین العابدین آفتدی
41	العزب الزلال فی مناقب الآل	امام شمّاع

42	الفتح الوھاب فی فضائل الآل و الاصحاب	امام عبدالوھاب الشعرانی المصری
43	القول البدیع فی النب عن اولاد الشفیع	امام بنوفری
44	کشف الاستار فی آل البیت الاطہار	امام اجھوری
45	مصباح النجا فی مناقب اھل عباء	امام بدخشی
46	مطالب السول فی مناقب آل الرسول	ابن طلحہ النصیبی
47	مطالع الزھراء فی ذریّۃ بنی الزھراء	ذکی بن ھاشم
48	الفوائد الزاھراء فی السلالۃ الطاھرۃ	امام الشماع
49	المنجد الذکر فی آل النبی الاطہر الطہر	ابوالھدی الصیاد

50	معرفہ ما یجب لاھل البیت الطاہر	امام المقریزی
51	المنحۃ الشمسیہ فی فضائل آل خیر البریۃ	المقرجی
52	نصح ملوک الاسلام بالتعریف بما یجب علیھم من حقوق آل البیت الکرام	ابن السکاک
53	نھایۃ السول فی مناقب آل بیت الرسول	ابن فھد الھاشمی
54	نصرۃ الحاکم بتفیض الشریف علی العالم	ء الرحمان شیخ رواق المغاربۃ
55	نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار	شیلنجی
56	نھایۃ الافضال فی تشریف الآل	ابن الحسن البکری
57	اسنی المطالب فی حلیۃ الاقارب	ابن حجر ھیثمی

58	الرسالہ لذوی الالباب لیعلموا حقوق العترۃ والکتاب	سید احمد بن زین العابدین الحضرمی
59	الانوار الباہرہ بفضائل اھل البیت النبوی والذریۃ الطاھرہ	ابوالفتوح عبداللہ بن عبدالقادر تلیدی
60	تنبیہ الغافلین ببیان شیء من فضائل آل سید المرسلین	سید احمد بن محور العیدروسی
61	اطیب الانباء فی فضل ذوی القربی	فقیہ محمد باعطیہ الحضرمی
62	علموا اولادکم محبۃ آل بیت النبی ﷺ	ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی
63	الجوہر الشفاف فی مناقب السادۃ الاشراف	شیخ عبدالرحمان بن محمد الخطیب
64	الشرع الروی فی مناقب السادہ بن علوی	محمد بن ابوبکر الشبلی باعلوی
65	قلائد ا لآل فی فضائل ا لآل	حبیب محمد بن احمد الحماد

66	تنبیہ البغی الی السبیل الروی فی وجوب محبت اهل البیت النبوی	احمد بن حجر الھیثمی
67	العقود اللؤلؤیہ فی فضائل العترۃ النبویہ	علی بن حسن بن حمود الحبشی
68	آل رسول اللہ واولیاءٗ	شیخ محمد بن عبد الرحمان بن محمد بن قاسم
69	افلاذ الزبرجدیہ فی مدح العترۃ الاحمدیہ	عبد الحمید بن عبد الغنی رافعی طرابلسی
70	الانباء المستطابہ فی مناقب الصحابہ والقرابہ	ابو تمام ھبۃ اللہ القفطی
71	آیۃ التطهیر بین امهات المومنین واهل الکساء	ڈاکٹر علی اسالوس
72	رسالہ فضل اهل بیت النبی وحقوقھم	شیخ ابن تیمیہ الشامی الحرانی
73	طھارۃ بیت النبوہ	خالد بن عبد الرحمان الشایع

74	القول القیم فیما یرویہ ابن تیمیہ وابن القیم	سید حامد بن ابوبکر المحضار
75	نزل الابرار فیما صح من مناقب اھل البیت الاطھار	شیخ محمد خان بخشانی ھندی
76	نصح الخاص والعام فیما یجب لآل النبی علیہ السلام	ابوعبداللہ محمد بن المدنی
77	العجاجہ الزر نبیہ فی السلالۃ الزینبیہ	جلال الدین سیوطی مصری
78	مختصر ثنائ الصحابہ علی القرابہ وثنا القرابہ علی الصحابہ	جاراللہ زمخشری
79	الدرر النقیہ فی فضائل ذریۃ خیر البریۃ	شیخ محمد بن سعید حضرمی شافعی مفتی مکہ مکرمہ--------{1}

رحمھم اللہ تعالیٰ

رحمة واسعةطيبة مباركة

عبدالرسول منصور الازہری

خطیب ریڈچ برطانیہ

{1}طبعہ مکتبہ حضرموت یمن ص 28/29

صحابی رسول ﷺ کی تعریف وصحبت کا معنیٰ

صحابی رسول ﷺ کی تعریف اور صحبت کا معنیٰ بیان فرما کر عند اللہ ماجور ہوں؟

قاری ذوالفقار نقشبندی برمنگھم برطانیہ

25 دسمبر 2004ء

ماشاء اللّٰہ لاقوّۃ الّا باللّٰہ

الجواب

صحابی کی تعریف کرتے ہوئے مفسر قرآن حافظ ابن کثیر شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

والصحابی من رأی رسول اللہ ﷺ فی حال اسلام الرّاوی وان لم تطل صحبتہ لہ وان لم یروعنہ شئیا--------{1}

''جس شخص نے بحالت اسلام رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہو اگرچہ آپ سے اس کی صحبت طویل نہ ہو اور وہ آپ ﷺ سے کوئی روایت نہ بھی کرے وہ صحابی قرار پاتا ہے''

یہ سلف وخلف میں جمہور علماء کا قول ہے------{2} امام بخاری، ابوزرعہ ، امام ابن عبدالبر، ابن مندہ، ابوموسیٰ المدینی اور ابن الاثیر کے نزدیک کسی شخص کے صحابی پر اطلاق کے لئے محض رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہی کافی ہے۔----{3}

{1} الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث ابن کثیر متوفی 774ھ {2} الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ابن الاثیر 606ھ {3} الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ابن عبدالبر 463ھ

اہل علم کی دوسری جماعت کے قول پر صحابی کا اطلاق اس شخص پر ہوگا جس نے آپ کی زیارت کے ساتھ آپ سے ایک یا دو حدیثوں کی روایت بھی کی ہوگی حضرت سعید بن مسیّب ﷜ سے تو یہاں تک مروی ہے کہ صحابی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک دو سال تک آپ ﷺ کی صحبت میں رہا ہو یا اس نے ایک یا دو غزوات میں آپ کے ساتھ شرکت بھی کی ہو چنانچہ حضرت موسیٰ السّبلانی ﷜ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک ﷜ سے پوچھا کہ کیا آپ کے سوا کوئی اور بھی اصحاب رسول ﷺ سے باقی ہے تو آپ نے کہا کچھ اعراب لوگ جنہوں نے آپ کو دیکھا تھا وہ تو موجود ہیں مگر جنہیں آپ کی صحبت میسر آئی وہ سب وفات پا چکے ہیں۔---------{1}

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس قول پر لکھتے ہیں کہ اس قول سے صحبت خاصہ کی نفی تو ہوتی ہے کہ جمہور علماء و محدّثین کی اصطلاح کے مطابق کہ اطلاق صحبت کے لئے صرف آپ کی رؤیت و زیارت ہی کافی ہے اس کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ اسی قول کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کا شرف، آپ کی جلالت شان اور آپ کو دیکھنے والے مسلمانوں کی قدر و منزلت قرار دی گئی ہے چنانچہ ایک حدیث پاک کے الفاظ یوں بھی مروی ہیں

تغزون فیقال هل فیکم من رأی رسول الله ﷺ فیقولون نعم فیفتح لکم ...... من رأی من رأی رسول الله ﷺ---------{2}

"رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم راہ حق میں جہاد کرو گے تو تم سے پوچھا جائے گا کہ کیا

{1} صحیح مسلم بحضرۃ ابوزرعہ {2} صحیح مسلم، باعث حثیث ابن کثیر ص170

تمہارے اندر رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے والا بھی کوئی شخص موجود ہے جب لوگ کہیں گے

کہ ہاں موجود ہے تو تم فتح و کامیابی سے ہمکنار ہو جاؤ گے"

شیخ ابراہیم بن محمد الباجوری رحمہ اللہ صحابی کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

ھومن اجتمع بنبیّنا ﷺ مؤمنا به بعدالبعثة فی محلّ التعارف بأن یکون علٰی وجه الارض وان لم یره اولم یروعنه شیئاً اولم یمیّز---------{1}

"صحابی وہ شخص ہے جو ہمارے نبی ﷺ کے ساتھ حالت ایمان میں آپ کی بعثت کے بعد محل تعارف میں زمین پر حاضر رہا اگرچہ اس نے آپ کو نہ دیکھا آپ سے کوئی چیز روایت کی اور نہ ہی وہ صحیح تمیز و فرق کر سکا"

امام الباجوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ وما ت علی الاسلام

"اور اس شخص کی موت بھی اسلام پر واقع ہوئی ہو"

یہ تو دوام صحبت کی شرط ہے چنانچہ اگر کوئی شخص شرف صحابیت پانے کے بعد مرتد ہو کر مر گیا العیاذ باللہ تو وہ صحابی نہیں ہے جیسا کہ عبداللہ بن خطل اور اگر کوئی ارتداد کے بعد دوبارہ اسلام میں داخل ہو گیا تو اس کی صحابیت بھی لوٹ آئے گی مگر شافعیہ کے نزدیک وہ اجر و ثواب سے مجرّد ہو گی چنانچہ یہ معاملہ، عبداللہ بن سعد بن ابوسرح کے ساتھ پیش آیا یہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے رضائی بھائی تھے ان کی صحابیت اور روایت حدیث بھی ثابت ہے یہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے اور ان کو

{1} تحفۃ المرید علی جوہرۃ التوحید ابن الباجوری متوفی 1276ھ

کتابتِ وحی کا شرف بھی حاصل تھا مگر شیطان کے بہکاوے سے دوبارہ کفار و مشرکین کے ساتھ جا ملے نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے روز ان کے قتل کا فرمان جاری کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے آپ سے امان کی درخواست کر دی تو یہ دوبارہ اسلام سے مشرف ہوئے بعدازاں یہ افریقہ کے فاتح بھی قرار پائے اور حضرت عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے انہیں مصر کا گورنر بھی مقرر فرمایا اور بحالت نماز عسقلان میں 37ھ میں ان کا انتقال ہوا۔---------{1}

صحابی کی اس تعریف کے مطابق حضرت ابن ام مکتوم قریشی عامری اور دیگر نابینے صحابی بھی صحابہ ءرسول ﷺ میں داخل قرار پاتے ہیں نیز وہ ملائکہ جو زمین پر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضری سے مشرف ہوئے وہ بھی آپ کے اصحاب میں شامل ہو جاتے ہیں اور نوعِ بشر سے آپ کے آخری صحابی حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سمجھے جاتے ہیں۔---------{2}

صحبت اور اس کا لغوی معنی

الصحبة فی اللغة تطلق كثيرًا فی الشيئين اذا كانت بينهما ملابسة---------{3}

"لغت عرب میں صحبت کا اطلاق عام طور پر ان دو چیزوں میں ہوتا ہے جب ان کے درمیان ملابست (میل ملاپ) پائی جاتی ہو۔

{1} اصابہ 316/2 سیر اعلام النبلاء امام ذھبی 33/3 {2} فتح المجید علی جوھرۃ التوحید ابن الباجوری ص 57 طبعہ دار البیروتی {3} الروض الباسم ابن الوزیر الصنعانی متوفی 840ھ

وہ ملابست ومخالطت کثیر ہو یا قلیل، حقیقی ہو یا مجازی اس معنی پر ذیل میں قرآن وسنت سے استدلال کیا جارہا ہے۔قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ --------{1}

''تو وہ اپنے ساتھی سے بولا اور وہ اس سے ردّوبدل کرتا تھا''۔

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ --------{2}

''اس سے اس کے ساتھی نے کہا جب کہ وہ اس سے ردوبدل کرتا تھا''

ان آیات کریمہ میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ اختلاف عقیدہ کے باوجود مخالف اسلام پر صحبت کا لفظ بولا گیا ہے اور اس صفت سے موصوف ہونے والا صاحب اور صحابی قرار پاتا ہے پھر امت مسلمہ کا اس امر پر اجماع ہے کہ جس شخص پر اسم صحابی بولا جائے اس اسم میں اسلام اور ایمان کا اعتبار از حد ضروری ہے اور یہ بات نص قرآنی سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کو بھی مسلم ومؤمن کے صاحب کے نام سے یاد کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسم صحابی عرفی بھی ہے اور اصطلاحی بھی اور ہر علمی طائفہ کا حق یہ ہے کہ وہ کسی بھی اسم میں اپنے عرف کے مطابق کوئی اصطلاح قائم کرے ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ ---------{3}

''اور کروٹ کے ساتھی''

{1} الکہف:34 {2} الکہف:37 {3} سورۃ النساء:36

اس آیۃ مبارکہ میں رفیق سفر کو بھی صاحب کہا گیا ہے بلکہ اس آیہ مبارکہ اطلاق میں ملازم وخادم وغیرہ بھی داخل ہیں نیز اگر کوئی شخص کسی کے ساتھ چند ساعتیں بھی سفر میں گزارے تو اسے بھی اس کا صاحب کہنا صحیح ہوگا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

انکن لانتن صواحب یوسف--------{1}

''بے شک تم تو یوسف علیہ السلام کی صاحبات ہو'' اس صحیح حدیث میں جس بعید سبب کے پیش نظر آپ نے اپنی ازواج مطہرات کو یوسف کی صواحب قرار دیا وہ واضح نظر آرہا ہے۔ مندرجہ بالا بحث سے ان حضرات کے اس قول کی تردید بھی ہورہی ہے کہ قلیل صحبت کے ثابت ہونے پر کسی شخص کو صاحب رسول ﷺ کہنا درست نہیں امام ابن الوزیر صنعانی لکھتے ہیں کیف یستنکر مع ھذاان یسمی من آمن برسول اللہ ﷺ ووصل الیٰ حضرتہ العزیزۃ وتشرّف برؤیۃ غرتہ الکریمۃ صاحباً لہ ومن انکر علیٰ من سمّی ھذاصاحباًلرسول اللہ ﷺ فینکر علیٰ رسول اللہ ﷺ حین سمّی النساء کلّھن صواحب یوسف-------{2}

''اس ٹھوس ثبوت کے ہوتے ہوئے اس بات سے انکار ناممکن ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ پر ایمان لایا اور آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر آپ کے رخ انور کی

{1} صحیح مسلم 418= صحیح بخاری 678 {2} الروض الباسم ابن الوزیر صنعانی رحمہ اللہ ص 85

زیارت سے مشرف ہوا اسے آپ کا صاحب نہ کہا جائے جو ایسے شخص کے صاحب رسول ﷺ ہونے کا منکر ہے وہ رسول اللہ ﷺ پر بھی اس بات کا انکار کردے کہ آپ نے تمام ازواج کو صواحب یوسف کہا۔

امام سیف الدین ابوالحسن الآمدی رحمہ اللہ اس موضوع پر یوں رقمطراز ہیں

اختلفوا في مسمى الصحابي فذهب اكثر اصحابنا واحمد بن حنبل الىٰ أنّ الصحابي من رأى النبي ﷺ وان لم يختص به اختصاص المصحوب ولا روى عنه ولا طالت مدة صحبته وذهب آخرون أنّ الصّحابي انّما يطلق علىٰ من رأى النبي ﷺ واختص به اختصاص المصحوب وطالت مدة صحبته وان لم يروعنه وذهب عمر بن يحي الىٰ ان هٰذا الاسم انما يسمى به من طالت صحبته للنبي ﷺ اواخذعنه العلم---------{1}

اہل علم نے صحابی کی تعریف میں اختلاف کیا ہے ہمارے اکثر اصحاب شافعیہ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر صحابی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کی ہو اگر چہ اسے آپ کے ساتھ خاص طرح کی مصاحبت نہ رہی ہو آپ سے روایت نہ کی ہو اور نہ ہی اسے لمبی مدت تک آپ کی صحبت میسر آئی

{1} الاحکام فی اصول الاحکام ج 1 ص 321 طبع بیروت لبنان

ہو کچھ دیگر اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ صحابی کا اسم اس شخص پر بولا جاتا ہے جس نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کی اور اسے آپ کے ساتھ خصوصی مصاحبت رہی اس کی صحبت میں طوالت رہی اگرچہ اس نے آپ سے کوئی حدیث روایت نہ بھی کی جب کہ عمر بن یحیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ اسم صرف اسی شخص پر بولا جائیگا جس کو ایک لمبی مدت آپ کی صحبت ملی ہو اور اس نے آپ سے علم بھی حاصل کیا۔

امام آمدی رحمہ اللہ اس اختلاف مذاہب کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ پہلا مذہب زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ صاحب کا اسم صحبت سے مشتق ہے اور صحبت قلیل وکثیر کو مشتمل ہے لغت عرب سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اہل لغت کا قول ہے صحبته ساعة وصحبته يوما وشهرا واكثر من ذالك كما يقال فلان كلّمني وحدثني وزارني وان كان لم يكلّمه ولم يحدّثه ولم يزره سوى مرّة واحدة

" مجھے ایک گھڑی اس سے صحبت رہی ہے اور مجھے ایک دن اور ایک ماہ تک یا اس سے زائد مدت تک اس سے صحبت رہی اس کی مثال یوں بھی دی جاتی ہے کہ فلاں شخص نے مجھ سے کلام کی اور میری زیارت کی اگرچہ اس نے صرف ایک بار ہی اس سے کلام کی ہو اور اس کی زیارت کی ہو"۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قسم کھاتا ہے کہ وہ فلاں شخص کے ساتھ سفر میں صاحب نہ ہوگا یا وہ اس کے ساتھ ضرور صحبت اختیار کرے گا تو اندریں صورت اگر اس نے ایک گھڑی بھی اس کے ساتھ صحبت کرلی تو وہ اپنی قسم میں صادق اور حانث

قرار دے دیا جائے گا۔

کچھ معترض حضرات کا موقف یہ ہے کہ صاحب کا اسم عرف میں اس ملازم اور مصاحب پر بولا جاتا ہے جس کی صحبت میں کثرت اور طوالت پائی جاتی ہو چنانچہ کہا جاتا ہے اصحاب القریہ، اصحاب الکہف والرقیم، اصحاب رسول ﷺ اصحاب الجنۃ ان اصحاب کی صحبت میں ملازمت اور مکاثرت کا تصور پایا جاتا ہے۔

اس موقف کے مطابق صاحب کا اطلاق صرف اس شخص پر ہوگا جس کی صحبت میں کثرت مخالطت پائی جائیگی محض کسی کے حضور آنے والے اور اس کو دیکھنے اور اس سے کوئی معاملہ کرنے والے کو صاحب نہیں کہا جائے گا۔ اس موقف کے جواب میں اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ ہم یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ صاحب کا اطلاق صرف مکاثر وملازم پر ہی ہوتا ہے کیونکہ اہل وضع کے اعتبار سے صاحب ہر اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کی کسی سے صحبت ثابت ہو خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر، البتہ عرف استعمال میں صاحب اسے کہا جاتا ہے جس کی صحبت میں کثرت وطوالت موجود ہو اگر صحبت کی نفی عرفی معنی کے مطابق کی جائے تو حق اور درست ہے اور اگر اصلی اور وضعی معنی کے اعتبار سے کی جائے تو یہ درست نہیں ہے۔-------{1}

ایک اور صحیح حدیث میں مروی ہے کہ جب آپ ﷺ سے رأس المنافقین عبداللہ ابن اُبی کے قتل کے بارے میں عرض کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

انّی اکرہ ان یقال أنّ محمداًیقتل اصحابہ---------{2}

{1} الاحصام فی اصول الاحکام ج ۹ ص 323 طبع بیروت لبنان {2} الروض الباسم ابن الوزیر صنعانی ص 86 ج 1

''عبداللہ بن اُبی میں اس واضح اوربیّن نفاق کے باوجود محض ظاہری ملابست اورمخالطت کی وجہ سے آپ ﷺ نے اسے اپنا صاحب کہا جبکہ اعلانیہ نفاق توعداوت کا تقاضا کرتا ہے اور اس سے تو حقیقتِ عرفی میں صحبت کا نام بھی محو ہوجاتا ہے۔

بہرکیف حقیقت لغویہ کے مطابق اگر کسی کوکسی سے ادنیٰ سی ملابست بھی ہوجائے تواسے اس کا صاحب کہنادرست ہے اوریہی محدّثین اورفقہاء اسلام کا موقف ہے۔

عبدالرسول منصورالازہری

خطیب ریڈچ برطانیہ

صحابہ کے احوال ومقامات کے لیے مستند کتب
صحابہ کے طبقات وحدیث صحیح کی اقسام

جناب مفتی اسلام علامہ ازہری صاحب بارک اللہ تعالیٰ فی علمک چند سوالات حاضر خدمت ہیں جامع جوابات دے کر ممنون کریں اللہ کریم جل مجدہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے احوال و مقامات کی پہچان کے لیے کونسی کتب مستند مانی گئی ہیں صحابہ کو محدثین نے کتنے طبقات میں تقسیم کیا ہے اور فن حدیث میں صحیح کی کتنی اقسام ہیں؟

استفتاء از

(مولانا) امجد رضا چشتی

برمنگھم برطانیہ

بتاریخ 8 ذوالحجہ 1426ھ

9 جنوری 2006ء

ماشاء اللّٰہ لا قوّۃ الّا باللّٰہ

الجواب

معرفت صحابہ کرام رضی اللہ عنھم پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں چند مستند اور معروف کتابیں یہ ہیں۔

❁ الصحابہ: یہ کتاب امام ابن حبان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رقم

فرمائی جو پانچ مجلدات میں پائی جاتی ہے---------{1}

❁ **معرفہ الصحابہ:** حافظ امام ابوعبداللہ محمد بن یحیٰ ابن مندہ رحمہ اللہ تعالیٰ متوفٰی 301ھ یہ کتاب ایک جلد میں مرقوم ہے اس پر جلیل القدر امام ابوموسیٰ محمد بن ابوبکر المدینی اصبھانی رحمہ اللہ متوفٰی 581ھ نے مفصل حاشیہ بھی لکھا ہے------{2}

❁ **الصحابہ:** اس کے مؤلف امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبھانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں آپ نے 430ھ میں وصال فرمایا امام ذھبی نے العبر میں لکھا ہے ابونعیم حفظ حدیث اور علم اسناد اور فنون حدیث میں اپنے دور کے منفرد محقق اور محدّث تھے---------{3}

❁ **معرفۃ الصحابہ:** یہ امام ابوالاحمد الحسن بن عبداللہ العسکری رحمہ اللہ متوفٰی 430ھ کی تالیف منیف ہے امام سخاوی مصری لکھتے ہیں آپ نے یہ کتاب صحابہ پر ان کے قبائل کو پیش نظر رکھ کر ترتیب دی تھی--------{4}

❁ **اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ:** معرفت احوال صحابہ کے سلسلہ میں یہ کتاب انتہائی جامع ہے اس کے مؤلف امام ابوالحسن ابن اثیر الجوزی رحمہ اللہ متوفٰی 606ھ۔اس کتاب پر بہت سے حواشی اور اضافات بھی تحریر کئے گئے ہیں ان

{1} تذکرۃ الذھبی 410/1 معجم الیاقوت 417/1 تاریخ التراث العربی 309/1

{2} تذکرۃ الحفاظ 1334/4 {3} العبر 410/3 {4} اعلان بالتوبیخ سخاوی ص542

حاشیہ نگاروں میں امام ذھبی کے علاوہ معروف نحوی لغوی امام کاشغری متوفٰی 705ھ کا نام بھی شامل ہے---------{1}

اس عنوان پر جمال الدین امام ابوالحجاج المزی اور آپ کے تلمیذ رشید امام ابو عبداللہ ذھبی کی کتب بھی مسلم اور مستند قرار دی گئی ہیں۔

طبقات صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنھم اسماء الرجال اور رواۃ الحدیث پر کام کرنے والے علماء کرام نے صحابہ رسول ﷺ کو 12 طبقات میں تقسیم کیا ہے۔

1۔ خلفاء اربعہ کی طرح وہ سابقین صحابہ جو مکہ مکرمہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے

2۔ دارالندوہ میں شریک اصحاب۔

3۔ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے مہاجرین۔

4۔ پہلی مرتبہ پہاڑی گھاٹی میں بیعت کرنے والے اصحاب۔

5۔ دوسری مرتبہ پہاڑی گھاٹی میں بیعت کرنے والے اصحاب۔

6۔ وہ اوائل مہاجر صحابہ جو ہجرت کے بعد آپ کے دخول مدینہ منورہ سے قبل قبا بستی میں آپ سے ملے۔

7۔ اصحاب بدر۔۔غزوہ بدر میں آپ کے ساتھ شریک صحابہ۔

8۔ معاہدہ حدیبیہ اور غزوہ بدر کے درمیان مہاجرین کرام۔

9۔ بیعت رضوان کے موقع پر آپ کے ساتھ حاضر صحابہ۔

10۔ معاہدہ حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصہ میں مہاجرین۔

{1} الروض الباسم ج1 ص99

11۔ فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام قبول کرنے والے صحابہ۔

12۔ وہ نابالغ بچے جنہوں نے فتح مکہ کے روز اور حجۃ الوداع میں آپ کی زیارت کی۔

عظیم محدث اور مؤرخ امام ابن سعد متوفی 230ھ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین کو پانچ طبقات میں رکھا ہے امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ متوفی 463ھ نے الاستیعاب کے خطبے میں لکھا ہے قال اللّٰہ تعالیٰ

مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِ ۚ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَىٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ ٱللَّهِ وَرِضْوَٰنًا ۖ سِيمَاهُمْ فِى وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ ٱلسُّجُودِ ۚ -------{1}

وليس كذالك جميع من رآه ومن آمن به وسترىٰ منازلهم من الدين والايمان واللّٰه تعالىٰ قدفضل بعض النبين علىٰ بعض وكذالك سائر المسلمين والحمد للّٰه رب العالمين---------{2}

"محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے---

مگر آپ ﷺ کو دیکھنے اور آپ پر ایمان لانے والے بھی برابر نہیں ہیں دین و ایمان میں

{1} الفتح:29 {2} الروض الباسم ج1 ص100

آپ ان کے منازل ومدارج کوملاحظہ کر سکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جماعت انبیاء کرام علیہم السلام میں بھی بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے یہی لحاظ دیگر تمام مسلمانوں میں بھی موجود ہے۔

حدیث صحیح کا معیار مقرر کرنے میں غلط فہمی

یہ موقف رکھنا کہ حدیث رسول ﷺ میں صحیح وہ ہے جسے امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے تخریج کیا ہے سراسر غلط اور تحقیق کے خلاف ہے بلکہ یہ ان ائمہ حدیث پر بے بنیاد الزام ہے جہاں تک امام بخاری کا تعلق ہے ان سے یہ بات مشہور ہے کہ آپ نے صحیح بخاری کو ایک لاکھ صحیح حدیثوں سے ترتیب وتخریج کیا ہے جبکہ آپ کی صحیح بخاری صرف 4,000 غیر مکرر حدیثوں پر مشتمل ہے تو ایک لاکھ صحیح حدیثوں سے صرف 4,000 حدیثوں کی تخریج کرنے والا یہ دعویٰ کیسے کرسکتا ہے کہ صحیح صرف اسی کتاب میں ہی محصور ہے اسی طرح امام مسلم رضی اللہ عنہ کے متعلق امام شرف الدین نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں لکھتے ہیں کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں صحیح کے حصر کا ارادہ نہیں فرمایا یعنی آپ کا یہ دعویٰ نہیں کہ صحیح صرف صحیح مسلم میں ہی بند ہے یہی بات امام حافظ ابو عبداللہ بن وارۃ الرازی رحمہ اللہ متوفیٰ 270ھ اور محدث رَی امام ابوزرعہ عبیداللہ بن عبدالکریم قرشی مخزومی رحمہ اللہ متوفی 264ھ نے بھی رقم کی ہے امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ متوفی 405ھ المستدرک کے خطبے میں لکھتے ہیں کہ بخاری اور مسلم نے اس بات کا دعویٰ نہیں کیا کہ جو ہماری کتابوں میں درج ہے بس وہی صحیح ہے اور اس بات کی توثیق امام ابن الصلاح اور امام زین الدین العراقی اور امام

ابن العزیر صنعانی یمانی نے بھی کی ہے---------{1}

صحیح کے اقسام اور اس میں اختلاف

صحیح کے اقسام میں محدثین کرام نے اختلاف کیا ہے امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری نے صحیح کی دس اقسام کر کے بخاری اور مسلم کی احادیث کو ان میں ایک قسم شمار کیا ہے علامہ ابن الصلاح اور حافظ العراقی متوفٰی 806ھ نے صحیح کی سات قسمیں بنا کر بخاری اور مسلم کی احادیث کو تین اقسام میں رکھا ہے صحیح کی وہ قسم جس پر دونوں نے اتفاق کیا ہے صحیح کی وہ قسم پر جس پر بخاری منفرد ہے اور صحیح کی وہ قسم جس پر صرف مسلم منفرد ہے امام ابن الاثیر نے اپنی الجامع میں صحیح کے مسئلہ پر امام حاکم نیشاپوری کی اتباع کی ہے ائمہ حدیث نے ہمیشہ سے امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ علیھم پر استدراک کیا ہے اور انہوں نے وہ احادیث ذکر کی ہیں جنہیں یہ حضرات اپنی شرائط پائی جانے کے باوجود ترک کر گئے صحیح بخاری اور مسلم پر استدراک کرنے والوں میں چند معروف نام یہ ہیں

- امام ابوبکر احمد بن محمد زرقانی الشافعی متوفی 425ھ ان کے بارے میں خطیب بغدادی کا قول ہے کہ ہم نے اپنے شیوخ میں ان سے زیادہ اثبت اور عارف بالفقہ نہیں دیکھا آپ نے حدیث میں وہ ضخیم کتاب تالیف فرمائی جو بخاری، مسلم، سفیان ثوری، ایوب اور شعبہ کی صحیح حدیث پر مشتمل تھی---------{2}

{1} الروض الباسم ج1 ص 101 {2} الروض الباسم ج1 ص102

❁ ابن خزیمہ امام الائمہ ابوبکر محمد بن اسحاق نیشاپوری متوفٰی 311ھ آپ اپنے دور کے استاذ المحدثین اور صاحب تصانیف تھے۔ صحیح ابن خزیمہ فن حدیث میں آپ کی مہارت اور قبولیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

❁ شیخ خراسان ابوحاتم امام حبان البستی متوفٰی 354ھ صاحب صحیح ابن حبان

❁ ابوالحسن علی بن محمد بغدادی دارالقطنی متوفٰی 385ھ آپ کے متعلق امام ذھبی کا یہ قول مشہور ہے کان من بحور العلم ومن ائمة الدنیا انتھیٰ الیه الحفظ ومعرفة علل الحدیث ورجاله مع التقدم فی القرأت وطرقها

"وہ علم کا دریا اور دنیا کے ائمہ سے ایک عظیم امام تھا حفظ، معرفتِ عللِ حدیث اور جمالِ حدیث میں مرجع و منتھٰی ہونے کے ساتھ قرأت اور اس کے طرق کے علم میں بھی سب پر مقدم تھا"۔

❁ ابوبکر احمد بن حسن بیہقی شافعی متوفٰی 458ھ صاحب السنن الکبریٰ ودلائل النبوت تلمیذ رشید امام حاکم نیشاپوری۔

❁ عبدالغنی المقدسی ابومحمد بن عبدالغنی دمشقی حنبلی صاحب کتاب الکمال فی اسماء الرجال متوفٰی 600ھ

❁ ابومحمد عبدالحق بن عبدالرحمان ازدی اندلسی صاحب الاحکام الکبریٰ متوفٰی 581ھ۔

❁ تقی الدین بن دقیق العید بن سیدالناس شافعی اندلسی اشبیلی مصری متوفٰی 734ھ رحمهم الله تعالیٰ وشکر سعیهم۔

صحاح ستہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث

استاذی المحترم مدظلہ العالی۔حدیث کی معروف 6 کتابوں میں بسلسلہ احکام شریعت حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کتنی احادیث مروی ہیں تفصیلاً ذکر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

السائل

تنویر احمد

متعلم ادارہ محی الاسلام برطانیہ

20 جنوری 2005ء/9 ذوالحجہ 1425ھ

ماشاء اللّٰہ لاقوّۃ الّا باللّٰہ

الجواب

صحابیء رسول ﷺ اور کاتب دربار نبوی ﷺ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے بسلسلہ احکام شریعت اصحاب صحاح ستہ نے جو احادیث روایت کی ہیں ان کی تعداد 30 ہے ذیل میں ان کا ذکر کیا جارہا ہے۔

1۔ عورتوں کے بالوں میں جوڑا بنانے کی حرمت اس حدیث کو آپ سے امام بخاری اور امام مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہے---------{1}

اس حدیث کی صحت کی تائید حضرت اسماء، حضرت عائشہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنھم کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔

2۔ لاتزال طائفة من امتی ظاهرين على الحق-----{2}

{1} بخاری 3468، مسلم 2127 کتاب اللباس {2} بخاری 3641 مسلم 1037 کتاب الامارت

"میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کے ہمراہ غالب رہے گا"

اس حدیث کو آپ سے امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے نیز اسی حدیث کو امام مسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ثوبان اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے بھی روایت کیا ہے۔

3۔ نماز عصر کے بعد نفل پڑھنے سے منع کی حدیث۔

اسے امام بخاری نے آپ سے روایت کیا ہے نیز اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ابودؤاد اور نسائی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی روایت کیا ہے آپ فرماتی ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو شخص یہ عمل کرتا تھا اسے مارا کرتے تھے۔

4۔ مانگنے میں اصرار اور جھگڑنا منع ہے---------{1}

اس حدیث کو امام مسلم اور امام بخاری نے آپ سے روایت کیا ہے نیز اسی حدیث کو ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت سمرہ بن جندب اور امام مالک نے المؤطا میں عبداللہ بن ابوبکر سے بھی روایت کیا ہے۔

5۔ یہ بات ہمیشہ قریش میں رہے گی---------{2}

اس حدیث کو امام بخاری نے آپ سے روایت کیا ہے نیز اسے امام مسلم نے عبداللہ بن عمر اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنھم سے بھی روایت کیا ہے۔

6۔ شراب نوشی کرنے والے کو کوڑے مارنا اور چوتھی بار پینے پر قتل کر دینا۔{3}

{1} مسلم 1038 نسائی 97/5 کتاب الزکوۃ {2} بخاری 3500 {3} ابوداؤد 4482، ترمذی 1444

یہ حدیث آپ سے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کی ہے اس حدیث پاک میں جہاں تک شاربِ خمر کو کوڑے مارنے کا حکم ہے وہ تو بالکل واضح ہے اور بہت سی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے لیکن چوتھی بار قتل کرنے کے سلسلہ میں اہل علم کی کثیر تعداد کے نزدیک یہ حکم منسوخ ہے۔

7۔ ریشم، سونا اور درندوں کی کھال پہننا منع ہے---------{1}

اس حدیث کو آپ سے ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ترمذی نے روایت کیا ہے اس حدیث میں جہاں تک درندوں کی کھال پہننے کی حرمت کا تعلق ہے اس کی تائید حضرت ابوملیح ﷺ کی روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام ترمذی ابوداؤد، نسائی نے آپ سے روایت کیا ہے مگر احناف فقہاء ومحدّثین کے مذہب پر انسان اور سور کے علاوہ ہر قسم کے جانور کا رنگا ہوا چمڑہ پاک ہے اور اس کا پہننا بھی جائز ہے۔

8۔ امت محمدیہ کا ستر سے زائد فرقوں میں تقسیم ہونا---------{2}

اس حدیث کو آپ سے ابوداؤد نے روایت کیا ہے یہی حدیث ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

9۔ امام سے پہلے رکوع وسجود کرنے کی ممانعت---------{3}

ابوداؤد اور نسائی نے یہ حدیث آپ سے روایت کی ہے نیز یہی حدیث امام بخاری، مسلم، ابوداؤد ، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ اور امام مالک نے مؤطا میں حضرت انس ﷺ سے روایت کی ہے۔

{1} ابوداؤد 4597 {2} ابوداؤد 4129، نسائی 176/7، ابن ماجہ 3656 {3} ابوداؤد 619، ابن ماجہ 963

10۔ شغار۔ وٹے سٹے کی شادی کرنا منع ہے-------{1}

اس حدیث کو ابوداؤد نے آپ سے روایت کیا ہے نیز یہی حدیث امام بخاری اور مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے بھی روایت کیا ہے اور دیگر صحابہ سے بھی یہ حدیث معروف ہے۔

11۔ انہوں نے رسول ﷺ کے وضو کی طرح وضو کیا---------{2}

یہ حدیث ابوداؤد نے آپ سے روایت کی ہے نیز اسے ابوداؤد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی روایت کیا ہے۔

12۔ نوحہ گری اور واویلا کرنا منع ہے---------{3}

اس حدیث کو آپ سے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور یہ مشہور ترین حدیث ہے

13۔ لوگوں کے قیام پر راضی ہونا منع ہے--- ---{4}

اس حدیث کو آپ سے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اس کی تائید میں امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ''کتاب التلخیص'' میں حضرت ابوامامہ سے بھی روایت مرقوم ہے۔

14۔ مدح سرائی میں مبالغہ کرنا منع ہے---------{5}

اس حدیث کو آپ سے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے نیز یہی حدیث بخاری ومسلم نے حضرت ابوبکرہ، ابوداؤد نے عبداللہ بن سنجرہ اور ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی

{1} ابوداؤد 2075 {2} ابوداؤد 124

{3} ابن ماجہ 1580 {4} ابوداؤد 5229 ترمذی 2755 {5} ابن ماجہ 3742

روایت کی ہے۔

15۔ ہر نشہ آور چیز کی حرمت---------{1}

آپ سے یہ حدیث ابن ماجہ نے روایت کی ہے یہی حدیث ابوداؤد اورنسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے بھی روایت کی ہے۔

16۔ نماز میں سہو ونسیان والے کا حکم---------{2}

اس حدیث کو آپ سے امام نسائی نے روایت کیا ہے نیز اسے ابوداؤد نے حضرت ثوبان ﷺ سے بھی روایت کیا ہے۔

17۔ حج وعمرہ میں قران کرنا منع ہے---------{3}

اس حدیث کو ابوداؤد نے آپ سے روایت کیا ہے اس حدیث کی تائید حدیث عبداللہ بن عمر ﷺ سے بھی ہوتی ہے جسے امام مالک ﷺ نے المؤطا میں مرفوعاً روایت کیا ہے سنن ابوداؤد میں روایت کے الفاظ یہ ہیں

عن معاوية رضی اللّٰه عنه هل تعلمون أنّ رسول اللّٰه ﷺ نهٰی عن كذا وكذا وعن ركوب جلود النمور قالوا نعم قال فتعلمون انه نهٰی ان يقرن بين الحج والعمرة فقالوا اما هٰذا فلا فقال انّها معهنّ ولكنّكم نسيتم

''حضرت معاویہ ﷺ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں تم جانتے ہو کہ نبی کریم ﷺ نے ان ان چیزوں سے اور چیتوں کی کھالوں پر سواری کرنے سے منع فرمایا ہے

{1} ابن ماجہ 3389 ابوداؤد 3679 {2} نسائی 33/3 ابوداؤد 1037 {3} ابوداؤد 1794

لوگوں نے کہاہاں آپ نے فرمایاتم جانتے ہوکہ آپ نے حج وعمرہ میں قران کرنے سے بھی منع کیا ہے لوگوں نے کہایہ تو ہمیں معلوم نہیں آپ نے فرمایا یہ بھی ان میں شامل ہے مگرتم بھول گئے ہو جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے وہ تو صحیح ہے مگر حج وعمرہ میں قران سے منع کرنا شاذ ہےاوراسے ضعیف قرار دیا گیا ہے"۔

18۔ نبی کریم ﷺ کے عمرہ اور حج کے بعد آپ نے تیر کے چوڑے پھل کیساتھ آپ کے بال مبارک کاٹے---------{1}

آپ سے یہ حدیث بخاری ومسلم وابوداؤد اور نسائی نے روایت کی ہے اس روایت کی تائید مؤطا امام مالک میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ہوتی ہے۔

19۔ ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ جماع کے وقت پہنے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھا کرتے تھے اگر اس میں کسی ناپاکی کا کوئی اثر نہ نظر آتا تھا---------{2}

یہ حدیث آپ سے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کی ہے اس کی تائید بھی بہت سی احادیث سے ہوتی ہے مثلاً امام بخاری راوی ہیں کہ ان رسول اللہ ﷺ کان یصلی فی نعلیہ مالم یربھما اذیً---------{3}

"رسول اللہ ﷺ اگر اپنے جوتوں کی ناپاکی کا اثر نہ پاتے تو انہیں پہن کر بھی نماز پڑھ لیا کرتے تھے"۔

{1} بخاری 1730 مسلم 1246 {2} ابوداؤد 366 نسائی 155/1 ابن ماجہ 540 {3} بخاری 386

20۔ مسجد نبوی ﷺ میں لہسن اور پیاز کھا کر داخل ہونا منع ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث اپنے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے---------{1}

جب کہ تحقیق یہ ہے کہ اس باب میں حضرت معاویہ کی اپنے والد سے کوئی روایت نہیں ہے البتہ امام ابوداؤد نے معاویہ بن قرہ کی اپنے باپ سے یہ حدیث روایت کی ہے اس حدیث کے اور بھی شواہد پائے جاتے ہیں مثلاً امام بخاری، امام مسلم اور امام مالک نے حضرت جابر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی اسی طرح کی حدیث روایت کی ہے۔

21۔ یہ دس محرم کا دن ہے اس کا روزہ تم پر فرض نہیں کیا گیا---------{2}

یہ حدیث آپ سے امام بخاری و مسلم، مالک اور نسائی نے روایت کی ہے اس کی تائید مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی آپ ﷺ نے فرمایافأنا احق بموسیٰ ......فنحن نصومه تعظیماله---------{3}

22۔ لاتنقطع الهجرة---------{4}

امام ابوداؤد نے یہ حدیث آپ سے روایت کی ہے اس کی تائید میں عبداللہ بن السعدی کی روایت سنن نسائی میں موجود ہے۔

{1} الروض الباسم ص358 {2} بخاری 2003 مسلم 1129 نسائی 204/4

{3} الروض الباسم ص259 {4} ابوداؤد 2479

23۔ سونا پہننا منع ہے مگر ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا---------{1}

ابوداؤد نے آپ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔اس کی تائید میں امام نسائی کی روایت بھی موجود ہے۔

24۔ اغلوطات سے منع کیا گیا ہے---------{2}

(مبہم کلام کر کے لوگوں کو مغالطہ پیدا کر دینا)

امام ابوالسّعادات کی کتاب جامع الاصول میں حضرت ابوہریرہ کی روایت سے اس حدیث کی تائید ہوتی ہے۔

25۔ جمعہ اور نفلی نماز کے درمیان کلام یا مسجد سے خروج کر کے فرق کرنا---------{3}

اس حدیث کو امام مسلم نے آپ سے روایت کیا ہے بخاری میں عبداللہ بن عمر کی روایت سے اس حدیث کی تائید ہوتی ہے جبکہ ابوداؤد نے ابومسعود الرزقی سے امام کے حق میں ایسی روایت بیان کی ہے مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں...... کان لایصلّی بعدالجمعة حتٰی ینصرف فیصلّی رکعتین فی بیته

"جب آپ ﷺ نماز جمعہ سے فارغ ہوتے تو اپنے گھر میں دو رکعت پڑھا کرتے تھے

26۔ اللہ تعالیٰ ہر گناہ معاف فرما دے گا مگر قتل مومن اور شرک باللہ نہیں---{4}

{1} ابوداؤد 2439 نسائی 161/8 {2} ابوداؤد 3656 {3} مسلم 883 ابوداؤد 1129

{4} النسائی 81/7 ابوداؤد 4270

27۔ اشفعوا توجروا---------{1}

''سفارش کرو اجر و ثواب پاؤ گے''

اس حدیث کو آپ سے ابوداؤد اور امام نسائی نے روایت کیا ہے قرآن مجید میں بھی اس کے معنی اور مفہوم کی تائید موجود ہے۔

28۔ لوگوں کی عورات (ہر وہ چیز جسے چھپایا جائے اور کھلنے سے شرمایا جائے) کا تتبع کرنا مکروہ کام ہے۔---------{2}

اس حدیث کو آپ سے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

29۔ من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین---------{3}

''اللہ تعالیٰ جس بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں فقہ و فہم عطا کر دیتا ہے''

اس حدیث کو امام بخاری نے آپ سے روایت کیا ہے ترمذی میں حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی یہ روایت موجود ہے۔

30۔ لیلۃ القدر رمضان المبارک کی ستائیسویں رات ہے---------{4}

اسے ابوداؤد نے آپ سے روایت کیا ہے۔

☆ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ وہ معروف احادیث ہیں جو احکام میں صریح ہیں یا ان سے کوئی حکم استنباط کیا جا سکتا ہے اس کے علاوہ بھی آپ سے بہت سی ایسی صحیح اور مستند روایات موجود ہیں جسے صحاح ستہ کے مصنفین نے آپ سے نقل کیا ہے۔

{1} ابوداؤد 5132، نسائی 78/5 {2} ابوداؤد 2888، ترمذی 2533

{3} بخاری 71، مسلم 1037 {4} ابوداؤد 1386

ذیل میں چند احادیث کو درج کیا جا رہا ہے۔

- اذان دینے والے کی عظمت وفضیلت---------{1}
- مؤذن کو جواب دینا---------{2}
- ذکر کے حلقات کی فضیلت---------{3}
- انصار مدینہ کی محبت اور ان کا احترام---------{4}
- حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت---------{5}
- نبی کریم ﷺ کی تاریخ وصال کہ آپ اس وقت 63 برس کے تھے
---------{6}
- اَللّٰھُمَّ لَامَانِعَ لِمَا أَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ
---------{7}

اے اللہ جو چیز تو دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں۔

- الخیر عادة والشر لجاجة---------{8}
- لم یبق فی الدنیا الا بلاء وفتنة---------{9}

دنیا میں امتحان اور پریشانی کے سوا کچھ نہیں بچا۔

{1} مسلم 14/387 ابن ماجہ 725 {2} بخاری 914 نسائی 24/2
{3} مسلم 2701، ترمذی 3379 {4} مجمع الزوائد الھیثمی 39/10 {5} ترمذی 3739، ابن ماجہ 126
{6} مسلم 119/2352، ترمذی 3653 {7} بخاری 844 مسلم 119/ 593
{8} ابن ماجہ 221 {9} ابن ماجہ 4035

إنّما الأعمال كالوعاء اذا طاب اسفله طاب اعلاه

{1}-------

بے شک اعمال کی مثال اس برتن کی ہے جس کا نچلا حصہ صاف ستھرا ہوگا تو اس کا اوپر والا حصہ بھی پاک وصاف ہوگا۔

انّ الّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ

یہ آیہ مبارکہ کن لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ۔ ---------{2}

ملت اسلامیہ میں معروف متداول کتب حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ان احادیث کی موجودگی محدثین اور ائمہ اسلام کی عظمت میں آپ کی عظمت اور مقام اور رفعت وشان کا پتا دیتا ہے نیز روایت حدیث کے سلسلے میں جلیل القدر صحابہ اور تابعین نے بھی استفادہ کیا آپ کے چند تلامذہ کے نام یہ ہیں حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوسعید الخذری، حضرت عبداللہ بن زبیر حضرت سعید بن مسیّب، حضرت ابوصالح السمان، حضرت ابوادریس الخولانی حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمان، حضرت عروہ بن زبیر، حضرت سالم بن عبداللہ حضرت محمد بن سیرین وغیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین ۔---------{3}

عبدالرسول منصور الازھری خطیب ریڈرچ

11 ذوالحجہ 1425ھ/22 جنوری 2005ء

{1} ابن ماجہ 4199 {2} بخاری 1456 {3} الروض الباسم ص 364

باب چہارم

فقہیات

عورت کی امامت وخطابت
کی شرعی حیثیت

حضرت استاذی المحترم قبلہ مفتی صاحب نیو یارک امریکہ میں امینہ ودود افریقی نژاد خاتون جو وہاں ایک کالج میں اسلامیات کی لیکچرار بھی ہے اس نے عورتوں کو نماز جمعہ پڑھانے کے لے خود کو امامت اور خطابت کے لیے مقرر کر رکھا ہے کیا اسلامی شریعت میں جمعہ کی نماز پڑھانے کے لیے خود کو امامت اور خطبہ کے لیے ایک خاتون کا یہ اقدام صحیح اور جائز قرار دیا جاسکتا ہے اور اس کے پیچھے ادا کی جانے والی نماز جمعہ کی شرعی حیثیت کیا ہے براہ عنایت کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دے کر اپنی دینی ذمہ داری سے عہدہ برآہوں اللہ کریم جل مجدہ' آپ کا حامی وناصر ہو؟۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خادم ذوالفقار احمد نقشبندی برمنگھم

25 مارچ 2005ء

ماشاء اللّٰہ ولا قوّۃ الّا باللّٰہ

الجواب

شریعت اسلامیہ عورت کے اس فعل کو حرام اور بدعت سیئہ قرار دیتی ہے اور اس کی اقتداء میں پڑھی جانے والی مردوں اور عورتوں کی نماز باطل تسلیم کی گئی ہے بعض سطحی علم رکھنے والے حضرات ابوداؤد اور دار قطنی کی اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے جمعہ کے خطبہ اور اس کی امامت کے لیے عورت کے اس اقدام کو جائز قرار دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت امہ ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم دیا کہ آپ اپنے

اہل خانہ کے لیے نماز کی امامت کرائیں اس حدیث کو اگر صحیح اور ثابت الاسناد تسلیم کرلیا جائے تو اس کا معقول جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اندرون خانہ عورتوں کی امامت خاصّہ کی خبر دیتی ہے نماز جمعہ اور خطبہ جمعہ سے اس حدیث کا کوئی تعلق دکھائی نہیں دیتا اس لیے اس حدیث سے عورت کے لیے جمعہ کی امامت وخطابت کا جواز ثابت کرنا قطعاً صحیح نہیں۔

حکم اعلیٰ اور قطعی حجت کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہے حدیث صحیح میں وارد ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں۔

ترکت فیکم ماان تمسّکتم بہ لن تضلّوا بعدی ابداً کتاب اللّٰہ وسنّتی

''میں نے تم میں وہ کچھ چھوڑا ہے کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے تھامے رکھا تو میرے بعد کبھی بھی گمراہ نہ ہوگے (وہ ہے) اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری سنت''۔

قطعی نصوص سے کسی نص کے فہم کے سلسلے میں اہل علم کا اجماع بھی ایک قطعی حجت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ ﷺ کے مجموعے کو کسی ضلالت اور گمراہی پر جمع ہونے سے بچا رکھا ہے نبی اکرم ﷺ کی حدیث پاک ہے

لاتجتمع امتی علی الضّلالۃ

''میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی''

چنانچہ ہر دور میں مسلمانوں کے اجماعی موقف کے خلاف چلنے والے نے ہی بدعت اور ضلالت کا دروازہ کھولا۔ اور غیر سبیل مؤمنین کا متبع قرار پایا اللہ تعالیٰ

کا ارشاد ہے

وَمَنْ يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ ٱلْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِۦ جَهَنَّمَ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيرًا ﴿١١٥﴾ {1}-------

''اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی''

اور اس کے ساتھ جب نجات پانے والی جماعت کے متعلق نبی کریم ﷺ سے سوال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا

ما أنا عليه وأصحابي

''جو میرے اور صحابہ کے راستے پر کاربند ہے''۔

کرۂ ارض پر بسنے والی امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ عورتوں کو خطبہ جمعہ اور اس کی نماز کی امامت کے بارے کوئی دخل اور حق حاصل نہیں اور جو بھی ایسی نماز میں شریک ہو وہ امام ہو یا مقتدی سب کی نماز باطل ہوگی۔ اسلامی دنیا کے کسی بھی فقیہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، شیعی اور سنی کی کسی کتاب میں ایک قول بھی ایسا نہیں ملتا جس سے عورت کے لیے خطبہ جمعہ اور اس کی نماز کی امامت کے جواز کا ثبوت ملتا ہو۔

{1} النساء 115

اس لیے تمام مذاہب مروّجہ متبوعہ کے مطابق یہ فعل محدث اور باطل قرار دیا جاتا ہے۔

دین اسلام میں یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ نماز کے اندر عورتوں کو مردوں کے پیچھے کھڑا ہونا پڑتا ہے مردوں کی پہلی صف اور عورتوں کی آخری صف کو خیر اور افضل قرار دیا گیا ہے چنانچہ امام مسلم اپنی کتاب صحیح مسلم میں حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں

قال رسول اللہ ﷺ خیر صفوف الرجال اوّلھا وشرّھا آخرُھا وخیر صفوف النساء آخرھا وشرّھا اوّلھا------{1}

''مردوں کی صفوں میں پہلی صف افضل اور آخری صف زیادہ بری اور عورتوں کی صفوں میں آخری افضل اور پہلی زیادہ بری ہے''۔

یہ فرمان رسول ﷺ عورت کو ہر طرح کے فتنہ اور پریشانی سے محفوظ رکھنے کے پیش نظر جاری ہوا اندریں صورت اس کے لیے عام محافل میں منبر پر چڑھ کر خطبہ دینا اور نماز جمعہ کی امامت کرانا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

دور نبوت، دور صحابہ، دور تابعین اور اس کے بعد کے ادوار میں تاریخ اسلام اس امر پر شاہد ہے کہ ایک عورت نے بھی یہ اقدام کیا اور نہ ہی اس کا مطالبہ کیا جو اس مسئلہ پر ایک قطعی حجت ہے کہ یہ عمل ضلالت اور بدعت سیئہ ہے اگر عورت کے لیے یہ عمل جائز ہوتا تو اس پر سب سے بڑا حق امہات المؤمنین کا تھا (رضی اللہ تعالیٰ عنھن) جن میں بلند پایہ فقیہات بھی تھیں اور بعض سے تو دین متین کا بہت سا حصہ منقول ہوا ہے

{1} صحیح مسلم

ان میں فقیہہ، عالمہ، مُحدّثہ اور فصیحہ بلیغہ اُم المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بھی موجود تھیں اگر عورت کی نماز جمعہ کی امامت اور خطبہ جمعہ میں کوئی خیر کا پہلو ہوتا تو یہ حضرات قدسیہ ہمارے لیے ضرور کوئی سنت چھوڑتیں۔ بہرحال تاریخ اسلام میں بہت سی فقیہات، محدثات، ثقات اور اعلام دکھائی دیتی ہیں جن کی صداقت اور امانت، دیانت اور عظمت ایک مسلّمہ حقیقت رکھتی ہے۔ عظیم مؤرّخ اور نقاد محدّث امام الذھبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

لم یوثر عن امرأة انها کذبت فی الحدیث وما علمت من النّساء من اتهمت ولا من ترکوها--------{1}

"کسی خاتون کے متعلق یہ نقل نہیں کیا گیا کہ اس نے حدیث میں جھوٹ کہا ہو اور نہ ہی میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ عورتوں سے کسی کو کذب کے ساتھ متّہم کیا گیا ہو اور اہل علم نے اس کی روایت کو ترک کیا ہو"۔

❁ چنانچہ محدّث شام حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ کے شیوخ میں خواتین کی تعداد 80 سے زیادہ بتائی گئی ہے اور محدّث ابومسلم الفراھیدی رحمہ اللہ کے متعلق تاریخ میں مذکور ہے کہ انہوں نے 70 خواتین سے حدیث کی روایت کی ہے نیز اس امت کی تاریخ میں ایسی خواتین کی بھی کثیر تعداد موجود ہے۔ جنہیں امام بخاری، امام شافعی، ابن خلکان اور ابن حیان ایسے محدّثین کے شیوخ اور اساتذہ ہونے کا شرف حاصل ہوا مگر ان میں کسی خاتون سے بھی منقول نہیں کہ جس نے نماز جمعہ کی امامت یا

{1} میزان الاعتدال 604/4

اس کے خطبہ کا شوق ظاہر کیا ہو حالانکہ وہ اپنے دور میں کثیر مردوں پر فقہ اور روایت حدیث میں فائق درجہ رکھتی تھیں۔ الختصر تاریخ اسلام نے خاتون کو بہت سے میدانوں میں بلند مرتبہ پر دیکھا وہ عالمہ، فقیہہ، مفسرہ، محدثہ دکھائی دی اجماعی عباداتؔ اور جہادی صفوف میں بھی اس کی مشارکت پائی گئی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں بھی وہ مرد کے ساتھ رہی مگر جمعہ کے خطبہ اور مرد وزن پر مشتمل جماعت کی امامت کے بارے میں اس کا کوئی کردار سامنے نہیں آیا جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خطبہ جمعہ اور جماعت عامہ کی نماز کی امامت کے لیے ذکورت یعنی مرد کا ہونا شرط لازم ہے۔

حدیث ابوداؤد اور اس کا اصل معنی ومفہوم

سنن ابوداؤد باب امامۃ النساء حدیث 573 میں عبدالرحمٰن بن خلاد انصاری حضرت امہ ورقہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں آپ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے غزوہ بدر کی تیاری کی تو میں نے آپ سے عرض کی یارسول اللہ مجھے بھی اپنے ساتھ اس غزوہ میں جانے کی اجازت دیں میں آپ کے بیماروں کی خدمت کروں گی شاید اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب فرمائے تو آپ نے فرمایا ”تو اپنے گھر میں ہی ٹھہر اللہ تعالیٰ یقیناً تجھے شہادت عطا فرمائے گا“۔ عبدالرحمٰن بن خلاد فرماتے ہیں اس کے بعد انہیں شہیدہ کے نام سے یاد کیا جانے لگا آپ قرآن مجید پڑھ چکی تھیں آپ نے نبی کریم ﷺ سے اپنے گھر میں مؤذن رکھنے کی اجازت چاہی جو آپ نے عطا فرمادی آپ نے اپنے ایک غلام اور کنیز کو مدبّر قرار دے رکھا تھا (مدبّر اس غلام یا کنیز کو کہتے ہیں جو مولا کے مرنے کے بعد آزاد ہو جاتے ہیں) ان

دونوں نے ایک رات اٹھ کر آپ کا ایک موٹا کمبل آپ پر ڈال کر اتنا دبایا کہ آپ کی موت واقع ہوگئی اس کے بعد وہ دونوں وہاں سے بھاگ گئے صبح ہونے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا جس کے پاس ان دونوں کی کوئی خبر ہو یا جس نے انہیں دیکھا ہو تو وہ انہیں پکڑ لائے چنانچہ وہ پکڑ لیے گئے اور پھر انہیں سولی دے دی گئی تھی۔ مدینہ منورہ میں سب سے پہلے انہی دو کو سولی دی گئی تھی۔-------{1}

اس حدیث کے ساتھ ہی عبدالرحمٰن بن خلاد کی دوسری روایت میں یہ کلمات بھی موجود ہیں .... کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام ورقہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کے گھر جا کر آپ کی زیارت کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے ان کے لیے ایک مرد کو مؤذن بھی مقرر کیا تھا اور ان سے فرمایا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کی نماز میں امامت کریں۔ عبدالرحمٰن کا قول ہے کہ میں نے ام ورقہ کے اس مؤذن کو دیکھا تھا وہ بہت عمر رسیدہ شخص تھا۔

یہی حدیث امام ابوعبداللہ حاکم نیشا پوری کی کتاب المستدرک میں بھی منقول ہے اس کے الفاظ یہ ہیں ...... حضور ﷺ نے آپ کو حکم دیا کہ وہ فرائض میں اپنے گھر والوں کا امام بنا کریں------{2}

❁ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام بدرالدین شارح بخاری عینی المصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوتے ہیں

☆ پہلا فائدہ: عورتوں کا اپنے گھروں میں ٹھہرنا جہاد کے لیے باہر جانے سے افضل ہے

{1} شرح ابوداؤد امام بدرالدین عینی متوفی 855ھ {2} شرح ابوداؤد بدرالدین عینی ص 95

☆ دوسرا فائدہ: عورتوں کے مؤذن مقرر کرنا جائز اور مباح ہے مگر ہمارے اصحاب (حنفیہ) نے کہا ہے کہ عورتوں پر اذان اور اقامت لازم نہیں اور یہی حضرت حسن بصری اور حضرت ابن سیرین کا قول ہے کہ عورتوں پر اذان و اقامت نہیں ہے مگر ضحاک اور طاوس سے روایت ہے کہ اگر عورت اذان اور اقامت کہہ لے تو حرج بھی نہیں

☆ تیسرا فائدہ: عورتوں کی امامت عورتوں کے لیے جائز ہے مگر ان کی امام ان کے درمیان کھڑی ہوگی کیونکہ محدّث ابن عدی کتاب الکامل اور ابوالشیخ اصبھانی کتاب الاذان میں حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں آپ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا......

''عورتوں پر اذان ہے اور نہ اقامت، جمعہ ہے نہ جمعہ کا غسل کرنا اور کوئی عورت ان کے آگے کھڑی نہ ہو لیکن ان کے درمیان کھڑی ہو''

اسی طرح کی ایک حدیث موقوف مصنف عبدالرزاق میں بھی موجود ہے

......حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ عورت عورتوں کی امام بن سکتی ہے مگر ان کے درمیان کھڑی ہوگی۔

امام بدرالدین العینی فرماتے ہیں کہ

عمار الدّھنی حجیرہ نامی خاتون سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نماز پڑھائی مگر آپ عورتوں کے درمیان کھڑی تھیں۔

یونہی حضرت عطاء سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں کہ آپ عورتوں کی صف کے درمیان کھڑے ہو کر انہیں نماز پڑھایا کرتی

تھیں۔---------{1}

حضرت عائشہ، ام سلمہ اور ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھن کی امامت کا معنی ومفہوم

صاحب الھدایہ شیخ الاسلام برھان الدین المرغینانی متوفی 593ھ عورتوں کی جماعت کو مکروہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر وہ امامت کرنا چاہیں تو ان کی امام ان کے درمیان صف میں کھڑی ہوگی اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایسا ہی کیا تھا مگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کا یہ فعل ابتداء اسلام کے دور پر رکھا گیا ہے کہ ابتداء میں ازواج مطھرات اور حضرت ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھن عورتوں کی امامت کیا کرتی تھیں۔

شارح الھدایہ کمال الدین ابن ہمام اسکندری متوفی 861ھ فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ بعض اہل علم نے اس فعل (عورتوں کا امام بننا) کے منسوخ ہونے کا دعوٰی کیا ہے کہ بعد میں اس فعل کو منسوخ کر دیا گیا تھا اس کے ناسخ کے سلسلے میں وہ حضرات ان احادیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں

عورت کی نماز اس کے گھر میں اس کے حجرۂ صلوٰۃ میں ادا کی جانے والی نماز سے افضل ہے اور اس کی اپنے چھوٹے کمرے میں ادا ہونے والی نماز اس کے گھر پڑھی جانے والی نماز سے افضل ہے-----{2}

{1} شرح ابوداؤد بدرالدین عینی ص96 ج3 {2} ابوداؤد570 ، البیہقی 131/3

اللہ تعالیٰ کو عورت کی وہ نماز جو گھر کی تاریک ترین کوٹھڑی میں پڑھی جاتی ہے زیادہ محبوب ہے------{1}

عورت اپنے رب کی رضا کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندرونی حصہ میں ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ عورت کا مختصر ترین کمرہ اور اس کا تاریک ترین حجرہ تو جماعت کی وسعت اور گنجائش نہیں رکھتا ان احادیث مبارکہ سے عورتوں کی جماعت کی امامت کا حکم منسوخ دکھائی دیتا ہے علامہ ابن ھمام فرماتے ہیں اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے تو اس سے عورتوں کی امامت کی سنّیت کا نسخ ثابت ہوتا ہے جس سے اس فعل کی کراہت تحریمی لازم نہیں آتی بلکہ عورتوں کی امامت کراہت تنزیہی کا درجہ رکھتی ہے اور زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کام خلاف اولیٰ ہے------{2}

بہر حال مندرجہ بالا بحث سے عورت کی عورتوں کے لیے امامت کا ثبوت اور اس سے جواز ملتا ہے اگر چہ ان کے اس فعل میں کراہت تنزیہی پائی جاتی ہے مگر عورت کی اقتدا میں ادا کی جانے والی نماز کے ادا ہو جانے میں کوئی شک نہیں حضور نبی کریم ﷺ کی جناب سے آنے والی احادیث مبارکہ کا تحقیقی جائزہ اور فن حدیث کے قواعد واصول کا اعتبار کرتے ہوئے فقہاء ومحدّثین نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ یہی ہے کہ عورت کی امامت عورتوں کے حق میں درست اور جائز قرار دی گئی ہے جیسا کہ

{1} البیہقی 131/3 {2} فتح القدیر ص365 کتاب الصلوۃ

ازواج رسول ﷺ اور حضرت ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عمل سے ثابت ہوتا ہے مگر سنن ابی داؤد کی ام ورقہ والی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے عورت کے لیے نماز جمعہ کی امامت اور خطبہء جمعہ کے لیے اس کی تقرری کسی طور بھی صحیح اور جائز قرار نہیں پاتی عورت کی عورت کے لیے جماعت خاصہ پر جمعہ کی جماعت عامہ کو قیاس کرنا عقلاً ونقلاً غلط اور غیر صحیح کہا گیا ہے پوری اسلامی تاریخ میں اس پر کسی مجتہد، فقیہ اور محدّث ومفتی کا کوئی قول دکھائی نہیں دیتا۔

واللہ اعلم بالصّواب

والسّلام

عبدالرسول منصورالازھری

امیر اسلامی شرعی کونسل برطانیہ

یکم اپریل 2005ء

مسجد کے پلاٹ پر دکانیں
اور سٹورز بنانا

حضور قبلہ مفتی اسلام علامہ مفتی عبدالرسول منصور الازہری صاحب! کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے لیے وقف پلاٹ پر دکانیں اور سٹورز وغیرہ بنانے اور دوسری منزل کو مسجد کے طور پر استعمال کرنے کا شرعی حکم کیا ہے؟ وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہو۔

قاری غلام نبی خاں قادری

خطیب جامع مسجد شاہی

جھال روڈ ساہیوال

ماشاء اللّٰه لاقوّة الاّ باللّٰه

الجواب

دور حاضر میں مصلحت عامہ کی رعایت اور نمازیوں کی تعداد اور مسجد کے ضروری اخراجات کا لحاظ رکھتے ہوئے محقق فقہاء نے مسجد کے لیے وقف پلاٹ پر دکانیں اور سٹورز بنانے اور دوسری منزل کو مسجد کے طور پر استعمال کرنے کو جائز اور درست قرار دیا ہے اس مسئلہ کی تفصیل کے لیے شام کے عظیم فقیہ، مجتہد، حنفی امام، مصطفیٰ الزرقاء مدظلہ العالی کے فتاویٰ سے اکتساب فیض کیا جاتا ہے

حکم هدم مسجد واعادة بنائه وتوسعته وجعله فی الطابق الثانی --------{1}

{1} فتاویٰ مصطفیٰ زرقاء ص 461

''مسجد کو گرا کر اس کی دوبارہ تعمیر و توسیع کرنا اور مسجد کو دوسرے دور میں رکھنے کا شرعی حکم کیا ہے''۔

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے شیخ مصطفیٰ الزرقاء فرماتے ہیں کہ حسب ضرورت گراؤنڈ فلور کو چھوڑ کر مسجد کو پہلے فلور پر لے جانا اور گراؤنڈ فلور پر دکانیں بنانا اور وقف کی مصلحت و منفعت کے لیے انہیں کرائے کے لیے مختص کرنے میں حنبلی مذہب مذاہب اربعہ میں زیادہ وسعت کا حامل نظر آتا ہے امام الحنابلہ شیخ ابن قدامہ المغنی کے باب الوقف میں لکھتے ہیں---------{1}

قال احمد رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فی روایۃ ابی داؤدفی مسجداھلہ رفعہ عن الارض ویجعل تحتہ سقایۃ وحوانیت فامتنع بعضھم عن ذالک فینظر الیٰ قول اکثرھم

''امام ابوداؤد کی روایت میں امام احمد کا قول ہے کہ اہل محلہ نے زمین سے مسجد کو اٹھا کر بنانا چاہا کہ اس کے نیچے والے حصہ میں وضوخانہ اور دکانیں بنادی جائیں تو کچھ لوگوں نے اس عمل سے انکار کردیا تو ان کی اکثریت کے قول کو معتبر سمجھا جائے گا''

شیخ الرّحیبانی مطالب اولی النھٰی شرح غایۃ المنتھٰی کے باب الوقف میں رقمطراز ہیں--------{2}

یجوزرفع المسجداذا أراداکثر اھل محلّتہ ذالک وجعلہ سفلہٖ سقایۃ وحوانیت لتنفع بھالمافیہ من المصلحۃ

{1} المغنی ج6ص130القاہرہ {2} مطالب اولی النھٰی ج3ص374

والظاھرانہ یجوزلجنب ونحوہ الجلوس بتلک الحوانیت لزوال اسم المسجدیۃ

"جب اہل محلّہ کی اکثریت کاارادہ ہوکہ مسجد کواوپر والے حصے میں رکھاجائے اور نیچے والے حصہ پر وضوخانہ اوردکانیں بنادی جائیں۔جس سے مسجد کوفائدہ پہنچے توایسا کرنا جائز ہے کیونکہ ایسا کرنے میں مصلحت ہے اندریں صورت جنبی شخص کے لیےان دکانوں میں بیٹھنا بھی جائز ہے کیونکہ اس مقام سے مسجد ہونے کانام زائل ہوجاتا ہے" شیخ ابن تیمیہ شامی رحمہ اللہ بھی یہی موقف رکھتے ہیں اور وہ وقف میں ایسی تبدیلی کی علت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

لعلّ ذالک أنّ تغییرصورۃ المسجد وغیرہ من الوقف المصلحۃ راجحۃ جائزاذ لیس فی المساجدماھومعیّن بذاتہ الّاالبیت المعمور والّاالمساجدالّتی تشدّالیھاالرّحال اذھی من بناء الأنبیاء علیھم الصلوٰۃ والسّلام کانت کالمنصوص علیہ رأی علی مسجدیتہ بخلاف المساجدالتی بناھاغیرھم فان الأمرفیھایتبع المصلحۃ التی تختلف باختلاف الأعصار والأمصار--------{1}

"شاید یہ اس لیے کہ مسجد یاکسی بھی دوسرے وقف کی ظاہری صورت کوکسی راجح مصلحت کی خاطرتبدیل کرنا جائز ہے بایں وجہ کہ بیت المعموراوروہ تین مساجد جن کی

{1} فتاوی مصطفٰی الزرقاص463

طرف اہتمام سے سفر کیا جاتا ہے کے علاوہ کوئی مسجد بھی بالذات معیّن نہیں ہے کیونکہ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی بنا کردہ ہیں جو مسجدیّت کے سلسلہ میں منصوص علیہ کی طرح ہیں باقی تمام مساجد جو غیر انبیاء نے تعمیر کی ہیں ان کا معاملہ مصلحت ومنفعت کے تابع ہے اور مصلحت ادوار وامصار کے اختلاف سے مختلف ہوتی رہتی ہے"۔

امام ابن نجار حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

ویجوز رفع مسجد أراد أکثر أهله ذالک وجعل سفله سقایة وحوانیت-------{1}

"جب اہل محلّہ کی اکثریت کا ارادہ ہو کہ مسجد کو اٹھا کر اس کے نچلے حصے کو وضو خانہ اور دکانوں کے لیے خاص کر دیا جائے تو ایسا کرنا جائز ہے"

بہر حال حنابلہ نے مسجد کو ایک مکان سے دوسرے مکان میں ضرورت اور مصلحت کے تقاضے پر نقل کرنے کو جائز قرار دیا ہے اور وہ اسے مناقلہ کا نام دیتے ہیں یہ حضرات دیگر املاک واراضی موقوفہ میں بھی اس عمل کو جائز سمجھتے ہیں اس مسئلہ پر وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے استدلال کرتے ہیں آپ کے دور خلافت میں کوفہ کے اندر بیت المال کی دیوار میں نقب لگا کر چوروں نے مال نکال لیا تو آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مسجد کو نقل کر کے اس کے قبلہ والی سمت پر بیت المال بنا دیا جائے کیونکہ مسجد عموماً نمازیوں سے خالی نہیں ہوتی چنانچہ سابق مسجد کو کھجور مارکیٹ میں تبدیل کر دیا گیا-------{2}

{1} منتھی الارادات ج2ص 21 {2} فتاویٰ مصطفیٰ زرقاء ص464

شیخ شہاب الدین ابن قدامہ رحمہ اللہ اس حادثہ پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس موقع پر صحابہ کرام کی خاصی تعداد موجود تھی مگر کسی صحابی کا بھی اس پر انکار منقول نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا حکم دیا اور صحابی رسول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جو مأمور تھے اس پر عمل فرمایا کیونکہ بیت المال کی رقابت وحفاظت کی مصلحت اسی میں تھی کہ اسے دوسری مسجد کے قبلہ میں رکھ دیا جائے۔

اس مذہب کی تائید دوسرے مذاہب سے بھی ہورہی ہے مثلاً علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "أنّــه اذاكــان الــطـريـق ضيّقا والـمسـجـد واسـعـاً لايـحـتـاج الٰى بعضه جازت الزيادة فى الطّريق من المسجد لأنّ كلّا منهما المصلحة العامّة"

{1}-----

"جب راستہ تنگ ہو اور مسجد میں وسعت پائی جاتی ہو تو اس کا کچھ حصہ راستے میں ڈال دینا جائز ہے کیونکہ دونوں میں مصلحت عامہ پائی جاتی ہے"۔

مالکی مذہب کی معروف کتاب حاشیۃ العدوی علی الخرشی کتاب الوقف میں مرقوم ہے أنّ مـاكـان اللّٰه فلابأس فيه أنّ يستعان ببعضهٖ فى بعض -------{2}

"جو اللہ تعالیٰ کے لیے وقف ہے اس کے بعض حصے کے ساتھ بعض میں استعانت کرنے سے کوئی حرج نہیں"۔

{1} ردالمحتار کتاب الوقف {2} فتاوی الزرقاء ص466

زمین سے اٹھا کر دوسری منزل میں مسجد کو رکھنا محض یُسر اور مصلحت کی بناء پر جائز قرار دیا گیا ہے جبکہ اہل علم سے کوئی بھی یہ قول نہیں رکھتا کہ نیچے کی چند منازل کو تجارتی مرکز یعنی شاپس اور سٹورز کے طور پر استعمال کیا جائے اور ان تمام کے اوپر مسجد رکھ دی جائے اندریں صورت نمازیوں کو وہاں تک آنے جانے میں دِقّت اور تکلیف کا سامنا ہوگا اور قلّت جماعت مصلّین کا بھی امکان ہے جو مسجد کی غرض وغایت اور اس کی مصلحت کے خلاف ہے اس مسئلہ کی تفصیلات کے لیے فتاویٰ مصطفیٰ الزرقاء طبعہ دار العلوم دمشق کا مطالعہ مفید رہے گا۔

عبدالرسول منصور ازھری

خطیب ریڈچ برطانیہ

19 ذوالحجہ 1425ھ 28 جنوری 2005ء

غلاف کعبہ کا شرعی حکم

قبلہ استاذ العلماء مفتی صاحب عرض خدمت ہے کہ غلاف کعبہ کے متعلق مختصر ارشاد فرمائیں کہ اس عمل کی ابتدا سب سے پہلے کس نے کی تھی اور شرعی طور پر اس کا کیا حکم ہے اللہ جل مجدہٗ آپ کا حامی وناصر ہو۔

سید محسن شاہ

ادارہ مصباح القرآن ساہیوال

ماشاء اللّٰہ لاقوّۃ الّا باللّٰہ

الجواب

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے شام کے قاضی القضاۃ امام تقی الدین سبکی شافعی متوفی 756ھ یوں رقمطراز ہیں

ان الکعبۃ بناھا ابراھیم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ولم تکن تکسیٰ من زمانہ الیٰ زمان تبّع الیمانی فھو اوّل من کساھا علی الصحیح وقیل ان اسماعیل کساھا ففی تلک المدۃ ولا نقول ان کسوتھا کانت واجبۃ لانھا لو کانت واجبۃ لما ترک الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام ولکن لما کساھا تبع وکان من الافعال الحسنۃ واستمر ذالک کان شعارالھا وصار حقالھا وواجبا لئلا یکون فی ازالتہ تنقیص من حرمتھا ونقول انہ تحرم ازالتہ ولا یمتنع ان یکون ابتدا

الشئ غیر واجب واستدامته واجبة ومرادی وجوب سترها دائماً لا بقاء کل سترة دائماً وتفصیل القول فی ذالک ان السترة التی تکساها من بیت المال تصیر مستحقة لها بکسوتها فلا یجوز نزعها للامام ولا لغیره حتیٰ تاتی کسوة اخریٰ فتلک الکسوة القدیمة مایکون حکمها قال ابن عبدان من اصحابنا لا یجوز بیعها ولا شرأها ولا نقلها ولا وضع شئ منها بین اوراق المصحف ......وقال ابن الصلاح الأمر فیها الی الامام یصرفها فی بعض مصارف بیت المال بیعاً وعطاء واحتجّ بماروی الأزرقی ان عمر رضی الله تعالیٰ عنه کان ینزع کسوة البیت کل سنة ویوزعها علی الحاج قال النووی وهٰذا حسن وابن عباس وعائشة قالا تّباع کسوتها ویجعل ثمنها فی سبیل اللّٰه والمساکین وابن السبیل --------{1}

''کعبہ معظّمہ بنایا تو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تھا مگر آپ کے زمانے سے لے کر شاہ یمن تبّع کے زمانے تک اس پر غلاف نہیں چڑھایا گیا صحیح روایت کے مطابق تبّع یمانی نے ہی اوّلاً اس پر غلاف چڑھایا ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کعبہ پر غلاف چڑھایا تھا پھر ان ادوار میں ہم یہ نہیں کہہ

{1} فتاویٰ سبکی شافعی ج 1 ص 270 طبعہ دار المعرفہ لبنان

سکتے کہ کعبے پر غلاف ڈالنا واجب تھا کیونکہ اگر یہ عمل واجب ہوتا تو انبیاء کرام علیہم السلام اسے ترک نہ کرتے مگر جب شاہ یمن تبع نے اس پر غلاف چڑھا دیا جو کہ مستحسن کاموں میں سے ایک کام تھا جس پر استمرار اور دوام ہونے لگا تو یہ کعبے کی عظمت کا نشان اور اس کا حق اور واجب قرار پایا تا کہ اس کے ازالے سے کعبے کی حرمت کی تنقیص لازم نہ آئے (گویا اب کعبے پر غلاف نہ ڈالنا اسکی عزت وحرمت کو کم کرنا ہوگا جو شرعاً ممنوع ہے)۔

پھر ہمارا یہ قول کہ اب کعبے سے غلاف اتارنا حرام ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک شے ابتداءً غیر واجب ہو مگر وہ اپنے دوام واستمرار سے واجب ہو جائے میری مراد یہ ہے کہ اب ہمیشہ کے لیے کعبے کو غلاف سے مستور رکھنا واجب ہے نہ یہ کہ ہر غلاف کو ہمیشہ رکھنا ضروری ہے اور اس مسئلہ پر ہمارے قول کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ وہ غلاف کعبہ جو بیت المال سے تیار کیا جاتا ہے وہ کعبے کے لیے مستحق اور اس کے لیے مختص ہو جاتا ہے وقت کے امام اور غیر امام کو اس کے اتارنے کی اجازت نہیں جب تک کہ دوسرا غلاف تیار ہو کر نہ آ جائے رہا یہ سوال کہ اس پرانے غلاف کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے ہمارے اصحاب شافعیہ سے امام ابن عبدان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کی خرید وفروخت اس کی نقل مکانی اور اسے قرآن مجید کے اوراق کے درمیان رکھنا بھی جائز نہیں مگر امام ابن الصّلاح کا قول ہے کہ یہ معاملہ امام کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے وہ اسے بیعاً یا ھدیۃً بیت المال کے مصارف میں صرف کرنے کا مجاز ہے امام نووی شارح مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے

ابن الصلاح رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ امام ازرقی رحمہ اللہ راوی ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہر سال بیت اللہ شریف کا غلاف اتار کر حجاج کرام میں تقسیم کر دیا کرتے تھے حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ غلاف کعبہ کو فروخت کر کے اس کی قیمت کو فی سبیل اللہ مساکین اور مسافرین پر صرف کر دیا جائے۔

عبدالرسول منصور ازھری

27 شعبان 1426ھ

یکم اکتوبر 2005ء

اسلام کے منسوخ اوامر و احکام

شیخ الحدیث قبلہ ازہری صاحب برائے کرم اسلام میں وہ تمام امور اور احکام بیان کردیں جن کے منسوخ ہونے پر علمائے اسلام نے اجماع واتفاق ظاہر کیا ہے اس کار خیر کے انجام دینے پر اللہ کریم آپ کو اجر عظیم سے مالا مال کرے۔

استفتاء از

الحاج محمد صادق علی نقشبندی

ٹیم ورتھ برمنگھم برطانیہ

بتاریخ 20 دسمبر 2005ء

ماشاء اللّٰہ لاقوّۃ الاّ باللّٰہ

الجواب

اس سوال کے جواب میں ان تمام امور واحکام شریعت کو واضح کیا جا رہا ہے جن کے منسوخ ہونے پر اہل علم کا اجماع ہے۔

1۔ استقبال بیت المقدس۔۔۔نماز پڑھتے وقت بیت المقدس کی طرف منہ کرنا منسوخ کردیا گیا--------{1}

2۔ نماز میں کلام کرنا۔۔۔ابتدائے اسلام میں نماز پڑھتے ہوئے کلام کرنا جائز تھا جو بعد میں منسوخ کردیا گیا۔--------{2}

{1} بخاری 4486 مسلم 525 ترمذی 340 حدیث حسن صحیح نسائی 60/2 ابن ماجہ 1010

{2} بخاری 4534 مسلم 539 ابوداؤد 949 ترمذی 405 نسائی 18/3 حدیث حسن صحیح

3۔ مسبوق کا حکم۔۔۔بعد میں آنے والا نمازی جماعت میں داخل ہونے سے پہلے نمازیوں سے پوچھتا کہ کتنی نماز پہلے پڑھی جاچکی ہے تو وہ ان کے بتانے پر پہلے وہ اتنی نماز پڑھ کر ان کے ساتھ جماعت میں شامل ہو جاتا اسے منسوخ کر دیا گیا---{1}

4۔ خوف کے وقت نماز کو ترک کر دینا۔اسے بھی بعد میں ترک کر دیا گیا{2}

5۔ منافقین پر نماز جنازہ پڑھنا۔۔۔اہل نفاق پر یہ نماز منسوخ کر دی گئی-{3}

6۔ تحریم زیارت قبور۔۔۔زیارت قبور کی تحریم مردوں اور عورتوں کے لیے منسوخ کر دی گئی--------{4}

7۔ کفر پر مرنے والے کفار کے لیے استغفار کا جواز۔۔۔یہ بھی بعد میں منسوخ کر دیا گیا--------{5}

8۔ دس محرم الحرام کے روزے کا وجوب۔۔۔یہ روزہ پہلے فرض تھا مگر بعد میں اس کی فرضیت منسوخ کر دی گئی--------{6}

9۔ پالتو گدھوں کے گوشت کا جواز۔۔۔ان کا گوشت کھانا بھی منسوخ کر دیا گیا---------{7}

{1} الاعتبار موسیٰ الحازمی ص 104 الروض الباسم ابن الوزیر صنعانی ص 133 ج 1۔

{2} بخاری 4533 مسلم 627 صلوٰۃ الخوف عن جابر رضی اللہ عنہ

{3} بخاری 1366 ترمذی 3097 نسائی 67/4 عن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

{4} مسلم 977 کتاب الجنائز ابو داؤد 3698 ترمذی 1054 نسائی 89/4۔

{5} بخاری 1360 مسلم 39/23 کتاب الایمان نسائی 90/4 عن مسیب بن حزن ترمذی 3101 حسن صحیح۔

{6} بخاری 1893 مسلم ابو داؤد 2442 ترمذی 753 ابن ماجہ 1733۔

{7} بخاری 1355 مسلم 1937 الصید والذبائح نسائی 203/7 ابن ماجہ 3192 عن براء ابن عاذب رضی اللہ عنہ۔

10۔ ہر بار مطلقہ سے رجوع کا جواز۔۔۔ پہلے عورت کو تین بار طلاق دے کر بھی مرد اس سے رجوع کر لیتا تھا جسے اللہ تعالیٰ نے الطلاق مرتٰن فرما کر منسوخ کر دیا--------{1}

11۔ بیوہ کی عدت ایک سال تھی۔۔۔ جسے بعد میں اللہ تعالیٰ نے 4 ماہ اور دس دن کے ساتھ منسوخ کر دیا--------{2}

12۔ شراب نوشی کا جواز۔۔۔ جسے بعد میں منسوخ کر دیا گیا--------{3}

13۔ ماہ رمضان میں رات کو کھانا اور جماع حرام تھا۔۔۔ اسے بھی منسوخ کر کے جائز قرار دے دیا گیا--------{4}

14۔ روزے اور کفارے میں اختیار دیا گیا تھا۔۔۔ جسے بعد میں منسوخ کر کے روزے کو فرض کر دیا گیا--------{5}

15۔ کفار کے ساتھ جہاد بالسّیف کی تحریم۔۔۔ اسے بھی بعد میں اللہ تعالیٰ نے منسوخ کر دیا--------{6}

{1} ابوداؤد 2195 عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ الروض الباسم ابن وزیر صنعانی ج 1 ص 134 طبعہ بیروت

{2} بخاری 453 عن ابن الزبیر و عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

{3} بخاری 4464 مسلم 1980 عن انس رضی اللہ عنہ

{4} بخاری 1915 ابوداؤد 2312 ترمذی 2968 نسائی 147/4 حسن صحیح۔

{5} بخاری 4507 مسلم 1145 ابوداؤد 2315

{6} ترمذی 3181 سورہ حج آیت 39 سورہ توبہ آیت 5

16۔ خطبہ جمعہ سے پہلے نماز پڑھنا۔۔۔حضرت مقاتل بن حبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے روز خطبہ سے پہلے عیدین کی طرح دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے حتی کہ ایک مرتبہ تو آپ نماز جمعہ پڑھ کر خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ حضرت دِحیہ بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کاروان تجارت لے کر مدینہ منورہ میں وارد ہوئے ان کی آمد پر اہل مدینہ دف بجا بجا کر ان کا استقبال کیا کرتے تھے تو لوگ مسجد نبوی سے اس گمان سے نکل گئے کہ خطبہ ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ کریمہ نازل فرمائی

وَإِذَا رَأَوْا تِجَـٰرَةً أَوْ لَهْوًا ٱنفَضُّوٓا۟ إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَآئِمًا ۚ

{1}--------

"جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا اس کی طرف چل دیے اور تمہیں خطبے میں کھڑا چھوڑ گئے۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے خطبے کو مقدّم اور نماز کو مؤخر فرمادیا-----{2}

17۔ بیت اللہ کے زائرین مشرکین سے قتال کی تحریم۔۔۔ابتدأ میں ایسے مشرکین سے قتال کرنا حرام تھا--------{3}

18۔ غیر نبی ﷺ پر نماز تہجد کا وجوب۔۔۔ امت کے حق میں اسے منسوخ کردیا گیا--------{4}(سال بھر صحابہ پر بھی یہ نماز فرض رہی پھر نفل کی صورت میں منسوخ ہوئی روایت عائشہ رضی اللہ عنہا)-------{5}

{1} سورہ جمعہ آیت 11 {2} الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار ابو بکر الحازمی المتوفی 584ھ۔

{3} سورت المائدۃ آیت 2 سورت توبہ آیت 28 {4} 746 {5} مسلم حاشیہ روض الباسم ص 136

19۔ تحریم رضاع میں دس مرتبہ دودھ پینے کا اعتبار۔۔۔شروع میں دس مرتبہ دودھ پینے سے رضا معتبر مانا جاتا تھا جسے بعد میں منسوخ کر دیا گیا--------{1}

20. غیر قرآن کی کتابت کی تحریم۔۔۔ابتداءً قرآن کے علاوہ حدیث کی کتابت کی حرمت تھی جسے بعد میں اٹھا دیا گیا--------{2}

21۔ اقرباء کے لیے وصیت کا وجوب۔۔۔اسے بھی اقربین کے حق میں منسوخ کر دیا گیا--------{3}

22۔ قرابت کے بغیر توارث ۔۔۔اسلام کے اول دور میں حلف اور بھائی چارے کی بناء پر بھی حق وراثت ملتا تھا جسے بعد میں منسوخ کر دیا گیا۔--------{4}

23۔ زانی مرد وعورت کو موت تک بند رکھنا۔۔ کا یہ حکم بعد میں منسوخ کر دیا گیا---------{5}

24۔ ایک مسلم کا دس کافروں کے ساتھ قتال کا وجوب۔۔۔پہلے ایک مسلم کا دس کافروں کے سامنے قتال کرنا واجب تھا جسے بعد میں منسوخ کر دیا گیا ارشاد باری تعالیٰ ہے اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰہُ عَنۡکُمۡ "اب اللہ تعالیٰ نے تم سے تخفیف کر دی"۔

25۔ چوتھی بار شراب نوشی کرنے والے کے قتل کا حکم۔۔۔ابتداء اسلام میں یہی حکم تھا مگر بعد میں اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔

{1} مسلم 1452 {2} مسلم 3003، بخاری 2434 {3} ترمذی 2121 حدیث حسن صحیح نسائی 247/6 ابن ماجہ 2712 صحیح الجامع 1788 سورۃ نساء آیت 7 {4} تفسیر ابن کثیر سورت انفال آیت 75

{5} مسلم 1690 الحدود ابن ماجہ 2550 روایت عبادہ بن صامت سورت نساء آیت 15

{6} الانفال: 65/66، بخاری 4653 {7} ابوداؤد 4482، ترمذی 1444، ابن ماجہ 2583، نسائی 314/8، بخاری 6778/9، مسلم 1676

26۔ زانی مردو عورت کو اذیت دینا۔۔۔یعنی انہیں گالی دینا جوتے مارنا شرم دلانا اس حکم کو بعد میں رجم اور کوڑوں کی سزا سے منسوخ کر دیا گیا-------{1}

27۔ زکوٰۃ نکالنے کے بعد بھی سونے چاندی کو خزانہ کرنیکی تحریم ۔۔۔بعد میں زکوٰۃ کے ادا کرنے کے بعد سونے چاندی کے خزانہ کرنے کی حرمت اٹھالی گئی--{2}

28۔ اشھر حرم میں کفار سے قتال کی تحریم۔۔۔ بعد میں اس تحریم کو بھی منسوخ کر دیا گیا---------{3}

29۔ مال غنیمت کی تقسیم سے قبل زائد تحفہ دینے کا جواز۔۔۔ جہاد کے ابتدائی دور میں ایسا کرنا منع تھا مگر سورۃ انفال کے نازل ہونے پر اس کو جائز قرار دیا گیا----{4}

30۔ سونے کی انگوٹھی پہننا۔۔۔اس کا جواز بھی منسوخ کر دیا گیا---{5}

31۔ مثلہ (ناک کان وغیرہ کاٹنا) کے جواز کا نسخ ۔۔۔انسانوں میں اس کا جواز منسوخ ہوا البتہ زکوٰۃ اور جزیہ کے جانوروں کو ہیہ کے علاوہ جسم پر گرم سلاخ سے نشان لگانا جائز اور مستحب ہے---------{6}

32۔ کتوں کو مار ڈالنے کا حکم۔۔۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

{1} تفسیر ابن کثیر سورۃ نساء آیت 16 الروض الباسم ج 1 ص 138۔

{2} ابن ماجہ 1787 صحیح سنن البانی 559 بخاری 1404۔

{3} تفسیر ابن کثیر سورۃ توبہ آیت 36۔

{4} ابوداؤد 2740 ترمذی 3089 حدیث حسن صحیح عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ 1748۔

{5} بخاری 6651 مسلم 2091 ابوداؤد 4218 نسائی 165/8 ابن ماجہ 4643 مسلم 2089 اللباس والزینۃ۔

{6} بخاری 5515 مسلم 1985 الصید والذبائح نسائی 238/7 ابوداؤد 2667 مسلم 2119۔

رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا مگر بعد میں آپ نے ان کے قتل کرنے سے منع فرما دیا---------{1}

33۔ انزال سے غسل کا وجوب ---جب تک انزال نہ ہو غسل واجب نہیں ہوتا یہ حکم بھی منسوخ ہوا اب دخول شرم گاہ سے بھی غسل واجب ہو جاتا ہے اس کے لیے انزال شرط نہیں ہے---------{2}

34۔ آگ سے مس کی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرنا---یہ حکم بھی منسوخ کر دیا گیا---------{3}

35۔ عورتوں کو مارنے کا حکم---حضرت ایاس بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی بندیوں کو ہرگز نہ مارو پھر آپ نے خطبہ حجۃ الوداع میں تادیب کے لیے مناسب حد تک انہیں مارنے کی اجازت دے دی۔

36۔ امام کا دو مقتدیوں میں کھڑا ہونا---یہ حکم منسوخ ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سوا دیگر تمام علماء کا موقف یہ ہے کہ دو مقتدی ہوں تو وہ امام کے پیچھے صف میں کھڑے ہوں گے-------{4}

37۔ سود صرف ادھار اور قرض والی چیز میں ہے حدیث اسامہ رضی اللہ عنہ میں ہے

{1} مسلم 1572 ابوداؤد 3846 عن جابر رضی اللہ عنہ الباسم ابن وزیر صنعانی ص 138

{2} بخاری 179 مسلم 342 بخاری 291 حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلم 348 الحیض۔

{3} مسلم 351 عن زید ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بخاری 207 عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلم 355

{4} مسلم 534/26 ابوداؤد 613 نسائی 84/2 شرح مسلم نووی 163/5 ان الاثنین یکونان صفا ور الامام

لا ربا الا فی النسئیۃ امام نووی نے شرح مسلم میں اس حدیث کو منسوخ کیا ہے

{1}---------

38۔ زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال میں حقوق واجب ہیں۔۔۔زکوٰۃ کے علاوہ مال میں سے حق کے واجب ہونے کو امام ابن وزیر صنعانی نے اپنی کتاب الروض الباسم میں منسوخ کہا ہے جبکہ اس کا وجوب بھی صحیح نہیں اور نسخ بھی کیونکہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ان فی المال حقا سوی الزکوٰۃ زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال میں حق ہے اور ابن ماجہ کی آپ سے ہی روایت ہے

لیس فی المال حقا سوی الزکوٰۃ" کہ زکوٰۃ کے سوا کوئی حق واجب نہیں' مگر اُصح یہ ہے کہ پہلا امام شعبی کا قول ہے مگر امام ترمذی نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور جدید محقق البانی نے بھی اس کی تضعیف کی ہے چنانچہ اس مسئلہ پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے استفادہ کرتے ہوئے فیصلہ دیا جاسکتا ہے آپ کا قول ہے کہ جس نے سونے چاندی کا خزانہ کیا اس کے لیے عذاب ہے مگر یہ زکوٰۃ کے فرض کے نازل ہونے سے پہلے تھا جب زکوٰۃ نازل کردی گئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے اموال کے لیے پاک کرنے والا بنادیا تو آپ نے اس وقت لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا ماابالی لوکان لی احد ذھبا اعلم عدہ وازکیہ واعمل فیہ

{1} بخاری 2178 مسلم 1596 نسائی 281/8 ابن ماجہ 257 شرح مسلم نووی 25/11

بطاعة الله---------{1}

"اب مجھے کوئی پرواہ نہیں اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی مال ہو تو میں اس پورے مال کی زکوٰۃ ادا کر کے پھر اس میں اللہ تعالیٰ کی طاعت و رضا پر عمل پیرا رہوں"۔

39۔ ماہ رجب میں ذبح کیا جانے والا جانور عتیرہ۔۔۔ابتداءً قربانی کے جانور کے ساتھ ماہ رجب میں بھی جانور ذبح کرنے کا حکم تھا یا ایها الناس ان علیٰ کل اهل البيت فی کل عام اضحية وعتيرة---------{2}

پھر اسے منسوخ کر دیا گیا---------{3}

40۔ عورتوں سے متعہ کرنا۔۔۔اس عارضی نکاح کی پہلے اجازت تھی----{4}

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے راوی ہیں کہ پھر یہ منسوخ کر دیا گیا------{5}

41۔ تین روزہ کے بعد قربانی کا گوشت رکھنے کی تحریم۔۔۔جسے بعد میں منسوخ کر دیا گیا---------{6}

{1} ابن ماجہ 1787 ترمذی 660/659 ضعیف الجامع البانی 1901

{2} ابوداؤد 2788 ترمذی 1518 نسائی 167/7 ابن ماجہ 3125

{3} بخاری 5374، مسلم 1976، الاضاحی ابوداؤد 2831، ترمذی 1512 ابن ماجہ 3168 عن ابی هریرۃ رضی اللہ عنہ

{4} بخاری 5117 مسلم 1405 عن جابر رضی اللہ عنہ

{5} بخاری 5115 مسلم 1407 ترمذی 1794 نسائی 125/6 ابن ماجہ 1961 عن علی رضی اللہ عنہ۔

{6} بخاری 5569 مسلم 1974 الاضاحی عن سلمہ ابن اکوع رضی اللہ عنہ

42۔ دو سال کے بعد دودھ پلانے سے نکاح کی تحریم۔۔۔ یہ تحریم بھی منسوخ کردی گئی اب تحریم نکاح دو سال تک دودھ پلانے میں ہے۔ --------{1}

عبدالرسول منصور الازہری

خطیب ریڈچ برطانیہ

{1} ترمذی 1152 صحیح الجامع البانی 7633 بخاری 247 مسلم 1455 الرضاع۔

کفار و مشرکین کے
بچوں کا شرعی حکم

مشرکین اور کفار کے نابالغ بچوں کے بارے شریعت اسلامیہ کا کیا حکم ہے کیا ان کو بھی عذاب ہوگا یا نہیں۔

سائل محمد امجد چشتی برمنگھم برطانیہ

13 جنوری 2005ء

ماشاء اللّٰہ لا قوّۃ الا باللّٰہ

الجواب

شارح مسلم امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 676ھ شرح مسلم میں اطفال مشرکین میں اہل علم کے اقوال کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دوسرا قول توقف ہے اور تیسرا قول جسے محقق علماء نے اختیار کیا وہ یہ ہے کہ وہ اہل جنت سے ہوں گے اس موقف پر مندرجہ ذیل دلائل سے تصدیق ہو رہی ہے۔

حدیثِ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام شاہد ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے آپ کو جنت میں دیکھا تو آپ کے آس پاس لوگوں کے بچے موجود تھے تو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اور مشرکین کے بچے بھی، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں مشرکین کے بچے بھی---------{1}

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہیں کہ آپ نے فرمایا سألت ربی اللاهین من ذرية البشر الا يعذبهم فأعطافيهم فهم

{1} صحیح بخاری 7047

خدم اهل الجنة---------{1}

''میں نے اپنے رب سے درخواست کی کہ وہ بنی آدم سے بچوں کو عذاب نہ دے تو اس نے درخواست کو قبول فرما لیا تو وہ اہل جنت کے خادم ہوں گے''

قرآن مجید کا ظاہری مفہوم بھی اس موقف کی تائید کر رہا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا ﴿۱۵﴾ -----{2}

''اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں''۔

اس موقف کے خلاف وارد ہونے والی احادیث کی تاویل کرتے ہوئے اہل علم نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے چنانچہ امام المحدثین شیخ نووی شافعی کی اس نقل سے ثابت ہوا کہ محققین کے قول پر اطفال المشرکین کو عذاب نہیں دیا جائے گا امام تقی الدین سبکی شافعی نے اس مسئلہ پر ایک مضبوط کتاب تالیف کر کے اسی قول کو پسند کیا ہے امام غزالی شافعی نے بھی اپنی کتاب ''القسطاس المستقیم'' میں یہی موقف اختیار کیا ہے وہ فرماتے ہیں وانت تعلم ان اللّٰه تعالٰى ينزل الصبيان اذاماتوا منزلاً من الجنّة دون منازل البالغين---------{3}

''اور تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں بچوں کو بالغوں سے کم درجہ پر رکھے گا''

قاضی ابو بکر بن العربی المالکی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''عارضۃ الاحوذی فی شرح للترمذی'' میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث کہ '' آپ نے جنت میں حضرت ابراہیم علیہ

{1} مجمع الزوائد الھیثمی 219/7 {2} الاسراء آیت: 15 {3} الروض الباسم الصنعانی ص 262

الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا'' قوی اور مضبوط ہے اور حدیث عصفور من عصافیر الجنۃ---------{1} ''جنت کی چڑیوں سے ایک چڑی ہے''

بھی ثابت ہے اور حدیث مبارک..........وهم من اباء هم--------{2}

''ان کے بچے ان کے آباء سے ہیں''

اس کی بھی تاویل واضح ہے کہ ان کے آباء کی طرح ان کا خون بھی رائیگاں جائیگا کہ دوران حملہ اگر کفار ومشرکین کا کوئی بچہ تمہارے ہاتھوں قتل ہوگیا تو تم پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا---------{3}

عبدالرسول منصور الازھری

20 جنوری 2005ء

برطانیہ

{1} صحیح مسلم 2662 {2} صحیح بخاری 3013/3012 = صحیح مسلم 2658

{3} الروض الباسم ج 1 ص 264

والدین کے لیے مال سے وصیّت کرنے کی فرضیّت کا نسخ

جناب حضرت مفتی صاحب دامت فیوضکم مندرجہ ذیل سوال کا جواب درکار ہے۔

والدین اور اقرباء کے لئے اپنے مال سے وصیت کرنا فرض اور کتاب اللہ کی نص قطعی سے ثابت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ---------{1}

''تم پر فرض ہوا جب تم میں کسی کو موت آئے اگر کچھ مال چھوڑے تو وصیت کر جائے اپنے ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں کے لئے''

تو کیا اس قطعی اور منصوص علیہ حکم کو نبی کریم ﷺ کے قول

لا وصیة لوارث---------{2}

''وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں'' سے منسوخ ماننا صحیح ہے؟

استفتاء از

مولانا سعید احمد اسعد فیصل آبادی پاکستان

13 ربیع الاول 1425ھ نزیل برطانیہ

{1} البقرۃ: 180

{2} بخاری کتاب الوصایا 188/316، ابوداؤد 2870، نسائی 3641

ماشاء اللّٰہ لاقوّۃ الّا باللّٰہ

الجواب

حنفی مجتہدین، فقہاء اور اصولیوں کے قطعی موقف کے مطابق نبی کریم ﷺ کی سنت صحیحہ ثابتہ قرآن کریم کے حکم کے لئے ناسخ ہوسکتی ہے یعنی سنت سے قرآن کا نسخ کرنا جائز اور ثابت ہے اس مسئلہ پر احناف کے مجتہد فقیہ مفسّر ومحدّث اور اصولی امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ ازدی طحاوی شافعی ثم حنفی صاحب معانی الآثار ﷫ متوفی 321ھ کا آئندہ سطور میں حتمی فیصلہ پیش کیا جارہا ہے امام طحاوی مصری اپنی مستند کتاب احکام القرآن میں رقمطراز ہیں

فرض اللّٰہ جلّ ثناء ہ الوصیّۃ فی کتابہ للوالدین والاقربین ......ثم نسخ ذالک علی لسان رسولہ ﷺ بقولہ لاوصیّہ لوارث ......فان قال قائل انما نسخ اللّٰہ عزّوجلّ بآیۃ المواریث قیل لہ مانسخ اللّٰہ عزّوجلّ بآیۃ المواریث کماذکرت لأنّ آیۃ المواریث اوجبت المواریث بعدالوصایاوالدیون ان کانت والوصایافقد کانت فی کتاب اللّٰہ عزّوجلّ للوالدین والاقربین فلم یکن فی آیۃ المواریث دلیل علیٰ نسخ الوصیّۃ للوالدین والاقربین لانہ قد یجوزان یکون قدجمع للوالدین بالآیتین المیراث والوصیۃ ولأنّ الذّی بہ علّمنانسخ الوصیۃ للوالدین

ووقفنا بہ علیٰ ذالک ھوقول رسول اللہ ﷺ لاوصیۃ لوارث،فثبت بماذکرناأنّ السنّۃقدتنسخ القرآن کماینسخ القرآن السنّۃ ---------{1}

''اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں والدین اورقریبی رشتہ داروں کے لئے وصیت کوفرض کیااورپھراس حکم کواپنے رسول ﷺ کی زبان پرآپ کے قول لاوصیّۃ لوارث سے منسوخ کردیا گیااوراگرکوئی شخص یہ کہے کہ اس حکم کوتو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں موجودآیت میراث سے منسوخ کیاہےتواس کاجواب یہ ہے کہ آیت میراث سے اس کومنسوخ نہیں کیا گیا کیونکہ آیہ میراث نے تووصایااوردیون (قرض)اگروہ میت کے ذمہ باقی ہوں ،کے بعدمواریث کوثابت کیاہے وصایاتووالدین واقربین کے لئے کتاب اللہ میں موجودتھیں اسی لئے والدین واقربین کی وصیت کے نسخ پرکتاب اللہ میں کوئی دلیل نہیں پائی جاتی البتہ یہ ممکن ہے کہ دوآیتوں میں والدین کے لیے میراث اوروصیت کوجمع کردیا گیاہو،بہرحال ہمیں اس چیزنے والدین کے لئے منسوخ ہونابتایااورجس ذریعے سے ہم اس پرمطلع ہوئے وہ لاوصیّۃ لوارث والاقول رسول ﷺ ہی ہےتوہماری مذکورہ دلیل سے ثابت ہواکہ سنت بھی کبھی قرآن کومنسوخ کردیتی ہے جیسا کہ قرآن مجیدسنت رسول ﷺ کومنسوخ کردیتاہے''اس کے بعدامام طحاوی علیہ الرحمۃ الرضوان مزیدفرماتے ہیں کہ اگرکوئی قائل یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ تواپنے حبیب سے ارشادفرماتاہے

{1}احکام القرآن ج1ص63طبعہ استانبول ترکی1995ء

قُلْ مَا يَكُونُ لِيٓ أَنْ أُبَدِّلَهُۥ مِن تِلْقَآئِ نَفْسِيٓ ---------{1}

''تم فرماؤ کہ مجھے نہیں پہنچتا کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں''

یہ آیت اس امر پر دلیل ہے کہ تبدیلی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوگی اور وہ تبدیلی قرآن ہی کرے گا سنت رسول ﷺ نہیں کر سکے گی

قيل له ومن قال لك ان الحكم الذى نسخ من القرآن ليس من قبل اللّه عزّوجلّ أوأنّ السّنّةليست عن اللّه عزّوجلّ بل هماعنه ينسخ بهماماشاء من القرآن كماينسخ منهماماشاء من القرآن---------{2}

''تو اسے یہ جواب دیا جائے گا کہ تجھے کس نے کہا ہے کہ قرآن مجید سے جو حکم منسوخ کیا گیا وہ اللہ عزوجل کی طرف سے نہیں تھا یا سنت رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ قرآن وسنت دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں وہ ان دونوں کے ساتھ قرآن سے جو چاہتا ہے منسوخ کر دیتا ہے جیسا کہ وہ ان دونوں میں سے جو چاہتا ہے قرآن سے منسوخ کر دیتا ہے''۔

عبدالرسول منصور الازھری

12 ذوالحجہ 1425ھ

{1} سورت یونس: 15 {2} احکام القرآن طحاوی ص: 64 ج 1

کیا موت عدم وفنا کا نام ہے؟

نیز ارفع واعلیٰ حیات اور اس کا مصداق

بحضور قبلہ ازھری صاحب مفتیٔ یورپ دام فیضہ' ایک مسئلہ کی وضاحت مطلوب ہے براہ کرم رقم فرما کر ممنون کریں۔ کیا موت محض عدم اور فنا کا نام ہے اور سب سے اعلیٰ وارفع حیات کونسی ہے اور اس کا اعلیٰ ترین مصداق کون ہے کتاب وسنت کی روشنی میں تحریر فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قاری عبدالرحیم قادری خطیب ٹپٹن برمنگھم

28 ربیع الاول 1426ھ

ماشاء اللّٰه لاقوۃ الاّ باللّٰه

الجواب

موت محض عدم اور فنا کا نام ہے یہ صرف کفار اور ان کے ہم نواؤں کا قول اور عقیدہ ہے جو عقل ونقل کے سراسر خلاف ہے عقل سلیم رکھنے والے حضرات یہ بات اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ انسان کی دو ہی حالتیں ہیں ایمان اور کفر، ہدایت وضلالت بلکہ وہ دو ہی جماعتوں میں منقسم ہے حزب الشیطان اور حزب الرحمٰن۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کفار اور ان کے ہم عقیدہ لوگوں کا نظریہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَتَوَلَّوْاْ قَوْمًا غَضِبَ ٱللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُواْ مِنَ ٱلْـَٔاخِرَةِ كَمَا يَئِسَ ٱلْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَـٰبِ ٱلْقُبُورِ ﴿١٣﴾ --------{1}

{1} سورۃ ممتحنہ :13

''اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہے وہ آخرت سے آس توڑ بیٹھے ہیں جیسے کافر آس توڑ بیٹھے ہیں قبر والوں سے''

کفار اور ان کے ہم خیال لوگوں کا یہی عقیدہ ہے کہ موت عدم اور فنا کا نام ہے اور اسی بنیاد پر وہ کہتے ہیں کہ میت (مردے) کے پاس جانے والا درحقیقت عدم اور فنا کی طرف جانے والا ہوتا ہے اور ایسا کرنے سے اس کو کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اور اس کا یہ عمل بے سود قرار پاتا ہے جبکہ یہ عقیدہ قرآن وسنت کے صریحاً خلاف ہے امت محمدیہ ﷺ کے عقلاء اور علماء کا قول ہے کہ موت وحیات دو صفتیں ہیں جو اپنے موصوف اور محل کے ساتھ قائم ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلْمَوْتَ وَٱلْحَيَوٰةَ --------{1}

''وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی''

چنانچہ زمین کی موت ہے اس میں نبات اور انگوری کا نہ ہونا اور اسکی حیات ہے اس میں نبات اور انگوری کا ہونا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَٱللَّهُ أَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَأَحْيَا بِهِ ٱلْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَآ ------{2}

''اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا تو اس سے زمین کو زندہ کر دیا اس کے مرنے کے پیچھے''

اسی طرح کافر کی موت کہ جسے ایمان کے بعد زندگی ملی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

{1} سورۃ ملک: 2 {2} سورۃ النحل: 65

أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَـٰهُ وَجَعَلْنَا لَهُۥ نُورًا يَمْشِى بِهِۦ فِى ٱلنَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُۥ فِى ٱلظُّلُمَـٰتِ -------{1}

''اور کیا وہ کہ مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لئے ایک نور کردیا جس سے لوگوں میں چلتا ہے وہ اس جیسا ہوجائے گا جو اندھیریوں میں ہے''۔

بہرحال حیوان میں عدم حرکت، نبات میں خشکی اور جماد میں اس کے متفرق ہونے کا نام موت ہے اور اس کی ضد کا نام حیات ہے یعنی حیوان میں حرکت، نبات میں سبزی اور جماد میں اس کے اجزاء کے تماسک اور اتصال کو حیات کا نام دیا جائے گا پھر ایک حیات وہ ہے جس میں صفت حیات کا اعتبار کیا گیا ہے اور ایک وہ حیات ہے جس میں صفت حیات کا اعتبار نہیں کیا گیا اسی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے مومن صالح اور انبیاء وآیات الٰہیہ پر یقین رکھنے والے کی حیات کو حیات طیبہ سے تعبیر کیا اور اس کے خلاف وبرعکس چلنے والے کو حیات طیبہ سے تعبیر نہیں کیا بلکہ اسے حیات کے سلسلے میں عام آدمیوں کے درجے میں رکھا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

مَنْ عَمِلَ صَـٰلِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُۥ حَيَوٰةً طَيِّبَةً ---------{2}

''اور جو اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان اسے زندگی جلائیں گے''

{1} انعام:122 {2} النحل:97

حیاتِ دنیا اور حیاتِ آخرت

اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کی نسبت سے ان کی حیات میں فرق کرتے ہوئے آخرت کی حیات کو ارفع و ارقیٰ قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَمَا مَتَـٰعُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا فِى ٱلْـَٔاخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٣٨﴾ --------{1}

''اور جیتی دنیا کا اسباب آخرت کے سامنے نہیں مگر تھوڑا''

وَمَا ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا فِى ٱلْـَٔاخِرَةِ إِلَّا مَتَـٰعٌ ﴿٢٦﴾ --------{2}

''اور دنیا کی زندگی آخرت کے مقابل نہیں مگر کچھ دن برت لینا''

ہمارے سابقہ بیان کے مطابق جب موت عدمِ حرکت اور حیات حرکت کا نام ہے تو کفار نے دنیا میں آنے سے قبل کو موت اور دنیا میں آ جانے کو حیات اور قبر میں جانے کو موت اور قبر سے اٹھنے اور جہنم میں داخل ہونے کو دوسری حیات سے تعبیر کرتے ہوئے کہا۔

رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ اِلىٰ خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ -------{3}

''اے ہمارے رب تو نے ہمیں دو بار مردہ کیا اور دو بار زندہ کیا اب ہم اپنے گناہوں پر مقر ہوئے تو آگ سے نکلنے کی بھی کوئی راہ ہے''

مندرجہ بالا آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی حیات کے

{1} توبہ:38 {2} الرعد:26 {3} مومن 11

ساتھ آخرت کی حیات کا بھی ذکر فرمایا ہے تو ایک ملحد اور مخالف دنیا کی حیات کے اقرار کے ساتھ آخرت کی حیات کا کیسے انکار کرسکتا ہے اور وہ بھی ایسی حیات جو دنیا کی حیات سے بھی کہیں ارفع واعلیٰ ہے پھر یہ بھی پیش نظر رہے کہ ان دو حیاتوں کے درمیان ایک لحظے کا بھی فرق وفصل نہیں بلکہ دنیا کی حیات سے آخرت کی حیات کی طرف انتقال میں اتصال بایں طور پایا جاتا ہے جیسے بیداری کا نیند، بھوک کا سیر شکمی، درد کا صحت، فقر کا غنیٰ، کفر کا ایمان اور رات کا دن کے ساتھ اتصال ہے تو کیا ان دو چیزوں کے درمیان کوئی فارق اور فاصل موجود ہے اللہ تعالیٰ نے موجودات کو متصل بنایا ہے اور ان کے مابین کوئی انفصال نہیں رکھا۔

موت وحیات اور ترقی وجود

واضح رہے کہ دلیل عقلی اور نقلی سے ثابت ہوتا ہے کہ موت وحیات تو ترقی وجود کا نام ہے

☆ عقلی دلیل:

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت جب کسی موجود کی ایجاد سے متعلق ہوتی ہے تو وہ وجود حیات میں دائماً ابداً ترقی کرتا ہے پھر اسے کسی قسم کا عدم لاحق نہیں ہوتا یہ بات ہر چیز میں اس کی شان کے مطابق پائی جاتی ہے بایں طور کہ اس کے وجود میں ترقی ایک حالت سے دوسری اعلیٰ حالت میں انتقال سے ہوتی رہتی ہے کیونکہ موجد حقیقی جل وعلا نے اسے اپنے کمال مقتضیٰ کے ساتھ ایجاد کیا ہے اور اس کے کمالات کی کوئی انتہا ہی نہیں کہ ہر کمال جو اس کے پاس موجود ہے اس سے اکمل کمال اس کے حضور پایا جاتا ہے۔

☆نقلی دلیل:

اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کو حیات کا نام دینے کے بعد ارشاد فرمایا

وَإِنَّ ٱلدَّارَ ٱلْأَخِرَةَ لَهِىَ ٱلْحَيَوَانُ ۚ لَوْ كَانُوا۟ يَعْلَمُونَ ﴿٦٤﴾ ----{1}

''بے شک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے کیا اچھا تھا اگر جانتے''

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے بھی ان دونوں حالتوں میں فصل وفرق کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

الناس نیام فاذاماتواانتبهوا

{2}--------

''لوگ نیند میں ہیں جب مرتے ہیں تو بیدار ہو جاتے ہیں''

جب دنیا کا حال موجودات کے درجات میں تفاوت پر مبنی ہے تو اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا کہ آخرت موجودات کے تمام احوال میں ارفع وارقیٰ ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے

ٱنظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ وَلَلْـَٔاخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَـٰتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا ﴿٢١﴾ --------{3}

''دیکھو ہم نے ان میں ایک کو ایک پر کیسے بڑائی دی اور بے شک آخرت درجوں سب سے بڑی اور فضل میں سب سے اعلیٰ''۔

{1} عنکبوت: 64 {2} فیض الوھاب ص139 ج6 مکتبہ القاھرہ مصر

{3} بنی اسرائیل 21

ہر مومن اور کافر کی حیات میں استمرار اور دوام ہے

قرآن مجید کی صریح آیات سے ثابت ہو رہا ہے کہ بنی آدم کی ارواح اپنے اجسام سے نکل کر جب حیاتِ دنیا سے حیاتِ آخرت کی طرف انتقال کرتی ہیں تو ہر مومن اور کافر کی حیات میں استمرار پایا جاتا ہے بایں طور کہ اس کی حیات میں کوئی فتور اور انفصال داخل نہیں ہوتا اور وہ اپنے مدارج و کمالات کی طرف ارتقاء پذیر رہتی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۖ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۖ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۲۹﴾ --------- {1}

''وہ کہ فرشتے ان کی جان نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے اب صلح ڈالیں گے کہ ہم تو کچھ برائی نہ کرتے تھے ہاں کیوں نہیں بے شک اللہ خوب جانتا ہے تمہارے کرتوت کو اب جہنم کے دروازوں میں جاؤ کہ ہمیشہ اس میں رہو تو کیا ہی برا ٹھکانا مغروروں کا''

اس آیہ مبارکہ میں کفار، منافقین اور گمراہوں کے حال کو بیان کیا گیا ہے کہ ان کی حیات دنیا کی حیات سے بھی اقوی اور ارقی ہے کہ وہ عذاب کی تمام تر انواع کا بھی شعور رکھتے ہیں چنانچہ یہ بات دنیا کے آلام و عذاب سے بھی زیادہ وسعت رکھتی

{1} النحل:29

ہے پھر اہل ایمان کا حال بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

ٱلَّذِينَ تَتَوَفَّىٰهُمُ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةُ طَيِّبِينَ ۙ يَقُولُونَ سَلَـٰمٌ عَلَيْكُمُ ٱدْخُلُوا۟ ٱلْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٢﴾ ---------{1}

''وہ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے ستھرے پن میں یہ کہتے ہوئے کہ سلامتی ہو تم پر جنت میں جاؤ بدلہ اپنے کیے کا''

محدّث مصر عبدربہ قلیوبی رحمہ اللہ کا بیان

علامہ ابن اثیر کی معروف کتاب جامع الاصول فی احادیث الرسول ﷺ کے شارح امام عبدربہ مصری قلیوبی رحمہ اللہ اس مسئلہ پر اظہار رائے کرتے ہوئے رقم طراز ہیں

فصريح القرآن أنّ حياة بني آدم بعد مفارقة الدنيا أحيامن حياة الدنيا اذ في الصحيح أنّ رسول ﷺ قال اذا مات أحدكم فانه يعرض عليه مقعده بالغداة والعشي فان كان من اهل الجنة فمن اهل الجنة وان كان من اهل النار فمن اهل النار ...... ولا يشعر بذالك ويدركه حقًا الّا من كان حيًا...... وناهيك بحديث اهل القليب قليب بدر وهو بعد أن انتهت المعركة وقتل فيها سبعون من صناديد قريش واسر مثلهم فجعل يمر ﷺ على الصرعىٰ ويقول لهم يا اهل القليب هل وجدتم ما وعد ربكم حقًا فقال عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ

{1} النحل 33

عـنـه اتـنـاجى مـوتـىٰ يارسول اللّٰه ﷺفقال ماانت بأسمع مـنهم ولكن لايجيبون ......فهاهم الكفاريخاطبهم صلوات اللّٰه عـليـه وآلـه وسـلـم لـعـلـمـه بحياتهم احيا من حياة الـدنيـا......اذا كـان هٰذافـى الـكـافـرأ فـلايكون فى الـمومن الـمـجـرّد الايـمـان أرقٰى وفى العبد الصالح ارقٰى منه وفى الـولـى ارقىٰ مـنــه وفـى الشهيـدارقٰى وارقٰى وفى الانـبيـاء والمرسلين اضعاف ذالک

خصوصاقال اللّٰه تبارک وتعالٰى

مَنْ عَمِلَ صَـٰلِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُۥ حَيَوٰةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿٩٧﴾ ---{1}

وقوله تعالٰى

وَلَلْـَٔاخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَـٰتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا ﴿٢١﴾-----{2}

لعلّک قد فهمت من حياة الآدميّين احيا حياة فيهم وارقاهاحياة الانبياء والمرسلين فمابالک بحياة سيّد المرسلين أليست أعمّ وأشمل وأوسع من حياة جميع الآدميّين --------{3}

{1}النحل:97{2}الاسراء:21{3} فیض الوهاب فی بیان اهل الحق ومن ضل عن الصواب ج6ص141مکتبۃ الدار القومیہ میدان الجیش مصر قاهره

''قرآن مجید کی نصوص سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس دنیا کو چھوڑنے کے بعد اولاد آدم کو جو حیات ملتی ہے وہ حیات دنیا سے بھی زیادہ ارفع واعلیٰ حیات ہوتی ہے حدیث صحیح میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مرتا ہے تو صبح وشام اس پر اس کی نشست پیش کی جاتی ہے وہ اہل جنت سے ہو تو اہل جنت کی نشست اگر وہ اہل نار سے ہو تو اہل جہنم کی نشست پیش کی جاتی ہے اس کا شعور وادراک وہی کر سکتا ہے جو زندہ ہوتا ہے نیز قلیب بدر میدان بدر میں ویران کنواں کا قصہ بھی صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ معرکہ ءبدر میں جب مسلمانوں کے ہاتھوں ستر کفار سرداران قریش قتل ہوئے اور اتنی ہی تعداد میں زندہ گرفتار کر لئے گئے تو آپ ﷺ اس ویران کنویں کے قریب سے گزرے جس میں ان کی نعشیں پڑی ہوئیں تھیں تو آپ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا اے کنویں والو کیا تم نے وہ وعدہ پالیا ہے جو تم سے تمہارے رب نے کیا تھا اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا مردوں سے خطاب کر رہے ہیں تو آپ نے ان سے فرمایا تم ان سے زیادہ نہیں سنتے صرف اتنی بات ہے کہ یہ جواب نہیں دے رہے ...... یاد رہے کہ یہ کفار ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ مخاطب ہیں کیونکہ آپ یہ جانتے تھے کہ ان میں حیات دنیا سے بھی زیادہ حیات موجود ہے جب کافر کا یہ حال ہے تو کامل الایمان مؤمن، پھر عبد صالح، پھر ولی، پھر شہید اور پھر انبیاء ومرسلین کا حال تو سب سے ارفع وارقی ہوگا اور خصوصاً اللہ تعالیٰ کا فرمان کتنا واضح ہے اور جو اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جلائیں گے اور ضرور انہیں ان کا نیگ دیں

گے جوان کے سب سے بہتر کام کے لائق ہوں۔اور بے شک آخرت سب سے بڑی اور فضل میں سب سے اعلیٰ''۔

آپ یقیناً سمجھ گئے ہوں گے کہ بنی آدم کی حیات میں سے ارقیٰ وارفع انبیاء ومرسلین کی حیات ہے تو آپ کی سید کائنات اورامام المرسلین ﷺ کی حیات کے متعلق کیا رائے ہوگی تمام اولاد آدم میں سب سے ارقیٰ واحسن واتم حیات آپ کی ذات مقدسہ کے ساتھ موجود ہے

ڈاکٹر زغلول النجار مصری زید مجدہٗ اور موت وحیات

دور حاضر کے مفسّر قرآن اور مصر کے بلند پایہ اسلامی محقق ڈاکٹر زغلول النجار تفسیر من اسرار القرآن میں اللہ تعالیٰ کے قول الّذی خلق الموت کے تحت لکھتے ہیں۔۔۔مات یہ فعل اپنے مشتقات اور تعریفات کے ساتھ 165 مرتبہ قرآن مجید میں وارد ہوا ہے پھر اس دوران موت کا لفظ 35 مقامات پر ذکر ہوا ہے حیات کی مفارقت اور جدائی کا نام موت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور قضاء کے ساتھ ہرحی (ہر وہ ایسی شئی جو حیات رکھتی ہے) کا حتمی اور قطعی انجام ہے اس سے بچنے اور اس میں تقدم وتأخر کرنے کی کسی میں بھی طاقت نہیں رب تعالیٰ نے اس کو اپنی تمام مخلوق پر نافذ اور فرض کردیا تا کہ اس کے خلود، دوام وبقاء اور اس کی مخلوق کے حدوث وفناء میں فرق کردیا جائے اور وہ اپنی تمام مخلوقات پر الوھیت ، ربوبیّت اور وحدانیتِ مطلقہ کے ساتھ منفرد وممتاز ہوجائے نیز اس ذات وحدہٗ لاشریک نے ہر ایک کو محدود اجل دے کر اس پر موت کو مسلّط کردیا تا کہ سب اس کے جلال وقہر کے

سامنے تذلل وخضوع بجالائیں۔

حیات کی مفارقت اور جدائی جبکہ وہ کامل طور پر موقوف ہو جائے تو اس کا نام موت ہے کیونکہ یہ حیات کی ضد اور اس کی نقیض ہے۔

يقال للحیّ مات، يموت، يمات، ميّت، اذا فارقته الحياة

''جب کسی حیّ سے حیات کی جدائی ہو جائے تو اسے میّت کہا جاتا ہے''

اور کبھی نیند کو بھی موت اصغر کہا گیا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَهُوَ ٱلَّذِي يَتَوَفَّىٰكُم بِٱلَّيۡلِ {1}--------

''اور وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے''

ٱللَّهُ يَتَوَفَّى ٱلۡأَنفُسَ حِينَ مَوۡتِهَا وَٱلَّتِي لَمۡ تَمُتۡ فِي مَنَامِهَاۖ فَيُمۡسِكُ ٱلَّتِي قَضَىٰ عَلَيۡهَا ٱلۡمَوۡتَ وَيُرۡسِلُ ٱلۡأُخۡرَىٰٓ إِلَىٰٓ أَجَلٖ مُّسَمًّىۚ

{2}---------

''اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مریں انہیں ان کے سوتے میں پھر جس پر موت کا حکم فرما دیا اسے روک رکھتا ہے اور دوسری ایک میعاد مقرر تک چھوڑ دیتا ہے''

{1} انعام:60 {2} زمر:42

ارباب تفسیر اور معنیٰ الّذی خلق الموت

ڈاکٹر النجار زغلول زید مجدہٗ لکھتے ہیں کہ اکثر مفسرین قرآن نے اس کا معنیٰ یہ کیا ہے اوجد الخلائق من العدم "جس نے عدم سے مخلوقات کو وجود بخشا" یہ حضرات صحابی رسول ﷺ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں

کان رسول اللّٰہ ﷺ یقول ان اللّٰہ اذلّ بنی آدم بالموت وجعل الدنیا دار حیاۃ ثم دار موت وجعل الآخرۃ دار جزاء ثم دار بقاء -------{1}

"رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو موت کے ساتھ عاجز اور ذلیل کر دیا اور دنیا کو دارِ حیات پھر دارِ موت بنا دیا اور آخرت کو دار جزاء، پھر دارِ بقاء بنا دیا"

اسی مقام پر کچھ مفسرین کرام نے متکلمین علماء میں موت کے وجودی اور عدمی کے اختلاف پر بھی بحث کی ہے بعض اہل کلام فرماتے ہیں کہ موت ایک موجود اور مخلوق حقیقت کا نام ہے جو حیات کی ضد ہے اور دیگر کچھ علماء فرماتے ہیں کہ موت وجودی نہیں بلکہ یہ ایک عدمی چیز ہے کہ جب حیات کا عدم ہوتا ہے تو حی مخلوق موت سے ہمکنار ہو جاتی ہے اس بنیاد پر خلق الموت میں خلق تقدیر کے معنیٰ میں ہوگا۔

{1} روایت ابن ابی حاتم

ای ان اللّٰہ خلق الحیاۃ لأنّھاامر وجودی وقدّرالموت بنھایۃ تلک الحیاۃ فاذاجاء اجل النّھایۃ انعدمت الحیاۃ

''یعنی اللہ تعالیٰ نے حیات کو پیدا فرمایا کیونکہ وہ ایک وجودی امر ہے اوراس حیات کے ختم ہونے پر موت کا اندازہ رکھا کہ جب اس انتہا کی اجل آئی تو حیات معدوم ہوگئی''

مگر جو موت کو حیات کی طرح وجودی امر مانتے ہیں تو وہ اس کا معنی یہ لیتے ہیں کہ حیات کی انتہاء پر اللہ تعالیٰ ایک ایسی شئی پیدا فرمادیتا ہے جسے موت کہا گیا ہے اور وہ بھی اپنا ایک وجود رکھتی ہے قیامت کے روز ذبح موت والی حدیث سے اس معنیٰ کی تائید بھی ہوتی ہے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں

یؤتی بالموت کھیئۃ کبش املح فینادی منادیااھل الجنۃ فیشرئبّون وینظرون فیقول لھم ھل تعرفون ھٰذافیقولون نعم ھٰذاالموت وکلّھم قد رأہ فیذبح ثم یقول المنادی یااھل الجنۃ خلودفلاموت ویااھل النار خلودفلاموت ثم قرأ رسول اللّٰہ ﷺقول الحق تبارك

وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ

{1}-------

''رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ موت کو سفید اور سیاہ مینڈھے کی شکل میں

{1} سورۃ مریم 39

لایا جائے گا اور ایک منادی ندا دے گا اے اہل جنت! تو وہ گردن اٹھا کر دیکھیں گے منادی ان سے کہے گا اس کو پہچانتے ہو تو وہ کہیں گے ہاں یہ موت ہے تو اسے سب کے سامنے ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر منادی کہے گا اے اہل جنت تم ہمیشہ رہو گے اب کوئی موت نہیں اور اے اہل نار تم ہمیشہ رہو گے اب کوئی موت نہیں پھر آپ نے یہ فرمان باری تعالیٰ ارشاد فرمایا......اور انہیں ڈر سناؤ پچھتاوے کے دن کا جب کام ہو چکے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور نہیں مانتے''-------{1}

موت وحیات مفسّر قرآن شیخ محمد متولّی شعراوی رحمہ اللہ کی نظر میں

اسلامی دنیا کے عظیم مفکّر اور مصر کے ممتاز عالم مفسّر قرآن علامہ محمد متولی شعراوی رحمہ اللہ اپنی معروف کتاب الحیات والموت میں ماھی الحیاۃ ''وہ حیات ہے کیا؟'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ حیات کا معنیٰ جاننے سے پہلے ہمیں یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حیات کو صرف جن اور انسان تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ حیات اس کائنات کے ہر فرد اور جزء میں موجود ہے ہمارے دل اور دماغ میں تو حیات حس اور حرکت کا نام ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اس جہان کی ہر شئی کا اپنے معاملے اور ذمہ داری کو ادا کرنے کا نام حیات ہے، ہم کہتے ہیں کہ انسان حیّ ہے کیونکہ وہ حرکت کرتا، چلتا اور بولتا ہے حیوان حی ہے کہ وہ حرکت کرتا ہے اور اس میں حس موجود ہے اور نبات (پودا) حی ہے کیونکہ وہ سانس لیتا ہے اس کے علاوہ باقی جہان

{1} صحیح بخاری وصحیح مسلم

کے بارے میں ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ وہ حی نہیں حالانکہ یہ صحیح نہیں بہر حال اس جہان میں حیات کا مفہوم ہمارے مفہوم سے یکسر مختلف ہے۔ اس وجود اور عالم میں چار اجناس پائی جاتی ہیں جمادات، نباتات، حیوانات اور انسان۔ ان میں ہر جنس دوسری جنس کی خدمت کر رہی ہے اور اپنے خصائص کے پاس رکی ہوئی ہے مثلاً جماد (ہر ٹھوس چیز جس میں زندگی نہ ہو) یہ نباتات، حیوانات اور انسانوں کی خدمت کر رہی ہے جس کے خصائص کا آخری خاصہ نموّ (ترقی پذیر اور بڑھنا) ہے یہ چیز ہمیں دریاؤں میں پائے جانے والے مونگا موتی میں نظر آتی ہے کہ اس میں نمو ہوتا رہتا ہے حالانکہ وہ جماد ہے جس میں صفت نمو نہیں ہوتی مگر ہر جنس کے اندر ترقی اور عروج پایا جاتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے ساتھ والی جنس کے خصائص کی ابتداء ہوتی ہے تو وہاں پر رک جاتی ہے چنانچہ جماد بھی اپنی ترقی میں نمو والے خصائص کے پاس جا کر توقف کر لیتا ہے اور نبات کی نسبت سے یہ پہلی خاصیت ہے پھر نبات نمو سے شروع ہوتی ہے اور حسّ کے پاس آ کر رک جاتی ہے چنانچہ ایک ایسی بوٹی بھی پائی جاتی ہے جس میں حس ہوتی ہے جب آپ اس کے قریب اپنی انگلی کریں تو وہ اپنے پتوں کو سمیٹ لیتی ہے اور حیوان جو حس سے شروع ہوتا ہے اور اس میں ترقی کرتے ہوئے عقل کے مبادی تک پہنچ جاتا ہے بندروں میں کچھ ایسے بندر بھی موجود ہیں جو ترقی کرتے ہوئے انسان کی تقلید کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں مگر محض نقل کی حد تک۔ اس کے بعد انسان آتا ہے جو اس جہان کا سردار اور اعلیٰ ترین فرد ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عقل کے نور سے ممیّز و مزیّن کیا کہ وہ سبحانہ تعالیٰ کے جہان میں تدبّر کرے اور آیات

خداوندی میں غور وفکر کرتے ہوئے رب العزت کے وضع کردہ منہج اور صراط مستقیم کی اتباع کرے ظاہراًاس میں یہی نظر آتا ہے کہ جماد میں کوئی حیات وحرکت نہیں مگر ہم اس طرف توجہ نہیں دیتے کہ جماد کی فطری ذمہ داری اسکی حیات کا تقاضا کررہی ہے آیئے! اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس حکم پر غور کرتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ------{1}

''ہر چیز فانی ہے سوااس کی ذات کے''

اس امر پر ہم یقین رکھتے ہیں کہ اس کائنات میں جس پر بھی لفظ شئی کا اطلاق ہوتا ہے وہ صور پھونکنے کے روز ہلاک ہونے والی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قول کل شئ کے تحت داخل ہونے کے اعتبار سے ہلاکت سے ہمکنار ہونے والی ہے نتیجۂ ہر شئی میں حیات ہے کیونکہ ہلاکت حیات کا عکس اور اس کا مقابل ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ------{2}

''کہ جو ہلاک ہو دلیل سے ہلاک ہو جو جئے دلیل سے جئے''

یہ آیہ مبارکہ ہمیں بتا رہی ہے کہ ہلاکت حیات کے مقابل ہے تو اللہ تعالیٰ کے قول کل شئی ھالک کا معنیٰ ہوگا کہ ہر شئی حیّ ہے جسے عنقریب ہلاک ہونا ہے سوا اس ذات مقدسہ کے۔------{3}

{1} قصص:88 {2} انفال:42 {3} الحیاۃ والموت ص28 مکتبۃ شعراویہ اسلامیہ مصر القاہرہ

شیخ شعراوی رحمہ اللہ کی اس بحث سے ثابت ہوا کہ جب ہم حیات کے متعلق بات کرتے ہیں تو اس کی بنیاد حس و حرکت ہوتی ہے کیونکہ ہم اسے اپنے آپ پر قیاس کرتے ہیں جب کہ ضروری بات یہ ہے کہ اس کائنات کی ہر شئی کی فطری ذمہ داری کی بنیاد پر اس کی حیات کو قیاس کیا جائے گا اس بنیاد پر جماد کے اندر بھی حیات ہے اور نبات اور حیوان کے اندر بھی۔ مگر ہر جنس اور فرد کی حیات اس کی اصل فطرت اور شان و حال کے مناسب ہے ہر شئی کی مناسبِ حال حیات پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد واضح دلیل ہے

وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِى ٱلْأَرْضِ وَلَا طَـٰٓئِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّآ أُمَمٌ أَمْثَالُكُم ۚ مَّا فَرَّطْنَا فِى ٱلْكِتَـٰبِ مِن شَىْءٍ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿٣٨﴾

{1}------

''اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرندہ کہ اپنے پروں پر اڑتا ہے مگر تم جیسی امتیں ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا پھر اپنے رب کی طرف اٹھائے جائیں گے''

وَإِن مِّن شَىْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِۦ وَلَـٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ

{2}------

''اور کوئی ایسی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے ہاں تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے''

ماھو الموت ''موت کیا ہے'' یہ وہ دوسرا عنوان ہے جس کے تحت شیخ

{1} انعام:38 {2} اسراء:44

شعراوی علیہ الرحمۃ نے موت اور اس کی حقیقت پر بحث کی ہے ذیل میں اسی بحث سے ایک اقتباس پیش کیا جارہا ہے آپ لکھتے ہیں

قبل ان نبدأ فی الحدیث عن الموت لابدّ ان نقول انّ الحیاۃ لیست ھٰذہ الحیاۃ الدنیا بل انھا الحیاۃ الاخرۃ ذلک ان اللّٰہ تعالیٰ عند ما خلق الانسان ونفخ فیہ من روحہ اعطاء الأبدیّۃ بمعنی ان کلّ من ولد وجاء الیٰ ھٰذہ الحیاۃ سیبقی خالدا مخلدا امافی الجنۃ واما فی النار حتی الطفل الصغیر الذی یموت وھوفی اوّل العمر سیبعث ویکون خالدا فی الجنۃ بل سیأخذ ابواہ معہ و یدخلھما الجنۃ ------{1}

ہم موت پر بات کرنے سے پہلے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حیات یہی حیات دنیا ہی نہیں بلکہ وہ حیات آخرت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب سے انسان کو پیدا کر کے اس میں اپنے روح کو پھونکا ہے تب سے ہی اسے ابدیت اور دوام بخشا ہے بایں معنیٰ کہ ہر وہ شخص جو پیدا ہو کر اس حیات میں آیا وہ اب ہمیشہ ہمیشہ یا جنت میں رہے گا یا دوزخ میں حتیٰ کہ وہ کم سن بچہ جو اوائل عمر میں ہی مرجاتا ہے اسے بھی قبر سے اٹھائے جانے کے بعد ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل کیا جائے گا بلکہ وہ اپنے ساتھ اپنے والدین کو بھی لے کر جنت میں ساتھ داخل کردے گا۔

{1} الحیوۃ والموت ص45

اللہ سبحانہ وتعالیٰ جب کسی بندے میں اپنی روح پھونک دیتا ہے تو اسے ابدیّت اور دائمیت بخش دیتا ہے وہ اس جہان میں اپنی حیات دنیا کے چند ایام یا سال گزار کر مرتا ہے تو قبر سے اٹھائے جانے کے بعد وہ آخرت کی ابدی حیات میں چلا جاتا ہے اور اپنے عمل وایمان کے مطابق جنت کے انعام یا پھر دوزخ کے عذاب سے ہمکنار ہوتا رہتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ یہ کا یہ قول شاہد ہے

وَإِنَّ ٱلدَّارَ ٱلْآخِرَةَ لَهِيَ ٱلْحَيَوَانُ ۚ لَوْ كَانُوا۟ يَعْلَمُونَ ﴿٦٤﴾ ------{1}

''اور بے شک آخرت کا گھر وہی سچی زندگی ہے کیا اچھا تھا اگر جانتے''

یعنی دار آخرت ہی حقیقی حیات ہے جس میں انسان نے رہنا ہے اور دنیا کی حیات تو بہت محدود ہے اس میں خواہ ہماری عمر کتنی ہی لمبی ہو جائے یہ تو انسان کے لئے امتحان کا گھر ہے جس میں کسی کو بھی دوام نہیں ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

ٱسْتَجِيبُوا۟ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ ------{2}

''اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے''

اس آیہ مبارکہ میں اہل ایمان سے خطاب ہو رہا ہے حالانکہ وہ احیاء (زندہ) ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے قول لما یحییکم ''جو تمہیں زندگی بخشے گی'' کا کیا معنٰی۔ صاف ظاہر ہے کہ تمہاری یہ حیاتِ دنیا، حیاتِ خالدہ (ہمیشہ رہنے والی زندگی) نہیں ہے بلکہ یہ تو دارِ امتحان ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے منہج اور قانون کے سلسلے میں انسان کا امتحان

{1} عنکبوت:64 {2} انفال:24

لیا جارہا ہے کہ وہ اس کی اتباع کر کے جنت میں جاتا ہے یا اس کی مخالفت کرتے ہوئے دوزخ کی راہ لیتا ہے۔

اصلاً اس کائنات میں حیات ہے اور موت تو ایک گزرنے والا مرحلہ ہے

والموت ليس اصيلاً في هٰذاالكون ولكنه مرحلة عابرة نحن في عالم الذر كنااموا تاً جئنا الى الدنيا احياء ثم نموت مرة اخرٰى ثم نبعث ولذالك يقول الحق سبحانه وتعالىٰ

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢٨﴾

{1}------

"اس جہان میں اصلاً و بالذات موت نہیں موت تو گزرنے والے ایک مرحلے کا نام ہے جب ہم عالم ذرّ (حضرت آدم کو پیدا کرنے کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے ان کی پشت سے ان کی تمام اولاد کو ان کے سامنے ظاہر کردیا) میں تھے تو مردہ تھے جب اس دنیا میں آئے تو زندہ، پھر دوسری بار موت سے ہمکنار ہوں گے پھر اٹھائے جائیں گے اسی لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے بھلا تم کیونکر خدا کے منکر ہو گے حالانکہ تم مردہ تھے اس نے تمہیں جلایا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں جلائے گا پھر اسی کی طرف

{1} بقرۃ:28، الحیاۃ والموت ص48

پلٹ کر جاؤ گے چنانچہ انسانی حیات کو چار مراحل میں تقسیم کیا گیا ہے پہلا مرحلہ عالم ذرّ میں موت، دوسرا مرحلہ دنیا میں حیات، تیسرا مرحلہ حیاتِ برزخ میں موت، اور چوتھا مرحلہ جنت یا دوزخ میں ہمیشہ کی حیات۔

معنیٰ موت اور تفسیر صفوۃ التفاسیر

مکہ مکرمہ اُم القریٰ کے ممتاز اسلامی مفکّر مفسّر قرآن علامہ محمد علی الصابونی استاذ کلیہ شرعیہ ودراسات اسلامیہ جامعہ ملک عبدالعزیز موت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں

قال العلماء ليس الموت فناءً وانقطاعاً بالكلية عن الحياة وانما هو انتقال من دار الى دار ولهذا ثبت فی الصحيح أن الميت يسمع ويرٰی ويحسّ وهو فی قبره وتولّٰی عنه اصحابه وانه يسمع قرع نعالهم "------{1}

والذی نفسی بيده ما انتم باسمع لما اقول منهم لكنهم لا يجيبون------{2}

فالموت هو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقتها للجسد

اہل علم کا قول ہے کہ موت کلیۃً حیات سے انقطاع اور فناء کا نام نہیں بلکہ وہ تو ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف انتقال کا نام ہے اسی لئے صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ میت قبر میں بھی سنتا، دیکھتا اور محسوس کرتا ہے اور جب اس کے دوست

{1} بخاری و مسلم {2} صفوۃ التفاسیر 3 ص 363

واقرباء واپس ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز بھی سنتا ہے دوسری حدیث میں وارد ہے آپ ﷺ نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو بات میں ان سے کہہ رہا ہوں تم اسے ان سے زیادہ نہیں سن رہے لیکن یہ جواب نہیں دیتے''

بہر حال بدن کے ساتھ جو روح کا تعلق ہے اس کے انقطاع اور جسم سے اس کی مفارقت اور جدائی کا نام موت ہے۔

عبدالرسول منصور الازہری

11 ربیع الثانی 1426ھ

20 مئی 2005ء

جرابوں پر مسح کا شرعی حکم

سیدی استاذی المکرّم دام فیضہٗ چمڑے کے موزوں کی طرح دور حاضر میں پہنی جانے والی جرابوں پر مسح کا شرعی حکم کیا ہے فقہ اسلامی کی روشنی میں وضاحت فرما کر ممنون کریں اللہ کریم آپ کا حامی و ناصر ہو۔

استفتاء از

محمد بلال اشرفی قادری

صدر ادارہ منہاج القران

برمنگھم برطانیہ

بتاریخ 30 جنوری 2006ء

ماشاء اللّٰہ لاقوۃ الاباللّٰہ

الجواب

دین اسلام جو خاتم الانبیاء ﷺ پر نازل کیا گیا اس میں ہر دور کے انسانی تقاضوں کی تکمیل کا اہتمام رکھا گیا ہے اس میں یاایھاالناس کہہ کر تمام انسانیت کو اس کے دائرہ کار میں داخل کر کے اس کی ہدایت اور فلاح و بقاء کی ضمانت دی گئی ہے اور دین فطرت ہونے کے اعتبار سے ہی اس کی جملہ تعلیمات اور احکام شرعیہ میں ہر زمان و مکان کے انسان کے لیے یُسر اور سہولت کا خاص خیال رکھا گیا ہے چمڑے کے موزوں پر مسح کرنے اور مخصوص مدت تک پاؤں نہ دھونے جبکہ پاؤں کا وضو میں دھونا نص قطعی سے بطور فرض ثابت ہے کا مسئلہ ہی لیجئے یہ بھی دفع حرج اور رفع ضرر کے

لیے رکھا گیا ہے امام برھان الدین ابوالمعالی محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ حنفی بخاری متوفی 616ھ اس سلسلے میں رقم طراز ہیں المسح علی الخفین انماشرع لدفع الحرج--------{1}

''موزوں پر مسح بھی حرج وتکلیف کو دور رکھنے کے لیے جائز رکھا گیا ہے''

آئندہ سطور میں جرابوں پر مسح کے مسئلہ پر قدرے تفصیل سے بحث کی جارہی ہے۔

جراب کا لغوی معنی

لغت عرب کی معروف کتاب المصباح میں مرقوم ہے کہ جَورب فوعل کے وزن پر معرّب لفظ ہے اس کی جمع جَوارِبَہ ہے اور کبھی اس کے آخر سے ھا کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے صاحب مصباح نے جَورب کا معنی اور اس کی تعریف کو بیان نہیں کیا کیونکہ یہ بدیہی اور معروف المعنی ہے اور بدیہیات کی تعریف نہیں کی جاتی القاموس اور شرح القاموس جو لغت عرب میں مستند اور حجت تسلیم کی جاتی ہیں ان کتابوں میں جورب کا معنی لفافۃ الرِّجل ''پاؤں پر چڑھا ہوا لفافہ'' بیان کیا گیا ہے نیز لسان العرب میں بھی اس معنٰی کا ذکر ہے امام ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں الجورب غشاء آن للقدم من صوف یتّخذ للدّفاء

''اون سے بنے ہوئے دو پردے جنہیں قدم گرم رکھنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے''

امام خطاب المالکی رحمہ اللہ کتاب التوضیح میں فرماتے ہیں

الجورب ماکان علیٰ شکل الخفّ من کتّان اوقطن اوغیر ذالک

{1} المحیط البرھانی ج1 ص341 طبع مجلس علمی کراچی

"جراب کا معنی ہے جو موزے کی شکل پر سنی کے کپڑے اور روئی وغیرہ سے بنی ہو"

امام البھوتی الحنبلی رحمہ اللہ الرّوض المربّع میں فرماتے ہیں

الجورب مایلبس فی الرِّجل علیٰ ھیئة الخف من غیر الجلد

"چمڑے کے علاوہ موزے کی شکل پر جو پاؤں میں پہنی جاتی ہے اسے جراب کہتے ہیں"

امام بدرالدین العینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

الجورب ھوالّذی یلبس اھل البلاد الشّامیة الشدیدة البرد وھویتّخذ من غزل الصوف المفتول یلبس فی القدم الیٰ مافوق الکعب --------{1}

"جراب وہ ہے جسے لوگ شدید سردی میں واقع ہونے والے شامی شہروں کے لوگ پہنتے ہیں وہ کتی اور بٹی ہوئی اون سے بنائی جاتی ہے اور اسے قدم میں ٹخنے سے اوپر تک پہنا جاتا ہے"

امام حلبی رحمہ اللہ شرح المنیر میں رقمطراز ہیں

الجورب مایلبس فی الرّجل لدفع البرد ونحوہ ممّالا یسمّیٰ خفّاولا جرموقا "جراب وہ ہے جسے سردی وغیرہ دور کرنے کے لیے پاؤں میں پہنا جاتا ہے اور اسے موزے اور جرموق کا نام نہیں دیا جاتا"

جرموق کے متعلق فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ وہ ایک چھوٹا موزہ ہی ہوتا ہے

{1} المسح علی الجوربین جمال الدین قاسمی ص70

جسے موزوں کے اوپر پہنا جاتا ہے اسے موق کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے

{1}--------

چنانچہ لغت عرب کی معروف اور مستند کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جراب چمڑے کے علاوہ مطلقاً پاؤں میں پہنے جانے والے اس لفافے اور غلاف کا نام ہے جس میں منعّل (وہ جراب جس کے نیچے چمڑا لگا ہوا ہو) یا غیر منعّل ہونا شرط نہیں۔

جراب کی اصطلاحی تعریف

دور حاضر کے عظیم فقیہ مسلم محقق علامہ ابوبکر جابر الجزائری جراب کی فقہی اور اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

ان یکونا ساترین لمحلّ الفرض وان یکونا سمکین لا یبد وا بشرۃ من تحتھا--------{2}

''جو محل فرض (پاؤں کا وہ حصہ جس کا دھونا فرض ہے اس) کو ڈھانپ لیں اور گاڑھی اور موٹی ہوں کہ ان کے نیچے سے پاؤں کی کھال نظر نہ آئے''۔

جراب پر مسح اور قرآن مجید سے استدلال

جرابوں پر مسح کے جواز کی اصل قرآن مجید میں آیت وضو میں مسح کے عموم سے ثابت ہو رہی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے وامسحوا برؤسکم وارجلکم

{1} المسح علی الجوربین جمال الدین قاسمی ص 70 {2} منھاج المسلم ص 180

ارجلکم میں قرأت جر کی صورت میں اس کا عطف رؤسکم پر ہو تو ظاہراً پاؤں کا مسح کرنا ہی فرض ثابت ہوتا ہے اور یہ قرأت حضرت ابن عباس، حضرت انس، حضرت عکرمہ، امام شعبی، امام جعفر صادق اور دیگر ائمہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنھم سے مروی ہے ان حضرات کے مذہب پر آیہ مبارکہ کا معنی اور مفہوم یہ ہوگا کہ پاؤں پر بلا واسطہ یا ان پر پہنے ہوئے موزوں جرابوں یا انہیں گرم رکھنے والے لفافوں پر مسح کرنا واجب ہے اور یہ وجوب قرأت جر کا مفاد ہے چنانچہ یہ آیت سنت رسول ﷺ کا بھی ماخذ قرار دی جا رہی ہے۔ جبکہ جمہور علماء کے نزدیک قرأت نصب کی صورت میں پاؤں کا دھونا فرض ہے یہ اختلاف شرح معانی الآثار اور دیگر احادیث کی کتب میں تفصیل سے پڑھا جا سکتا ہے۔

جراب پر مسح اور حدیث سے استدلال

مسح جراب کے جواز پر متعدد احادیث مرفوعہ مروی ہیں یہاں پر صرف دو حدیثوں کا ذکر کیا جا رہا ہے اس حدیث کے عموم اور اطلاق سے جرابوں پر مسح کرنے کا جواز ملتا ہے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ راوی ہیں

حدثنا یحی بن سعید عن ثور عن راشد بن سعد عن ثوبان رضی اللہ عنہم قال بعث رسول اللہ ﷺ سریّۃ فأصابھم البرد فلمّا قدموا علی النّبی ﷺ شکوا الیہ ما أصابھم من البرد فامرھم أن یمسحوا علی العصائب والتّساخین--{1}

{1} سنن ابوداؤد والمسند 275/5 طبعہ المکتب الاسلامی

''حضرت ثوبان ﷜ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فوجی دستہ روانہ کیا۔ جنہیں دوران جہاد سردی کا سامنا کرنا پڑا جب وہ دستہ واپس آیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سردی کی شکایت تو آپ نے انہیں پگڑیوں اور پاؤں اور جرابوں کو گرم رکھنے والے موزوں اور جرابوں وغیرہ پر مسح کرنے کا حکم دیا''۔

امام ابن اثیر نھایہ میں لکھتے ہیں کہ حدیث میں وارد لفظ عصائب سے مراد پگڑیاں ہیں کیونکہ ان کے ساتھ ہی سر کو باندھا جاتا ہے اور تساخین سے مراد موزے جرابیں یا ان کی مثل ہر وہ چیز جس سے پاؤں کو گرم رکھا جاتا ہے اس ارشاد نبوی ﷺ سے دین میں رکھے ہوئے اس یُسر (آسانی) کی طرف اشارہ ہو رہا ہے جس سے یہ استفادہ کرنا امت مسلمہ کا حق قرار دیا گیا ہے کہ شدید ضرورت اور حرج کے لاحق ہونے پر عزیمت کی جگہ رخصت پر عمل کرنا بھی شارع علیہ السلام کی نظر میں جائز اور مستحسن کام ہے۔

فقہ حنفی اور مسح جراب

مذہب حنفی کے امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ﷜ کے موقف پر بھی جرابوں پر مسح کرنا جائز اور ثابت ہے مگر شروط کے طور پر کہ وہ مجلّد ہوں جن کے اوپر نیچے چمڑا لگا ہوا ہو یا منعّل جن کے صرف نیچے چمڑا لگا ہوا ہو اس کے علاوہ آپ کسی قسم کے جرابوں پر مسح کرنے کے قائل نہ تھے جب کہ آپ کے دور حیات میں آپ کے معروف اور قریب تر تلامذہ امام ابو یوسف متوفی 182ھ اور امام محمد شیبانی متوفی 189ھ چمڑے کے علاوہ ان موٹی جرابوں پر بھی مسح کے قائل تھے۔

جن سے پاؤں کی جلد دکھائی نہ دیتی ہو خواہ وہ کسی بھی مادے سے تیار شدہ ہوں اس مسئلہ پر فقہ حنفی کی مستند کتاب الھدایہ سے اقتباس ملاحظہ ہو شیخ الاسلام ابوالحسن علی بن عبدالجلیل المرغینانی رحمہ اللہ متوفی 593ھ فرماتے ہیں

قالا لایجوز اذاکانا ثخینین لاشفان لماروی أن النبی ﷺ مسح علیٰ جوربیہ ولانہ یمکن المشی فیہ اذاکان ثخیناوھو ان یستمسک علی الساق من غیرأن یربط بشئ فأشبہ الخفّ وعنہ انہ رجع الیٰ قولھما-------{1}

''امام ابویوسف اور امام محمد کا قول یہ ہے کہ جب جرابیں اتنی موٹی ہوں کے ان کے اندر سے پاؤں کی کھال دکھائی نہ دے تو ان پر مسح کرنا جائز ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے یہ روایت ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی جرابوں پر مسح کیا تھا نیز ان کے موٹے ہونے کی صورت میں ان میں آسانی سے چلنا بھی ممکن ہے اور ان کی موٹائی کی حد یہ ہے کہ وہ کسی چیز سے باندھے بغیر پنڈلی پر ٹھہر سکیں اندریں صورت وہ موزے کی مشابہہ ہوں گی جبکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی قطعاً ثابت ہے کہ آپ نے اپنی عمر کے آخری ایام میں ان حضرات کے قول پر رجوع کر لیا تھا اب صاحبین کے قول پر ہی فتویٰ دیا جاتا ہے چنانچہ دور حاضر میں پاؤں کو ہر طرح کی تکلیف اور ضرر سے بچانے اور بالخصوص سرد ممالک میں سردی کے موسم میں انہیں گرم رکھنے کے لیے جس طرح کی جرابیں بنائی اور پہنی جاتی ہیں اگر وہ اتنی موٹی اور گاڑھی ہوں کہ ان سے پاؤں کی جلد

{1} الھدایہ باب المسح علی الخفین

دکھائی نہ دیتی ہو تو رفع حرج اور تحصیل منفعت کے لیے ان پر موزوں کی طرح مسح کرنا دین اسلام میں رکھی ہوئی یُسر و سہولت کے پیش نظر صحیح اور جائز قرار پاتا ہے۔

اخبرنا ابن خزیمة قال حدثنا محمد بن رافع قال حدثنا زید بن الحباب قال حدثنا سفیان عن ابی قیس الأودی عن حزیل بن شرحبیل عن المغیرة بن شعبة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه ان رسول اللّٰه ﷺ توضّأ ومسح علی الجوربین والنّعلین

''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور جرابوں اور جوتوں پر مسح فرمایا'' --------{1}

اس حدیث کا اسناد صحیح اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں یہ حدیث صحیح ابن خزیمہ رقم 198 کے تحت مذکور ہے اسے ابن ابی شیبہ 188/1 احمد بن حنبل 252/4 ابوداؤد 159 ترمذی 99 ابن ماجہ 559 نسائی التحفہ 493/8 نے بھی تخریج کیا ہے امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے نیز اسے امام طحاوی مصری نے شرح معانی الآثار 97/1 امام طبرانی نے 996/20 اور امام ابوبکر بیہقی نے السنن الکبریٰ 283/1 میں حضرت سفیان سے کئی طرق کے ساتھ تخریج کیا ہے امام الدولابی رحمہ اللہ کتاب الکنیٰ والاسماء 181/1 میں حضرت ازرق بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہیں حدث لاحق ہوا۔

{1} صحیح ابن حبان رقم الحدیث 1338 طبعہ موسسۃ الرسالہ

فغسل وجهه ويديه ومسح على جوربين من صوف فقلت اتمسح عليهما فقال انهما خفان ولكن من صوف

''تو آپ نے اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ دھوئے اور اونی جرابوں پر مسح کیا میں نے عرض کیا آپ ان پر مسح کر رہے ہیں تو آپ نے کہا یہ دونوں موزے ہیں البتہ اونی ہیں''

امام ابن المنذر رحمہ اللہ المجموع ج 1 ص 499 میں امام نووی شافعی سے نقل کرتے ہیں اور علامہ ابن القیم حنبلی تہذیب السنن 121/1 میں رقمطراز ہیں کہ جرابوں پر مسح نبی کریم ﷺ کے نو صحابہ سے مروی ہے جن کے اسماء گرامی قدر یہ ہیں

- حضرت علی المرتضی
- حضرت عمار بن یاسر
- حضرت ابومسعود انصاری
- حضرت انس
- حضرت عبداللہ بن عمر
- حضرت البراءُ
- حضرت بلال
- حضرت عبداللہ بن ابی اوفی
- حضرت سھل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

امام ابوداؤد نے ان اسماء میں حضرت ابوامامہ، حضرت عمرو بن حریث حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھم کا بھی اضافہ کیا ہے۔

یہ سعید بن میسّب، عطاء، حسن بصری، سعید بن جبیر النخعی، اعمش، ثوری حسن بن صالح، عبداللہ بن مبارک، امام زفر، امام احمد، امام اسحاق، امام ابوثور، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول بھی ہے اس مسئلہ پر ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ 188/1=189 اور مصنف عبدالرزاق

784/783/774/773/745/781/779/778/777/776/775/7

احسان فی تقریب ابن حبان ص 168۔مجمع الزوائدرقم حدیث 381ج 1ص582 کتاب الطہارۃ

امام اعظم کے رجوع کی روایت

اور امام الکاسانی رحمہ اللہ متوفی 587ھ

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک کپڑے وغیرہ کی موٹی جرابوں پر مسح کے جواز اور صاحبین کے قول پر آپ کے رجوع کرنے کے سلسلے میں امام ابوبکر کاسانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں

وان کان ثخینین لایجوز عندابی حنیفۃ وعند ابی یوسف و محمدیجوز وروی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہانہ رجع الیٰ قولھمافی آخرعمرہ وذالک انہ مسح علیٰ جوربیہ فی مرضہ ثم قال لعوّادہ فعلت ماکنت امنع الناس منہ فاستدلوابہ علیٰ رجوعہ ثم قال احتجّ ابویوسف ومحمد بحدیث المغیرۃ بن شعبۃ عن النبی ﷺتوضّأ ومسح علی الجوربین ولأن الجوازفی الخف لرفع الحرج لمایلحقہ من المشقّۃ بالنزّع وھٰذاالمعنی موجود فی الجورب --------{1}

”اوراگر جرابیں موٹی ہوں تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک

ان پرمسح جائز نہیں مگر امام ابو یوسف اور محمد کے نزدیک جائز ہے امام اعظم رحمہ اللہ سے یہ روایت بھی ملتی ہے کہ آپ نے اپنی عمر کے آخری حصہ میں صاحبین کے قول پر رجوع کرلیا تھا کہ آپ نے مرض کی حالت میں اپنی جرابوں پر مسح کیا اور اپنی تیمارداری کرنے والوں سے کہا کہ میں نے وہ کام کیا ہے جس سے میں لوگوں کو منع کیا کرتا تھا آپ کے اس قول سے آپ کے رجوع پر دلیل ملتی ہے پھر امام ابو یوسف اور امام محمد نے جرابوں پر مسح کے جواز کے لیے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے دلیل لی ہے کہ آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور اپنی جرابوں پر مسح کیا اور دوسری دلیل یہ ہے کہ موزے پر مسح کا جائز ہونا رفع حرج اور دفع ضرر کے لیے رکھا گیا ہے کہ اس کے اتارنے سے مشقت اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو یہ معنٰی اور علت جرابوں کے اندر بھی موجود ہے۔

روایت رجوع اور امام جلال الدین خوارزمی رحمہ اللہ

فی الکافی قال ابو حنیفة رحمه اللّٰه عزّوجلّ اولا لا یجوز المسح علی الثّخینین لان مواظبة المشی فیه غیر ممکن فصار کالرّقیق ولما مرض قال لعوّاده فعلت ما کنت منعت عنه فاستد لّوا علیٰ رجوعه ویجوز المسح علی الجوارب اللّبدیة وعن ابی حنیفة انه لا یجوز قالوا لو شاهد ابو حنیفة رحمه اللّٰه صلابتها لافتی

{1} بدائع صنائع امام کاسانی باب مسح خفین = مسح علی الجوربین القاسمی شامی ص 87

بالجواز وفی زاد الفقهاء والصحيح من المذهب جواز المسح على الخخفاف المتخذة من اللّبود التركيّة

{1}--------

''کتاب الکافی میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ابتدا میں موٹی اور گاڑھی جرابوں پر مسح کو جائز نہ سمجھتے تھے کہ ان میں لگا تار چلنا ممکن نہیں لھذا یہ باریک جراب کی طرح ہوں گی مگر جب آپ بیمار ہوئے تو آپ نے تیمارداری کے لیے آنے والوں سے کہا کہ میں نے وہی کام کیا جس سے میں منع کرتا تھا آپ کے اس قول سے اہل علم نے آپ کے رجوع سے استدلال کیا ہے نیز نمدہ سے بنی ہوئی جرابوں پر بھی مسح جائز ہے جبکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ایسی جرابوں پر بھی مسح کو جائز نہ سمجھتے تھے مگر اہل علم کا قول ہے کہ اگر امام موصوف رحمہ اللہ نمدہ سے بنی ہوئی جرابوں کی صلابت اور سختی کا مشاہدہ کر لیتے تو ان پر مسح کے جواز کا فتویٰ صادر فرماتے اور زاد الفقھاء میں ہے کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ ترکی نمدہ سے بنے ہوئے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے''۔

شمس الائمہ امام سرخسی اور روایت رجوع

ذكر الشيخ الامام شمس الائمة السرخسي رحمة الله تعالىٰ عليه فی شرحه حكی انّ أباحنيفة رحمه الله مسح علىٰ جوربيه فی مرضه الذی مات فيه وقال لعواده

الکفایۃ الھدایہ ص 140 ج 1 طبعہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان۔

فعلت ماکنت امنع الناس عنه قال رحمة الله تعالیٰ علیه استد لّوابه علیٰ رجوعه الیٰ قولهما-------{1}

"شمس الائمہ شیخ ابوبکر سرخسی رحمہ اللہ متوفی 438ھ اپنی شرح میں ذکر کرتے ہیں کہ یہ حکایت کی گئی ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے دوران مرض جس میں آپ کا وصال ہوا تھا اپنی جرابوں پر مسح فرمایا اور اپنی مزاج پرسی کے لیے آنے والوں سے فرمایا میں نے وہی کام کیا جس سے میں لوگوں کو منع کیا کرتا تھا اس بات سے اہل علم نے دلیل لی ہے کہ امام موصوف نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کرلیا تھا۔

مفسّر قرآن محدّث شام امام القاسمی اور روایت رجوع

لایخفی عن الرخص الماثورة عن النبی ﷺ هی نعمة عظمیٰ فی کلّ حال وعلیٰ ای حال وانمایظهر تمام نعمة تشریعهافی بعض الاحوال مثل رخصة المسح علی الجوربین فی ایام البرد واوقات السفر وحالات المرض اوتشقق القدم اوقشف الرّجلین اوتورّ مهما مایعرض کما امر النبی ﷺ السریة الّذین شکواالیه ماصابهم من البرد ان یمسحواعلی العصائب والتساخین کماقدمناوتقدم عن البدائع للکاسانی ان اباحنیفة رضی الله تعالیٰ عنه رجع الی قول ابی یوسف ومحمدفی مسح علیٰ الجوربین

{1} المحیط البرہانی ج1 ص344 طبع مجلس علمی کراچی پاکستان

فی آخـر عمره ورجوع ابی حنیفة رضی الله تعالیٰ عنه من فـضله وانصافه وللمجهتدین من تغیّر الاجتهاد والرجوع الیٰ مـافیـه قوة وسـداد مـاعـرف عـنهـم اجمعین وعد من مـنـاقبهم ومن اکبر العبر فی هٰذه القصةقصة رجوع الامام ابی حنیفة رضی اللّٰه عنه --------{1}

''یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اسلامی شریعت میں جو رخصتیں نبی اکرم ﷺ سے منقول ہیں وہ ہر حال میں نعمت عظمیٰ ہیں ان کی تشریح کی حکمت اور نعمت ہونے کا پورا اظہار بعض احوال میں ہی ہوتا ہے مثلاً جرابوں مسح کی رخصت کی نعمت کا پورا احساس اوقات سفر، سردی کے ایام، پاؤں کے پھٹنے سوجنے اور حالات مرض میں ہی ہوتا ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس فوجی دستے کو جس نے سردی لگنے کی شکایت کی تھی پگڑیوں اور جرابوں پر مسح کرنے کا حکم دیا تھا بدائع صنائع میں امام کاسانی سے نقل کیا جاچکا ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے آخر عمر میں جرابوں پر مسح فرما کر امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول پر رجوع کرلیا تھا آپ نے حالت مرض میں اپنی جرابوں پر مسح کیا اور اپنی عیادت کے لیے آنے والوں سے کہا پہلے میں اس عمل سے لوگوں کو منع کیا کرتا تھا اس فقرے سے آپ کا رجوع ثابت ہوتا ہے امام اعظم موصوف رضی اللہ عنہ کا رجوع کرنا جہاں آپ کے فضل وانصاف کا عکاس ہے وہاں مجتہدین کرام کے اجتہاد کے تغیر وتبدل ہونے کا بھی بیّن ثبوت ہے۔ جس میں زیادہ قوت

{1} المسح علی الجوربین جمال الدین قاسمی ص 94 طبعہ مصباح القرآن ساہیوال پاکستان۔

اوراصابت پائی جائے اس کی طرف رجوع کرنا ائمہ اجتہاد سے معروف ومنقول ہے اوراس چیز کوان حضرات کے مناقب ومحاسن سے شمار کیا گیا ہے اس سلسلے میں ایک بڑی عبرت امام موصوف علیہ الرحمۃ کا مسح جراب کے مسئلہ پر رجوع کا قصہ بھی بیان ہے

مفسّر قرآن ڈاکٹر وھبہ زحیلی شامی اور مسح جراب

انه رجع الیٰ قول صاحبین فی آخر عمره ومسح علیٰ جوربیه فی مرضه وقال لعوادة فعلت مامنعت فاستد لوا به علیٰ رجوعه وقال الصاحبان وعلیٰ رأیهما الفتویٰ فی المذهب الحنفی یجوز المسح علی الجوربین اذاکان ثخینین لایشفّان (لایریٰ ماورأهما)لأن النبی ﷺمسح علیٰ جوربیه ولانه یمکن المشی فی الجورب اذاکان ثخیناکجوارب الصوف الیوم به تبیّن أن المفتیٰ به عندالحنفیة جواز المسح علی الجواربین الثخینین بحیث یمکن المشی علیهافرسخافأکثر ویثبت علی الساق بنفسه ولایریٰ ماتحته ولایشف --------{1}

''امام اعظم ﷺ نے اپنی آخر عمر میں صاحبین کے قول پر رجوع فرمالیا تھااور حالت مرض میں اپنی جرابوں پر مسح کیا تھااوراپنی تیمارداری کے لیے آنے والوں سے کہا کہ میں اس فعل سے منع کرتا تھااس سے آپ کے رجوع پر دلیل لائی جاتی ہے صاحبین

{1} الفقہ السلامی ورأدلتہ ج1 ص497 طبعہ دار الفکر دمشق

کا قول ہے اور اسی پر مذہب حنفی میں فتویٰ دیا جاتا ہے کہ جب جرابیں موٹی ہوں اور نیچے سے پاؤں دکھائی نہ دیتا ہو تو ان پر مسح کرنا جائز ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی جرابوں پر مسح فرمایا ہے نیز موٹی جراب پہن کر چلنا بھی ممکن ہے جیسا کہ آجکل اون سے بنائی جانے والی جرابوں میں یہ خاصیت موجود ہے اس سے ظاہر ہوا کہ حنفیوں کے نزدیک مفتیٰ بہ یہ ہے کہ جب جرابیں اتنی موٹی ہوں کہ ان میں فرسخ تین میل کا فاصلہ یا اس سے زیادہ تک چلنا ممکن ہو سکے اور وہ پنڈلی پر ٹھہر سکیں اور ان کے نیچے سے پاؤں کی جلد دکھائی نہ دیتی ہو تو ان پر مسح کیا جا سکتا ہے"۔

فقیہ الاحناف شیخ سعد الصاغرجی شامی اور مسح جراب

ویجوز المسح علی الجوربین الثخینین اذا کان لا یشفان وھو قول ابی یوسف ومحمد والیه رجع الامام وعلیه الفتویٰ لما روی المغیرة من شبعة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال توضا النبی ﷺ ومسح علی الجوربین والنعلین قال الخطابی قوله والنعلین ھوان یکون قد لبس النعلین فوق الجوربین وقد أجاز المسح علی الجوربین جماعة من السلف وذھب الیه نفر من فقھاء لا مصار منھم سفیان الثوری واحمد واسحاق فالجوارب الرقیقة لا یصح المسح علیھا لان الجورب فی عرف السلف ما کان متخذا للدف وتسخین الرجلین وھو الثخین المتخذ من

الصوف--------{1}

"موٹی جرابوں پر مسح جائز ہے جب ان کے نیچے سے پاؤں کی کھال دکھائی نہ دیتی ہو یہ امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے اور اسی قول پر امام اعظم ﷺ کا رجوع بھی ثابت ہے اور اسی قول پر فتویٰ بھی ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ ﷺ راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا اور جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا امام خطابی فرماتے ہیں نعلین کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے جرابوں کے اوپر نعلین پہن رکھی تھیں جرابوں پر مسح کو اسلاف کی ایک جماعت نے جائز قرار دیا ہے اور معروف شہروں کے کچھ فقہاء کا بھی یہ مذہب ہے مثلاً سفیان ثوری احمد بن حنبل اور حضرت اسحاق رحمھم اللہ تعالیٰ مگر باریک جرابوں پر مسح جائز نہیں کیونکہ سلف صالحین کے عرف اور اصطلاح میں جراب کا مطلب یہ ہے جو پاؤں گرم رکھنے کے لیے بنائی گئی ہو وہ اون سے بنی ہوئی موٹی جراب ہی ہو سکتی ہے"۔

خلاصہء بحث مذکور

انسان کی حقیقی فلاح ونجاح اور اس کی ابدی راحت وسعادت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسلامی شریعت میں اتنی وسعت وبرکت اور یُسر وسہولت رکھی ہے کہ ہر دور کا انسان اس سے انتفاع کر کے اپنی حقیقی منزل سے ہمکنار ہو سکتا ہے کیونکہ اسلامی شریعت کا دائرہ کسی زمانے یا کسی ملک وقوم تک محدود نہیں اسلامی شریعت قیامت تک آنے

{1} الفقہ الحنفی وادلتہ شیخ الصاغرجی شامی ج1 ص97

والے انسانوں کے لیے ہے دنیا کے جس براعظم اور جس ملک اور خطہ میں بھی مسلمان موجود ہیں ان کے لیے اسلامی شریعت لازم العمل ہے اسلامی شریعت کی یہی ہمہ گیری اور زمانی ومکانی وسعت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس میں ہر طرح کے حالات سے نبرد آزما ہونے اور تیزی سے بدلتے ہوئے حالات میں رہنمائی کی صلاحیت ہو بہر حال دور حاضر کے حالات، مسائل اور مشکلات اس بات کے متقاضی ہیں کہ اضطرار، ضرورت، حاجت، رفع حرج اور رفع ضرر کے شرعی اصولوں کی تحقیق اور حد بندی کی جائے کتاب وسنت میں یہ بات بار بار واضح کی گئی ہے کہ دین اسلام میں تنگی نہیں اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اسلامی قانون کے اندر اسی یُسر وسہولت کے پیش نظر شارع علیہ السلام نے وضو میں پاؤں کو ایک خاص وقت تک دھونے کی بجائے ان پر لگے موزوں پر مسح کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ تاکہ امت کو حرج اور ضرر سے بچایا جا سکے اسی طرح آپ ﷺ نے وضو کرتے ہوئے اپنی جرابوں پر بھی مسح فرمایا بلکہ ان پر مسح کرنے کا اپنے صحابہ کو بھی حکم دیا جیسا کہ مسند احمد 277/5 اور سنن ابی داؤد 146 میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ ایک فوجی دستے نے واپسی پر آپ ﷺ سے سرد موسم سے پہنچنے والی تکلیف کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ پگڑیوں اور پاؤں کو گرم رکھنے والے لفافوں پر مسح کریں اس حدیث کا اسناد صحیح اور اس کے رجال ثقہ ہیں ابوعبداللہ حاکم نے مستدرک 169/1 میں اسے صحیح قرار دیا ہے امام ذھبی شافعی نے بھی حاکم کی موافقت کی ہے جن لوگوں نے اس حدیث کے راوی راشد بن سعد اور ثوبان کے درمیان

انقطاع سے تعلیل وتنقید کی ہے وہ مردود ہے کیونکہ راشد بن سعد کی تقریباً 18 سال تک حضرت ثوبان ﷺ سے ہم عصری رہی ہے پھر انہیں کسی محدث نے بھی تدلیس کے ساتھ یاد نہیں کیا بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے التاریخ الکبیر 292/3 میں ان کا حضرت ثوبان ﷺ سے سماع قطعی قرار دیا ہے اس سلسلے میں نصب الرایہ 165/1 کا مطالعہ مفید رہے گا۔

مغیرہ بن شعبہ ﷺ والی حدیث کے بعد ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ موزوں کی طرح جرابوں پر مسح کرنا 9 سے زائد صحابہ اور بہت سے تابعین اور فقہاء کے قول وعمل سے ثابت ہے پھر جرابوں کا مجلد یا منعل ہونا بھی کوئی شرط نہیں یہ شرط امام اعظم کا پہلا قول تھا جس سے آپ نے رجوع فرمالیا اندریں صورت فقہاء احناف کے نزدیک امام ابویوسف اورامام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق ہی فتویٰ دیا گیا ہے کہ جراب جس مادے (Material) سے بھی تیار کی گئی ہو مگر اتنی موٹی اور گاڑھی ہو کہ اس کے نیچے سے پاؤں کی جلد دکھائی نہ دے تو اسے بھی موزے کی طرح بار بار اتارنے میں حرج اور مشقت ہے اس حاجت اور مشکل کے پائے جانے پر ایسی جرابوں پر بھی مسح کیا جا سکتا ہے یورپی ممالک جہاں عموماً موسم سخت سرد رہتا ہے اور ہر جگہ گرم پانی کا ملنا بھی مشکل ہو جاتا ہے اور ٹھنڈے پانی کے استعمال سے پاؤں کو مختلف قسم کی ضرر اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو بالخصوص ان حالات اور ممالک میں ایسی جرابوں پر مسح کرنا ائمہ احناف کے نزدیک صاحبین امام ابویوسف اور امام محمد کے قول پر عمل پیرا ہونا عقل ونقل کے عین مطابق ہے اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کے لیے محدث شام جمال الدین قاسمی کی عربی کتاب المسح علی الجوربین طبعہ ادارہ مصباح القرآن پاکستان کا مطالعہ انتہائی مفید ثابت ہوسکتا ہے۔

عبدالرسول منصور الازہری

صلوٰۃ التراویح

کی شرعی حیثیت

امیر شرعی کونسل آف برطانیہ قبلہ ازھری صاحب قیام رمضان یعنی صلوٰۃ تراویح کی شرعی حیثیت تفصیل سے تحریر فرما کر ممنون کریں اور اللہ جل مجدہ آپ کے علم اور قلم میں برکات کا نزول فرمائے۔

حافظ منیر احمد صابر ازہری

ووسٹر ٹاؤن برمنگھم

7 رمضان المبارک 1426ھ

ماشاء اللّٰہ ولاقوۃ الّا باللّٰہ

الجواب

صلاۃ تراویح مذاھب اربعہ کے فقہاء کے اقوال

مذھب شافعی:

امام تقی الدین ابوالحسن السبکی شافعی رحمہ اللہ متوفی 756ھ لکھتے ہیں کہ امام ابوعلی طبری شافعی نے اپنی مشہور کتاب الایضاح میں قیام رمضان کو سنت مؤکدہ قرار دیا ہے یونہی امام البندنیجی نے الذخیرہ اور امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں بھی تراویح کو سنت مؤکدہ لکھا ہے امام حلیمی شافعی فرماتے ہیں ذلك صلاته يعنى ألنبیﷺبهم جماعة على ان القيام

فی شهر رمضان يتأكد حتى يداني الفرائض ------{1}

نبی اکرم ﷺ کا صحابہ کرام کو یہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھانا اس امر کی دلیل ہے کہ ماہ رمضان میں یہ قیام سنت مؤکدہ ہے اور فرائض کے قریب پہنچا ہوا ہے چنانچہ امام ابن تلمسانی نے شرح التنبیہ میں امام نووی نے نھایۃ الاختصار میں صلاۃ ضحیٰ صلاۃ تہجد کے ساتھ تراویح کو بھی سنت مؤکدہ قرار دیا ہے امام قاضی ابوالطیب شافعی فرماتے ہیں کہ تراویح ان نمازوں میں شامل ہے جن کے لئے جماعت مسنون ہے بلکہ اس کی جماعت زیادہ مؤکد ہے۔

مذہب حنفی:

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ پر تین روایات منقول ہیں ان سے ایک روایت یہ ہے جسے صاحب المختار نے ذکر کیا ہے

روى اسد بن عمرو عن الامام ابی یوسف رضی الله عنه قال سئلت ابا حنيفة رضى الله عنه عن التراويح وما فعله عمر رضى الله عنه فقال التراويح سنة مؤكده ولم يخرجه عمر من تلقاء نفسه ولم يكن فيه مبتدعا ولم يأمربه الّا عن اصل لديه وعهد من لدن رسول الله ﷺ ولقد سن عمر رضى الله عنه هذا وجمع

{1} اشراق المصابیح فی صلاۃ التراویح فتاوی السبکی ج1 ص155

الـنـاس علی ابی کعب رضی اللّٰه عنه وصلّاها جماعة متـواتـرون فهـم عثـمـان وعـلـی وابن مسعود وطلحـه والـعـبـاس وابـنـه والـزبيـر ومـعـاذ وأبیّ وغیر هم من الـمهـاجرين والانصار رضی اللّٰه عنهم اجمعين ومارد عليه واحد منهم بل ساعد وه ووافقوه وامروا بذالک

{1}-----------

"اسد بن عمر و امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے نماز تراویح اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کے بارے سوال کیا تو آپ نے فرمایا تراویح سنت مؤکدہ ہے اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے پیدا کیا اور نہ ہی وہ اس عمل میں کسی بدعت کے مرتکب ہوئے بلکہ اس کے حکم کی بھی ان کے پاس ایک بنیاد تھی اور خود رسول اللہ ﷺ سے اس عمل کا ثبوت ملتا ہے البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عمل کو مسنون قرار دیتے ہوئے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جمع فرما دیا تھا۔ پھر نماز تراویح کو جن حضرات نے تواتر کے ساتھ پڑھا ان میں چند نام یہ ہیں حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت طلحہ، حضرت عباس، حضرت عبد اللہ ابن عباس، حضرت زبیر، حضرت معاذ اور حضرت ابی بن کعب اور دیگر مہاجرین وانصار

فتاوی السبکی ج1 ص156

رضوان اللہ علیہم اجمعین ان حضرات سے کسی ایک نے بھی اس عمل کی تردید نہیں کی بلکہ سب نے اس عمل کی ترویج میں کوشش کی اور اس پر اتفاق ظاہر کیا

عن الحسن عن ابی حنیفۃ رضی اللّٰہ عنہ انہ قال القیام فی شہر رمضان سنۃ لا ینبغی ترکھا ------{1}

''امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا قیام رمضان سنت ہے جس کا ترک کرنا اچھا نہیں امام ابو عبد اللہ السرخی رحمہ اللہ المبسوط میں حضرت حسن سے راوی ہیں کہ امام موصوف ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے ان التراویح سنۃ لایجوز ترکھا تراویح ایسی سنت ہے جس کا ترک کرنا جائز نہیں امام العتابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اما السنن فمنھا التراویح وانھا سنۃ مؤکدۃ والجماعۃ فیھا واجبۃ-----{2}

''تراویح سنت مؤکدہ میں شامل ہے اور اس کی جماعت واجب ہے

امام سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تراویح کی مشروعیت پر تمام امت کا اتفاق ہے اھل قبلہ سے آج تک کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا امام ابو جعفر طحاوی مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں قیام رمضان واجب علی الکفایۃ لانھم اجمعوا علی انہ لا یجوز للناس تعطیل المساجد عن قیام رمضان---{3}

{1} فتاوی السبکی ج1 ص 157 {2} جوامع الفقہ کتاب الفضل3 {3} فتاوی السبکی ج1 ص 157

رمضان کا قیام واجب علی الکفایہ ہے کیونکہ اہل علم نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ قیام رمضان کے سلسلے میں مساجد کو غیر آباد کرنا لوگوں کیلئے جائز نہیں

مذہب مالکی:

اہل مدینہ منورہ زادھا اللّٰه شرفا وکرامۃ کا معمول یہ ہے کہ وہ رمضان المبارک میں انتالیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے ایک مرتبہ امیر مدینہ نے ان رکعات کے کم کرنے کے سلسلے میں امام مالک رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو آپ نے اسے منع فرما دیا مالکی فقہ کے امام حضرت ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قیام رمضان رسول اللہ ﷺ کی سنتوں میں شامل ہے------{1}

مذہب حنبلی:

شیخ موفق ابن قدامہ رحمہ اللہ اپنی معروف کتاب المغنی میں فرماتے ہیں

صلاة التراويح وهى سنة مؤكدة واول من سنها رسول اللّٰه ﷺ

"نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے سب پہلے اسے رسول اللہ ﷺ نے مسنون کیا تھا

مذاہب اربعہ کے علاوہ امام لیث بن سعد مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر تمام لوگ اپنے اہل وعیال سمیت اپنے گھروں میں قیام رمضان کریں اور مسجد کو ترک

{1} فتاوی السبکی ج 1 ص 157

کردیں کہ وہاں کوئی بھی یہ عمل نہ کرے تو ایسا کرنا قطعاً مناسب نہیں بلکہ ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ گھروں سے نکل کر مسجدوں میں قیام رمضان کریں کیونکہ مسجد میں قیام رمضان کو ترک کرنا کسی صورت میں جائز نہیں ------{1}

وہ احادیث وآثار جن سے علماء نے استناد کیا

عن ابی هريرة رضی اللّٰه عنه ان رسول الله ﷺ قال من قام رمضان ايمانا واحتسابا غفر له ماتقدم من ذنبه متفق عليه

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے ایمان اور اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھتے ہوئے رمضان کا قیام کیا اس کے پہلے صغیرہ گناہ معاف کردیے گئے''

وعن عائشة رضی اللّٰه عنها ان رسول الله ﷺ خرج فصلى فی المسجد وصلى رجال بصلاته فاصبح الناس فتحدثوا فاجتمع اكثر منهم فصلوا معه فاصبح الناس فتحدثوا فكثر اهل المسجد من الليلة الثالثة فخرج رسول الله ﷺ فصلوا بصلاته فلما كان الليلة الرابعة عجز المسجد عن اهله حتى خرج لصلاة

{1} فتاوی السبکی ج1 ص157

الـصبـح فلما مضی الوتر اقبل علی الناس فتشهد ثم قـال اما بعد فانه لم یخف علی مکانکم ولکنی خشیت ان تـفـرض علیکم فتعجزوا عنها فتوفی رسول الله ﷺ والامر علی ذالک ------{1}

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کاشانہ رحمت سے باھر آ کر مسجد میں نماز پڑھی اور لوگوں نے بھی آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی صبح ہوئی تو اھل مدینہ میں یہ بات پھیل گئی اور پہلی رات سے بھی زیادہ لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر جب صبح یہ بات عام ہوئی تو تیسری رات مسجد میں نمازیوں کی کثیر تعداد جمع ہو گئی اور انہوں آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور جب چوتھی رات ہوئی تو مسجد نبوی نمازیوں سے کچھا کچھ بھر گئی حتی کہ آپ ﷺ صبح کی نماز کے لئے باھر تشریف لائے اور وتر ادا کرنے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی شھادت دینے کے بعد فرمایا امابعد مجھ پر تمھاری حاضری کوئی ڈھکی چھپی بات نہ تھی لیکن مجھے یہ خطرہ لاحق ہوا کہ یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے اور تم اس کی ادائیگی سے عاجز وقاصر ہو جاؤ چنانچہ آپ ﷺ وصال فرما گئے اور معاملہ اسی طرح رہا

عن ابی ذر رضی الله عنه قال صمنا مع رسول الله ﷺ

{1} سنن ابوداود مسلم

رمضان فلم یقم بنا شیئا من الشهرحتی بقی سبع فقام بـنا حتی ذهب ثلث اللیل فلما کانت السادسة لم یقم بـنا فلما کانت الخامسة قام بنا حتی ذ هب شطر اللیل فـقلت یارسول الله ﷺ لو نفلتناهذه اللیلة قال فقال ان الـرجـل اذاصـلـی مـع الامـام حتـی ینصرف حسب له قیام لیلةفلـمـا کـانـت الـرابـعة لـم یقم بنا فلما کانت الثـالـثة جمع اهله ونسائه والـناس فقام بنا حتی خشینا ان یفوت الفلاح قلت وما الفلاح قال السحور ثم لم یقم بنابقیة الـشهر----------{1}

" حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رمضان المبارک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روزہ رکھا تو آپ ﷺ نے ہمیں ماہ صیام میں نماز تراویح نہ پڑھائی حتی کہ جب سات راتیں رہ گئیں تو آپ ﷺ نے ہمیں قیام رمضان سے مشرف فرمایا یہاں تک کہ رات کا تہائی حصہ گزر گیا پھر جب چھٹی رات آئی تو آپ نے ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا جب پانچویں رات ہوئی اور آپ تشریف فرما ہوئے حتی کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ اگر آپ ہمیں اس رات کے قیام سے نواز دیں تو عنایت ہوگی آپ نے ارشاد فرمایا جب

{1} ابوداؤد، سنن ترمذی

بندہ اپنے امام کے ساتھ نماز ادا کر کے پھرتا ہے تو اس کے لئے رات کا قیام لکھ دیا جاتا ہے چوتھی رات بھی آپ نے ہمارے ساتھ قیام نہ کیا جب تیسری رات آئی تو آپ نے اپنے گھر والوں، ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن اور لوگوں کو جمع کیا اور ہمارے ساتھ قیام کیا حتی کہ ہمیں خطرہ ہوا کہ کہیں ہم سے فلاح فوت نہ ہو جائے میں نے (حدیث کا راوی) آپ سے عرض کیا فلاح کیا ہے آپ نے فرمایا سحری کا طعام اس کے بعد باقی مہینہ پھر آپ نے ہمارے ساتھ قیام نہ کیا۔

عن عائشة رضی اللہ عنها قالت كان الناس يصلون فی المسجد فی رمضان بالليل اوزاعا يكون مع الرجل ای شیء من القرآن النفر الخمسة اوالسبعة اواقل من ذالك اواكثر فيصلون بصلاته قالت فامرنی رسول اللہ ﷺ ان انصب حصيرا على باب حجرتی ففعلت فخرج اليهم بعد اَنْ صَلّٰى الْعِشَاءَ الاخرة فاجتمع اليه فی المسجد فصلی بهم------{1}

"سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ماہ رمضان کی راتوں میں لوگ الگ الگ مسجد نبوی میں نماز پڑھا کرتے تھے جس شخص کے پاس جتنا بھی قرآن ہوتا اس کی اقتداء میں پانچ سات یا اس کم

{1} مسند احمد بن حنبل، فتاوی السبکی ج1 ص157

وبیش لوگ کھڑے ہو جاتے آپ فرماتی ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ میں اپنے حجرے کے دروازے پر چٹائی سے پردہ بنا دوں میں نے حکم کی تعمیل کی اور آپ عشاء کے بعد والی نماز پڑھ کر لوگوں کی طرف تشریف لے گئے اور مسجد میں موجود لوگ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ نے انہیں نماز پڑھائی"۔

عن عطاء ان القیام کان علی عهد رسول الله ﷺ فی رمضان یقوم الرجل والنفر کذالک ههنا والنفر والرجل فکان عمر رضی الله عنه اول من جمع الناس علی قاری----------{1}

"حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں رمضان المبارک کے قیام کی صورت یہ تھی کہ ایک شخص اور اس کے ساتھ چند اشخاص قیام کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوگوں کو ایک قاری کی اقتداء میں جمع کر دیا۔

حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ماہ رمضان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

شهر کتب الله علیکم صیامه وسننت قیامه ----{2}

"اس ماہ کے روزے اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض کیے اور میں نے تمھارے لیے اس کا

{1} مصنف عبد الرزاق {2} سنن ابن ماجه

قیام مسنون کر دیا"

عن عبد الرحمٰن بن عبد رضی الله عنه قال خرجت مع عمربن الخطاب رضی الله عنه لیلة فی رمضان الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل بنفسه ویصلی الرجل فیصلی بصلاته الرهط فقال عمر رضی الله عنه انی اری لو جمعت هولاء علی قاری واحد لکان امثل ثم عزم فجمعهم علی ابی بن کعب رضی الله عنه------{1}

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت عبدالرحمان بن عبد رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں آپ فرماتے ہیں میں ماہ صیام کی ایک رات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد نبوی میں پہنچا تو کیا دیکھا کہ لوگ متفرق طور پر نماز تراویح پڑھ رہے تھے کوئی شخص اکیلا اپنے لئے پڑھ رہا تھا اور کسی شخص کے ساتھ اس کے چند ساتھی شریک نماز تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے یہ بات اچھی لگ رہی ہے کہ میں ان تمام لوگوں کو ایک قاری پر جمع کر دوں چنانچہ آپ نے اس امر کا عزم کر کے انہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع کر دیا"

عظیم محدث امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز تراویح کو

{1} بخاری شریف

حضرت عمرؓ نے مسنون نہیں کیا بلکہ اس کے بانی تو خود رسول اللہ ﷺ ہیں اور حضرت عمرؓ نے اس مسئلہ پر وہی راستہ اختیار کیا جو خود رسول اللہ ﷺ کو محبوب ومرغوب تھا اس پر آپ ﷺ نے دوام سے صرف اس لیے منع کیا کہ کہیں امت پر یہ فرض نہ کر دی جائے بے شک آپ اھل ایمان پر رحیم کریم ہیں آپ نے یہ عمل خود رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا اور آپ ﷺ کے وصال شریف کے بعد انہیں اس امر کا یقین ہو گیا کہ اب فرائض کے اندر کوئی کمی یا اضافہ نہیں ہو سکتا تو آپ نے اس نماز کی اقامت اور لوگوں کو اس کی ادائیگی کا حکم دیا نماز تراویح کو اس انداز سے پڑھنے کا فرمان 14ھ کو جاری ہوا یہ فضل واعزاز اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کے لئے ہی ذخیرہ کر رکھا تھا حضرت ابو بکر صدیقؓ جو ان سے افضل واعلی تھے انہیں بھی اس کا الہام نہ فرمایا خود حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے اس عمل کو بنظر استحسان دیکھا کرے تھے آپ اس عمل کی تحسین فرماتے ہوئے کہا کرتے تھے نور شهر الصوم عمر حضرت عمرؓ نے ماہ صیام کو منور کر دیا آپ کے فرزند حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ان الله جعل الحق علی لسان عمر وقلبه -{1}

''اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی زبان اور دل پر حق رکھ دیا ہے''

امام ابو الحسن تقی الدین السبکی ان احادیث مبارکہ کو نقل کرنے کے بعد

{1} فتاوی السبکی ج1 ص158

نتیجہ فرماتے ہیں کہ حدیث ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تین راتیں یا تین سے زائد راتوں میں رسول اللہ ﷺ کا نماز تراویح پڑھانا اور اس کے لئے اپنے اھل وازواج اور لوگوں کو جمع کرنا تراویح کی سنیت پر بین دلیل ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کا آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپ کی مسجد نبوی تشریف آوری سے پہلے یہ عمل کرنا حدیث عائشہ رضی اللہ عنھا سے ظاھر ہوتا ہے پھر نبی اکرم ﷺ کا قیام رمضان کی ترغیب دینا اور لوگوں کا آپ کی بقیہ حیات میں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی زمانہ خلافت میں اجتماعی یا انفرادی طور پر اس عمل کو دوام بخشا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو ایک قاری پر جمع کرنا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کا اس عمل سے اتفاق کرنا امت مسلمہ کا یہ وہ اجماعی فیصلہ ہے جو تواتر کے ساتھ تمام ادوار وامصار میں جاری وقائم رہا ہے اس بحث کے خاتمہ پر امام السبکی رحمہ اللہ یوں رقمطراز ہیں

ولا ینکر احد منھم انه یثاب علی فعلھا وانھا مطلوبة من جھة الشارع ومندوب الیھا ومرغب فیھا وھذا ھو الذی یفھمه العالی من السنة واما التاکید فدرجاته متفاوتة اعلاھا ما قرب من الفرائض قربا لا واسطة بینھما وادنا ھا مایرقی عن درجة النفل المطلق وبین ذالک مراتب متعددة ویستدل علی التاکید باھتمام

الشارع به واقامة الجماعة فيه ملازمة النبی ﷺ له وتفضيله علی غيره وبكونه شعارا ظاهرا كل واحد من هذه الخصال يدل علی التاكيد --------{1}

کوئی عالم بھی اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ صلاۃ تراویح کے ادا کرنے پر اجر وثواب سے نوازا جاتا ہے یہ نماز شارع علیہ الصلوۃ والسلام کی جانب سے مطلوب ہے اس کی طرف رغبت دلائی گئی ہے اور اس کی طرف دعوت بھی دی گئی ہے اور سنت کا یہی وہ مفہوم ہے جسے عام آدمی نے سمجھا ہے اور جہاں تک اس کی تاکید کا تعلق ہے تو تاکید کے مختلف درجات ہیں اس کا اعلیٰ درجہ تو وہ ہے جو فرائض کے قریب ہے یہاں تک کہ ان کے درمیان کوئی واسطہ ہے ہی نہیں اور اس کا ادنیٰ درجہ بھی مطلق نفل کے درجے سے اونچا ہے پھر ان کے درمیان بھی متعدد درجات ہیں صلاۃ تراویح کے مؤکدہ ہونے پر استدلال بایں طور بھی کیا جاتا ہے کہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کا اہتمام کیا اس کی جماعت کو قائم فرمایا اسے اپنے لئے کیا ہے اور دیگر نماز نفل پر اس کو فضلیت دی اور پھر یہ ایک واضح اسلامی شعار بھی ہے تو یہ سب خصائل اسکی تاکید پر بین دلیل ہیں۔

معنی حدیث میں کج فہمی کی ایک مثال

عصر حاضر میں وہ لوگ جو علم حدیث سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتے وہ

{1} فتاوٰی السبکی ج1 ص159

کچھ احادیث رسول اللہ ﷺ کا ظاہری ترجمہ کر کے خود بھی گمراہ ہوئے اور سادہ لوح مسلمانوں کو بھی گمراہ کرنے کی سعی جاری رکھے ہوئے ہیں یہ خطرناک طرز فکر عجم کے علاوہ عرب میں بھی سرایت کرتی نظر آرہی ہے اس مسئلہ پر شیخ طاھر الحامدی امین عام لجنۃ علیا دعوت اسلامیۃ القاھرہ کی ایمان افروز گفتگو ھدیہ قارئین کی جارہی ہے

اقول ھذا بسبب ما تجرأ به صبی من ھؤلاء الصبية قال انه يترك سنة صلاة الضحی فی بعض ايامه عامدا حتی لا تفرض ولا تشبه بالفرض بئس ما قال وبئست الدعوی الشيطانية الماكرة فقد توهم الصبی انه مشرّع وان فعله ومداومته عليه يمكن ان تجعل فرضا --------{1}

''میری اس کلام کا سبب یہ ہے کہ ایک چھوکرے نے بڑی جرأت اور بے باکی سے یہ کہا ہے کہ وہ بعض دنوں میں چاشت کے نفل اس لئے چھوڑ دیتا ہے کہ وہ فرض یا فرض کے مشابہ نہ ہو جائیں اس نے یہ بات بہت بری کہہ ڈالی اور مکر وفریب میں ڈوبا ہوا یہ شیطانی دعوی بھی انتہائی افسوسناک ہے اس چھوکرے کو یہ وھم ہوا کہ وہ مشرّع (شریعت بنانے والا) ہے اور اس کا یہ فعل اور اس کی اس پر

{1} مجلۃ الازہر رمضان المبارک 1426ھ

مداومت ممکن ہے اس عمل کو فرض نہ بنا دے اس خوف سے وہ اس عمل کو بعض ایام میں عمداً ترک کر دیتا ہے بہر حال سلسلہ وحی کے منقطع ہو جانے کے بعداب ہمارا کوئی عمل بھی ہو وہ سنت کو فرض میں تبدیل نہیں کر سکتا آپ ﷺ کے فرمان مبارک انی خشیت ان تفرض علیکم "بے شک مجھے ڈر ہوا کہ یہ صلاۃ تراویح تم پر فرض کر دی جائے" یہ صرف آپ ﷺ کی ذات والا صفات سے تعلق رکھتا ہے کہ آپ ﷺ کا کسی عمل پر مداومت فرمانا اس عمل کے فرض ہونے کا اشارہ کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ آپ کے مداومت کردہ عمل کو فرض کر سکتا ہے

حدیث عائشہ رضی اللہ عنھا پر امام طاہر الحامدی کا تبصرہ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا کی روایت بسلسلہ صلاۃ تراویح پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ طاہر الحامدی مدظلہ العالی رقمطراز ہیں کہ آج جس کیفیت پر ہم صلاۃ تراویح پڑھتے ہیں آپ ﷺ نے اس انداز و کیفیت سے یہ نماز پڑھی تھی اس حدیث مبارک سے چند فوائد حاصل ہوئے ہیں جن کا تذکرہ درج ذیل ہے

1۔ آپ ﷺ اس نماز کی ادائیگی کے لئے رمضان المبارک کی پہلی رات میں حجرہ مقدسہ سے باہر تشریف نہیں لائے تھے جب کہ حدیث مبارک کی عبارت سے یہ بات واضح ہو رہی ہے

2۔ اس مقصد کے لئے آپ ﷺ کا گھر سے باہر آنا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معلوم نہ تھا جب کہ سیدہ رضی اللہ عنھا کا قول فاصبح

الناس فتحدثوا ''جب صبح ہوئی تو لوگوں میں یہ بات عام ہوگئی'''
اس کی شہادت دے رہا ہے۔

3۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا دوسری تیسری رات مسجد میں حاضر ہونا اور ہر رات میں تعداد کا اضافہ کرنا بھی اس امر کی دلیل ہے کہ صلاۃ تراویح کی یہ ہیئت وصورت معلوم نہ تھی جس پر آج ہم عمل پیرا ہیں فاجتمع اکثر منهم اور فكثر اهل المسجد فى الليلة الثالثة کے کلمات سے بھی بات روشن ہورہی ہے۔

4۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مسجد نبوی بھر جانے کے باوجود آپ ﷺ اس نماز کی ادائیگی کے لئے باہر تشریف نہ لائے۔

5۔ لم يخف على مكانكم مجھ پر تمہاری موجودگی مخفی نہ تھی سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو ان کا اجتماع معلوم تھا اس کے باوجود آپ ﷺ باہر تشریف نہ لائے۔

6۔ آپ ﷺ کے باہر تشریف نہ لانے کا سبب یہ تھا کہ اس بات کا ڈر تھا کہ ہم پر یہ نماز فرض کردی جائے گی اور ہم اس کی ادائیگی سے عاجز ہوں گے جب کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے خشیت ان تفرض عليكم فتعجزوا عنها

7۔ ہم یہ بات تاکیداً واضح کردینا چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا کسی فعل

پر مداومت و ہمیشہ اور لگاتار کرتے رہنا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ فرض ہے مگر یہ صرف آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ ہی خاص ہے کسی دوسرے انسان کو یہ اعزاز و مقام حاصل نہیں۔

8۔ اس حدیث کے الفاظ سے آپ ﷺ کی تراویح کی رکعتوں کی تعداد کا کوئی ذکر نہیں کہ آپ ﷺ نے ان راتوں میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جو نماز تراویح پڑھائی وہ کتنی رکعتوں پر مشتمل تھی یہ حدیث اس لئے خاموش ہے۔

9۔ صلاۃ تراویح کا یہ انداز لوگوں کا فرداً فرداً یا متعدد ائمہ کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا آپ ﷺ کے وصال شریف تک بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اوئل دور تک قائم رہا۔--------{1}

امام بخاری اور دیگر محدثین عبد الرحمان بن عبد القادر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں آپ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں دوران ماہ صیام مسجد نبوی میں حاضر ہوا تو لوگ متفرق طور پر نماز تراویح پڑھ رہے تھے کوئی تو اکیلا اپنے لیے پڑھ رہا تھا اور کسی کی نماز کی پیروی میں کچھ لوگ یہ نماز پڑھے جا رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

انی لو جمعت ھؤلاء علی قاری واحد لکان افضل ثم عزم فجمعھم علی ابیّ بن کعب ثم خرجت معہ لیلۃ اخری

{1} مجلۃ الازہر رمضان 1426ھ

والناس يصلون بصلاة قاريهم فقال عمر رضي الله عنه نعم البدعة وفي رواية نعمت البدعة هذه -------{1}

بے شک میرے فکر وخیال میں آ رہی ہے کہ اگر میں ان لوگوں کو ایک ہی قاری پر جمع کر دوں تو یہ احسن وافضل ہوگا پھر آپ رضی اللہ عنہ اس بات پر عزم بالجزم کر کے انہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع کر دیا پھر ایک رات میں آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں حاضر ہوا تو لوگ ایک ہی قاری کی اقتداء میں یہ نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بدعت دین میں نئی رسم کتنی اچھی ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ بدعت کتنی اچھی ہے

البدعة اور امام احمد قسطلانی علیہ الرحمۃ

نعمت البدعة هذه سماها بدعة لانه ﷺ لم يسن لهم الاجتماع لها ولا كانت في زمن صديق رضي الله عنه ولا اول الليل ولا في كل ليلة ولا هذه العدد وهي اي البدعة خمسة واجبة ومندوبة ومحرمة ومكروهة ومباحة حديث كل بدعة ضلالة من العام المخصوص وقد رغب فيها عمر رضي الله عنه بقوله نعم البدعة وهي اي نعم ...كلمة تجمع المحاسن كلها كما ان بئس

{1} فتح الباری شرح البخاری حدیث رقم 2010

تجمع المساوی کلها وقیام رمضان لیس بدعة لانه ﷺ قال اقتدوا باالذین من بعدی ابی بکر وعمر رضی الله عنهما واذا اجتمع الصحابة مع عمر رضی الله عنه علی ذالک زال عند اسم البدعة والفرقةالتی ینامون نها افضل من التی یقومون یرید اخر اللیل فهذا التصریح منه بافضلیة صلاة اول اللیل علی آخره لکنه لیس فیه ان فعلها فرادی افضل من التجمع

{1}----------

''یہ کتنی اچھی بدعت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بدعت کا نام دیا کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے لئے اس نماز کے اجتماع کو مسنون نہیں فرمایا تھا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی یہ نماز اس شکل وصورت پر نہ تھی پھر ماہ رمضان کی پہلی رات اور نہ ہی اس کی ہر رات او نہ ہی اس تعداد رکعات سے ادا کی جاتی تھی اور بدعت پانچ قسم کی ہے

1۔واجب 2۔مستحب 3۔محرم 4۔مکروہ 5۔مباح

حدیث کل بدعة ضلالة ''ہر نئی رسم گمراہی ہے'' یہ عام مخصوص سے تعلق رکھتی ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول نعم البدعة سے اس نماز میں

{1} ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج3 ص485 مجلة الازہر شوال المکرم 1426ھ

رغبت دلائی ہے اور نعم یہ ایک ایسا کلمہ ہے جو تمام خوبیوں کا جامع ہے جیسا کہ بئس وہ کلمہ ہے جو تمام برائیوں کا جامع ہے نیز قیام رمضان بدعت نہیں ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے میرے بعد حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر رضی اللہ عنھما کی اقتداء کرو اور جب دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین بھی اس عمل پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ متفق ہو گئے تو اس سے بدعت کا نام ہی ختم ہو گیا اور وہ جماعت جو اسے ادا کر کے سوتی ہے وہ اس جماعت سے افضل ہے جو اسے رات کے آخری حصے میں ادا کرنا چاہتی ہے جیسا کہ آپ ﷺ کے فرمان سے یہ بات واضح ہے کہ رات کے اول حصہ میں نماز تراویح ادا کرنا افضل ہے جبکہ آپ ﷺ کے قول سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نماز تراویح کو فرداً فرداً پڑھنا جماعت کے ساتھ پڑھنے سے افضل ہے

امام ابن حجر رحمہ اللہ اور معنیٰ نعم البدعۃ

فی بعض الروایات نعمت البدعة بزیادة التاء والبدعة اصلها ما اخذت علی غیر مثال سابق وتطلق فی الشرع فی مقابل السنة فتکون مذمومة والتحقیق انها ان کانت مما تندرج تحت مستحسن فی الشرع فهی حسنة وان کانت مما تندرج تحت مستقبح فی الشرع فهی مستقبحة والا فهی فی قسم المباح وقد

تنقسم الی الا حکام الخمسة --------{1}

"بعض روایات میں تاء کے اضافہ کے ساتھ نعمت البدعة کا کلمہ وارد ہوا ہے بدعت کا اصل معنی بغیر کسی سابقہ نمونہ کے بنی ہوئی چیز ہے مگر شریعت میں سنت کے مخالف عمل پر بولی جاتی ہے اس لئے وہ مذموم کہلاتی ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ اگر تو وہ شریعت میں کسی مستحسنہ (اچھا سمجھا ہوا ہو) کے ضمن میں آتی ہے تو وہ بدعت حسنہ ہے اگر وہ شریعت میں کسی مستقبح (براجانا ہوا کام) کے تحت آتی ہو تو وہ بدعت قبیحہ ہے ورنہ وہ کام مباح قرار پاتا ہے اور بدعت کی پانچ اقسام ہیں"۔

عبدالرسول منصور الازہری

خطیب ریڈچ برطانیہ

{1} فتح الباری ج4 ص298 نیل الاوطار شوکانی ص52

علم نافع کی ظاہر و باطن میں تقسیم

اسلامی تصوف کی اساس علم

حضرت قبلہ استاذی المکرّم علامہ ازہری دامت برکاتہم العالیہ عرض خدمت ہے کہ علم نافع کو ظاہر و باطن کی طرف تقسیم کرنا کہاں تک صحیح اور ثابت ہے اور وہ کون سا علم باطن ہے جو اسلامی تصوف کی اساس ہے براہ کرم تفصیل سے بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

محمد بلال قادری مصباحی

برمنگھم برطانیہ

15 ذوالحجہ 1425ھ

ماشاالله لاقوّة الّا بالله

الجواب

علم نافع کو ظاہر و باطن کی طرف تقسیم کرنا عقلاً ونقلاً صحیح اور درست قرار دیا گیا ہے ذیل میں معروف محدث فقیہ اور عظیم المرتبت صوفی امام السّراج الطّوسی رحمہ اللہ کی کتاب اللّمع سے اقتباس پیش خدمت ہے آپ فن تصوف کی بلند پایہ کتاب اللمع کے باب اثبات علم الباطن والبیان عن صحة ذالک با لحجّة میں فرماتے ہیں۔

أنكرت طائفة من اهل الظاهر وقالوا لا نعرف الّا علم الشّريعة الظاهرة التى جاء بها الكتاب والسّنّة وقالوا لا

معنی لقولکم علم الباطن وعلم التصوف فتقول وبالله التّوفیق ان علم الشریعةعلم واحد وهواسم واحدیجمع معنین الروایة والدرایة فاذاجمعتهمافهو علم الشریعة الداعیةالیٰ الا عمال الظاهرةوالباطنة ولا یجوز ان یجرد القول فی العلم انه ظاهر اوباطن لان العلم متی کان فی القلب فهو باطن فیه الی ان یجری ویظهر علی اللسان فاذا جری علی اللسان فهوظاهر غیر انا نقول ان العلم ظاهر وباطن وهو علم الشریعةالذی یدل ویدعو الی الاعمال الظاهرة والباطنة والاعمال الظاهرة کا عمال الجوارح الظاهرة وهی العبادات والاحکام مثل الطهارة والصلاة و الزکاة والصوم والحج والجهاد و غیر ذالک فهٰذه العبادات واما الاحکام فالحد ود والطلاق والعتاق والبیوع والفرائض والقصاص وغیرها فهذاکلّه علی الجوارح الظاهرة التی هی الا عضاء وهی الجوارح واما الاعمال الباطنة فکأ عمال القلوب وهی المقامات والاحوال مثل التصدیق والایمان والیقین والصدق

والاخلاص والمعرفة والتوکل والمحبة والرضاء والذکر والشکر والانابة والخشیة---------{1}

''اهل ظاہر کی ایک جماعت نے انکار کیا ہے ان کا قول یہ ہے کہ ہم تو صرف ظاہری شریعت کا علم ہی پہچانتے ہیں جسے کتاب وسنت نے پیش کیا ہے نیز تمھارے اس قول کو کہ ایک علم باطن اور علم تصوّف بھی ہے اس کی کوئی وقعت اور حیثیت نہیں ہے تو ہم جواباً کہتے ہیں وبالله التوفیق یقیناً علم شریعت ایک ہی ہے اور وہ ایک ایسا اسم ہے جو دو معنوں یعنی روایۃ اور درایت کا جامع ہے جب ان دو معنوں کو آپ جمع کریں تو اس شریعت کا علم ہے جو ظاہری اور باطنی اعمال کی طرف دعوت دیتی ہے پھر یہ بھی جائز نہیں کہ علم کے متعلق یہ قول کیا جائے کہ وہ ظاہر ہے یا باطن کیونکہ علم جب تک دل میں ہے وہ اس میں باطن ہے جب تک وہ زبان پر جاری اور ظاہر نہ ہو اور جب وہ زبان پر جاری ہوا تو وہ ظاہر ہے باندازِ دیگر ہم یہ کہتے ہیں کہ علم ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور یہ شریعت کا وہ علم ہے جو اعمال ظاہرہ اور باطنہ کی طرف دعوت دیتا ہے اعمال ظاہرہ جو ظاہری اعضاء کے اعمال ہیں جنہیں عبادات اور احکام کہا جاتا ہے جیسے طہارۃ، نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور جہاد وغیر ذالک یہ سب عبادات ہیں حدود وطلاق، عتاق، عقود، بیوع، حصص اور قصاص وغیرھا احکام قرار پاتے ہیں۔ ان ہر دو کا تعلق ظاہری

{2} کتاب اللمع ص 43

جوارح یعنی اعضاء سے ہے جہاں تک اعمال باطنہ یعنی اعمال قلوب کا تعلق ہے یہ سب مقامات اوراحوال ہیں جیسے تصدیق، ایمان ،یقین ،صدق ،اخلاص ،معرفت ،توکل، محبت ،رضا ،ذکر، شکر ،انابت ،خشیت تقویٰ، مراقبہ، فکر، اعتبار خوف، رجاء، صبر، قناعت، تسلیم، تفویض، قرب ،وجد ،وجل، حزن، ندم، حیاء ،خجل، تعظیم ،اجلال ھیبت وغیرھا پھران میں ظاہری اور باطنی عمل کا ایک علم فقہ بیان، فہم حقیقت اور وجد و ذوق ہے چنانچہ ہر ظاہری اور باطنی عمل کی صحت پر قرآنی آیات نبوی احادیث شاہد اور دال ہیں علمہ من علم وجهله من جهل جب ہم علم باطن بولتے ہیں تو اس سے ہم ان اعمال باطنہ کا علم مراد لیتے ہیں جو جارحہ باطنہ یعنی قلب سے تعلق رکھتے ہیں اور جب ہم علم ظاہر کا قول کرتے تو اس سے ہمارا اشارہ ان اعمال ظاہرہ کی طرف ہوتا ہے جو جوارح ظاہرہ یعنی اعضاء سے متعلق ہوتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً -------{1}

"اور تمہیں بھر پور دیں اپنی نعمتیں ظاہر اور چھپی" ظاہری نعمت جو اللہ تعالیٰ نے ظاہر جوارح اعضاء پر انعام کی وہ طاعت و بندگی کا فعل ہے اور باطنی نعمت جو اللہ تعالی نے قلب پر انعام فرمائی وہ احوال و مقامات ہیں جبکہ ظاہر باطن سے اور

{1} سورۃ لقمان 20

باطن ظاہر سے مستغنی اور بے نیاز نہیں نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُولِى الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ----------{1}

"اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بعد میں کاوش کرتے ہیں

اس آیۃ مبارکہ میں علم مستنبط سے مراد علم باطن ہے اور یہی اھل تصوف کا علم ہے کیونکہ ان کے پاس قرآن حدیث سے مستنبطات ہیں چنانچہ علم ظاہر بھی ہے اور باطن بھی قرآن ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اسلام ظاہر بھی ہے اور باطن بھی

وباللہ التوفیق وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنامحمد وآلہ وصحبہ وسلم

عبدالرسول منصور الازہری

خطیب ریڈنگ

14 ذوالحجہ 1425ھ

{1} سورۃ النساء 83

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا شجرہ بیعت رضوان ببول کو کٹوانے کی حقیقت

جناب قبلہ مفتی صاحب ازہری سیالوی آپ کی خدمت میں ایک سوال
حاضر ہے امید واثق ہے آپ اس کا جواب کتاب وسنت کی روشنی میں ارشاد فرما
کر ممنون کریں گے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے کہ آپ نے دیکھا کچھ
لوگ شجرہ رضوان ببول کا وہ درخت جس کے نیچے صلح حدیبیہ کے موقع پر بیٹھ کر
رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین سے بیعت رضوان لی تھی
کے پاس جمع ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں اور اس سے تبرک لے رہے ہیں تو آپ نے
اسے کٹوا دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خیال میں اس درخت کے کٹوانے کی کیا حکمت
اور کیا وجہ تھی۔

استفتاء از

خلیفہ محمد بشیر مصباحی

ریڈچ uk

10 دسمبر 2005ء

7 ذوالقعدہ 1426ھ

ماشاللّٰہ لاقوۃ الا باللّٰہ

الجواب

اس حدیث کا معنی وحقیقت بیان کرنے سے پہلے اسلامی شریعت میں

مسئلہ تبرک کی شرعی حیثیت کو ظاہر کرنا ضروری ہے کہ کیا تبرک جائز ثابت اور عمل مقبول ہے یا نہیں یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ صحابہ رسول ﷺ آپ ﷺ کے وضوء بال مبارک پسینہ اطہر اور تھوک مقدس سے تبرک کیا کرتے تھے ذیل میں اس موقف چند دلائل پیش کیے جا رہے ہیں

امام احمد بن حنبل بغدادی رضی اللہ عنہ اپنی مسند میں صلح حدیبیہ کے سلسلے میں راوی ہیں کہ جب مشرکین مکہ نے عروہ بن مسعود ثقفی کو نبی اکرم ﷺ کے پاس شرائط صلح طے کرنے کے لیے روانہ کیا

فقام عروة من عند رسول الله ﷺ وقد رأى ما يصنع اصحابه حيث كان لا يتوضاء الّا ابتد روه فلا يبذق بذاقا الا ابتدروه ولا يسقط من شعره الا اخذوه --------{1}

''تو عروہ بن مسعود نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر آپ کے اصحاب کا یہ عمل مشاہدہ کیا کہ جب آپ وضو کرتے آپ کے اعضاء سے گرنے والے پانی پر لپکتے جب آپ تھوکتے تو آپ کی تھوک کو ہاتھوں ہاتھ لیتے اور جب آپ کا کوئی بال گرتا تو وہ اسے محفوظ کر لیتے اس مقام پر عروہ بن مسعود کے کلام سے استدلال واستشہاد نہ بھی لیا جائے تو اصحاب رسول ﷺ کے فعل سے استناد کرنا ہی کافی ہے کیونکہ آپ ﷺ کے سامنے اس عمل کا ہونا اور آپ کا اس پر کوئی نکیر نہ کرنا بھی

{1} مسند احمد ج 3 ص 324

محدّثین اور علماء اصول کے نزدیک شرعی دلیل قرار پاتا ہے۔

امام ابو بکر بیہقی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ دلائل النبوۃ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔

لما رمی رسول اللّٰہ ﷺ الجمرۃ ونحر ھدیہ ناول الحلاق شقہ الایمن فحلقہ فناولہ ابا طلحۃ ثم ناولہ شقہ الایسر فحلقہ وامرہ ان یقسّمہ بین الناس قال البیھقی رواہ مسلم فی الصحیح عن ابی عمر عن سفیان--------{1}

"جب نبی اکرم ﷺ نے رمی جمرہ کے بعد قربانی کا جانور ذبح کر لیا تو آپ نے اپنے سر انور کی دائیں جانب حجام کی طرف کی تو اس نے اس جانب کو حلق کر دیا آپ ﷺ نے وہ بال مبارک حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائے پھر آپ ﷺ نے بائیں جانب حجام کے سامنے کی تو اس نے اس جانب کو بھی حلق کر دیا تو آپ ﷺ نے اسے ارشاد فرمایا کہ یہ بال لوگوں میں تقسیم کر دیے جائیں امام بیہقی کا قول ہے کہ یہ حدیث امام مسلم نے صحیح میں ابو عمر اور سفیان سے بھی روایت کی ہے"

امام ابو عبد اللہ بخاری حضرت عبد اللہ بن وھب رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں

{1} دلائل النبوۃ امام بیہقی رحمہ اللہ

قال دخلت علی ام سلمة رضی الله عنها فاخرجت لنا شعرمن شعر النبی ﷺ مخضوبا --------{1}

''آپ فرماتے ہیں میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے ہمیں زیارت کرانے کے لیے نبی اکرم ﷺ کا ایک بال مبارک ظاہر فرمایا جومہندی لگا ہوا تھا''

اس حدیث مبارک سے واضح ہوتا ہے کہ سیدہ ام المومنین نے آپ ﷺ کا وہ بال مبارک برکت کے لیے محفوظ کر رکھا تھا اور آپ نے اسے زائرین کے لیے اسی لیے نکالا تھا کہ وہ اس سے برکت حاصل کرسکیں۔

اس موقف پر قرآن مجید سے ایک دلیل حبر الامت ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سورہ بقرہ کی اس آیۃ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ ءَايَةَ مُلْكِهِۦٓ أَن يَأْتِيَكُمُ ٱلتَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ ءَالُ مُوسَىٰ وَءَالُ هَـٰرُونَ تَحْمِلُهُ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةُ --------{2}

''اوران سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمھارے پاس تابوت جس میں تمھارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں معزز موسیٰ اور معزز ھارون کے ترکہ کی اٹھاتے

{1} بخاری کتاب اللباس باب 66 ----{2} بقرۃ:248

لائیں گے اسے فرشتے''۔

ما ترك موسى كتابه ويقال الواحه وعصاه وما ترك هارون رداؤه وعمامته وفيماذكرنا دلالة على ان الاحتفاظ بعصا ورداء هارون وعمامة فيه بركة ترجى وهى دليل ملك طالوت---------{1}

''حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو چھوڑا وہ آپ کی کتاب تھی اور یہ بھی قول ہے کہ وہ کتاب کی تختیاں اور آپ کا عصا مبارک تھا اور حضرت ھارون نے جو چھوڑا وہ ان کی چادر اور دستار تھی اس مذکورہ تفسیر سے پتا چلتا ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ھارون علیہما الصلوۃ والسلام کے ان تبرکات کو محفوظ رکھنے میں حصول برکت کی نشاندہی تھی اور طالوت کی بادشاہی کا بین ثبوت تھا اگر ان اشیاء سے برکت وابستہ نہ تھی تو ان کو محفوظ رکھنے میں کا کیا معنیٰ اور اسے قرآن مجید میں ذکر کرنے سے کیا فائدہ۔

حدیث اسراء سے تبرّک پر استدلال

شب اسراء نبی اکرم ﷺ کا مختلف مقامات پر براق سے اتر کر نماز ادا کرنا بھی تبرک لینے کی واضح دلیل ہے شیخ طاہر الحامدی مدظلہ العالی اس مسئلہ پر یوں رقمطراز ہیں

{1} تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس طاہر یعقوب فیروز آبادی 33

لرأينا انّ الاماكن خمسة فهل فی هذا التحدير معنی وهل الاشارة فيها تبصرة لأولى الالباب لمن كان له قلب يعقل او لمن ألقى السمع وهو شهيد ام ان الامر كان عبثا ولهوا غير مقصود وام انها لاهداف سامية واشارات لطيفة لا يعقلها الا العالمون--------{1}

"جب ہم نے غور کیا تو وہ پانچ مقامات ہیں اس حد بندی اور تعیین میں کیا معنی ہے یا ان کی طرف اشارہ کرنے میں عقل والوں کے لیے تبصرہ ہے جو بیدار اور روشن ضمیر ہے یا وہ جو پوری دلجمعی سے بات کو سننے کی صلاحیت رکھتا ہے یا یہ سارا معاملہ ہی بے سود اور غیر مقصود ہے اور یا اس میں اعلی مقاصد اور لطیف اشارات ہیں جنہیں صرف علم والے ہی سمجھ پاتے ہیں پہلی بات تو یہ ہے وہ کیا وجہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ سے ہر بار یہ پوچھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ نماز کہاں پر پڑھی ہے اور آپ ﷺ ہر بار فرماتے ہیں نہیں حالانکہ آپ ﷺ کی یہ حدیث ہے

زويت لی الارض فرأيت مشارقها و مغاربها

"میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا گیا تو میں نے اس کے مشرقوں اور اسکے مغربوں کو دیکھ لیا"

{1} مجلۃ الازہر ذوالقعدہ 1426ھ

تواس کا صحیح اور معقول جواب یہ ہے یہ انداز صرف تعلیم امت کے لیے اپنایا جارہا ہے اور آپ ﷺ ہمیں ان اماکن مقدسہ کی نشاندہی کررہے ہیں جہاں آپ ﷺ نے نزول فرما کر نماز ادا کی اور انہیں متبرک فرمایا کہ یہ منازل مبارکہ ہیں جہاں آپ ﷺ انبیاء کرام علیہم السلام نے حلول و ورود فرمایا اوراب آپ کے حلول ونزول سے ان کی برکت میں مزید اضافہ ہوگیا وہ پانچ اماکن شریفہ یہ ہیں

پہلی نماز

اس مقدس سفر کے دوران آپ ﷺ نے پہلی نماز طیبہ مدینہ منورہ میں ادا فرمائی جسے آپ کی ہجرت گاہ کا شرف حاصل ہوا آپ کے حلول ورود سے یہ سرزمین پاکیزگی اورنور میں نقطہ کمال کو پہنچ گئی اوراس کی ہوااور فضا منور معطر ہوگئی آپ دعاوبرکت سے۔

دوسری نماز

آپ ﷺ نے شجرہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس ادا فرمائی مصر سے نکلتے وقت آپ نے جس کے سائے میں استراحت کی تھی جبکہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ------{1}

{1} القصص:21

''تو اس شہر سے نکلا ڈرتا ہوا اس انتظار میں کہ اب کیا ہوتا ہے''

تیسری نماز

طور سینا پر ادا فرمائی جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور اسی مکان پر اللہ تعالیٰ نے آپ پر تجلی بھی نازل کی تھی

ارشاد باری تعالیٰ

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا

چوتھی نماز

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت گاہ یعنی بیت لحم میں ادا کی گئی۔

پانچویں نماز

نماز بیت المقدس میں ادا کی گئی جہاں آپ ﷺ نے انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت بھی فرمائی یہ ہیں وہ اماکن تجلیات اور اللہ تعالیٰ کے مقربین اور صالحین بندوں کے آثار کریمہ جن سے تبرک لینے کا واضح اشارہ ملتا ہے آثار صالحین سے تبرک کی ایک اور واضح دلیل قرآن مجید سے پیش کی جا رہی ہے جب حضرت یوسف کی مفارقت اور جدائی میں حزن وملال اور آہ وبکاء سے حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام کی آنکھوں کی بینائی ختم ہو گی تو حضرت یوسف علیہ

الصلوۃ والسلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا

{1}-------

"میرا یہ کرتا لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی"

جب یہ کاروان حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کا مبارک کرتا لے کر مصر سے شام کے لیے روانہ ہوا حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے بیٹے کی خوشبو کو سونگھ لیا اور ارشاد فرمایا۔

اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿٩٤﴾ ---{2}

"بے شک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں اگر مجھے یہ نہ کہو کہ سٹھ گیا ہے"

پھر اس اثر عظیم کے اندر اللہ تعالیٰ نے جو برکت رکھی جب وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو میسر آئی تو قرآن مجید نے اسے یوں بیان فرمایا

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا

{3}--------

"پھر جب خوشی سنانے والا آیا اس نے وہ کرتا یعقوب کے منہ پر ڈالا اسی وقت اس کی آنکھیں پھر آئیں"

{1}سورۃ یوسف:93 {2}سورۃ یوسف:94 {3}سورۃ یوسف:96

قرآن مجید منہاج اور دستور العمل ہے

اس مقام پر اس حقیقت کو ظاہر کرنا بھی انتہائی ضروری ہے کہ یہ فعل صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کا تھا اس میں قمیص کا دخل نہ تھا جبکہ حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کا عصا خود اس کے اندر یہ تأثیر کہاں کہ وہ سمندر کو شق کر دے پھر شق کرنے کے بعد اس میں سمندر کو خشک کرنیکی استطاعت کہاں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ----{1}

''اور ان کے لئے دریا میں سوکھا راستہ نکال دے''

تو ایسے تمام امور میں بہر حال فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر اگر یہ سوال ذہن میں آئے کہ یہ تو نبی اللہ کے ساتھ خاص ہے اللہ تعالی کے کسی ولی اور مرد صالح کے آثار سے تبرک لینے کا ذکر کہاں تو اس کا جواب یہ ہے کہ علماء اصول کے یہاں یہ قاعدہ مسلّم اور معروف ہے العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب خاص سبب کا نہیں بلکہ لفظ کے عموم کا اعتبار کیا جاتا ہے بہر صورت قرآن مجید کوئی ایسی کتاب نہیں جس میں محض حکایات ہوں اور لوگوں کی زندگی سے غیر متعلق ہوں قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے منہاج حیات اور دستور العمل

{1} سورۃ طہ: 77

کے طور پر نازل فرمایا ہے۔

شجرہ رضوان اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ

امام بخاری رحمہ اللہ باب غزوہ حدیبیہ میں یہ حدیث نقل کرتے ہیں

حدثنا محمود حدثنا عبیداللّٰہ عن اسرائیل عن طارق بن عبد الرحمٰن قال انطلقت حاجّا فمررت بقوم یصلون قلت ما هذا المسجد قالوا هذه الشجرة حیث بایع رسول اللّٰه ﷺ بیعت الرضوان فاتیت سعید بن المسیب فاخبرته فقال سعید حدثنی ابی انه کان فیمن بایع رسول اللّٰه ﷺ تحت الشجرة قال فلماخرجنا من العام المقبل نسینا ها فلم نعثر علیها فقال سعید ان اصحاب محمد ﷺ لم یعلمو ها فعلمتمو ها انتم ---{1}

"طارق بن عبدالرحمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں حج بیت اللہ کے لیے گیا تو دوران سفر میں نے کچھ لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھا میں نے یہ پوچھا یہ کونسی مسجد ہے تو انہوں نے کہا یہ وہ درخت ہے جس کے نیچے رسول اللہ ﷺ نے بیعت رضوان لی تھی پھر میں نے حضرت سعید بن میتّب رضی اللہ عنہ کو اس معاملے سے آگاہ کیا تو آپ نے کہا مجھے میرے والد نے یہ بات بتائی جو شجرہ رضوان کے

{1} بخاری ص 512 حدیث: 4163 طبع دارالریان

نیچے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیعت کرنے والوں میں شامل تھے کہ جب ہم دوسرے سال وہاں سے گزرے تو ہم اس شجرہ کو بھول گئے اور ہم اس پر مطلع نہ ہو سکے حضرت سعید فرماتے ہیں جب اصحاب رسول اللہ ﷺ اسے نہ جان سکے تو تمہیں کیسے اس کی خبر ہوگئی اس حدیث مبارک میں العام المقبل کا معنی آئندہ سال ہے اور ظاہر ہے کہ اس سے صلح حدیبیہ کے بعد والا دوسرا سال تھا جبکہ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ تھے تو کیسے ممکن ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے اجازت لیے بغیر یہ عمل کر گزریں یہی بات امام طاہر الحامدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے بھی کہی ہے وہ فرماتے ہیں اقول واضح ان قوله العام المقبل هو العام التالى لصلح حديبيه ولم يكن عمر خليفة وما كان يمكن ان يفعل عمر بغير اذن من رسول الله ﷺ شياء من تلقاء نفسه لم يؤمر به ------{1}

حدثنا موسٰى حدثنا ابو عوانة حدثنا طارق عن سعيد بن المسيب عن ابيه انه كان ممن بايع تحت الشجرة فرجعنا اليها عامنا المقبل فعميت علينا------{2}

''حضرت سعید بن میتب رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے راوی ہیں جو اس شجرہ کے نیچے بیعت کرنے والوں میں شامل تھے کہ جب ہم آئندہ برس اس کے پاس گئے تو

{1} مجلۃ الازھرۃ والقعدہ {2} بخاری 14264164

وہ شجرہ ہم پر مخفی ہو گیا یعنی ہم اس کے مکان پر اطلاع نہ پا سکے"۔

حدثنا قبيصة حدثنا سفيان عن طارق قال ذكرت عند سعيد بن المسيّب الشجرة فضحك فقال اخبرني وكان شهدها---------{1}

"حضرت طارق بن عبد الرحمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اس درخت کا ذکر حضرت سعید بن میتب رضی اللہ عنہ کے پاس ذکر کیا تو آپ ہنس دیے اور مجھ سے فرمایا کہ میرے والد بھی اس موقعہ پر حاضر تھے"

حدثنا موسى بن اسماعيل حدثنا جويرية عن نافع قال ابن عمر رضى الله عنهما رجعنا من العام المقبل وهو العام التالى لصلح حديبية فما اجتمع اثنان على الشجرة التى بايعنا تحتها ---------{2}

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب ہم صلح حدیبیہ کے دوسرے سال وہاں گئے تو جس درخت کے نیچے ہم نے بیعت کی تھی اس کی تعیین پر دو شخص بھی اتفاق نہ کر سکے"

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ جس شجرہ کے نیچے بیعت کا عمل انجام پایا تھا اس پر کوئی واقفیت نہ پا سکا بلکہ وہ اصحاب رسول ﷺ جنہوں نے

{1} بخاری 4165{2} بخاری باب البیعۃ فی الحرب ص146

اس کے نیچے بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا تھا وہ بھی اس کی پہچان سے بے خبر رہے اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ بھلا دیا یا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اٹھالیا جب کہ رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث میں وارد ہوا ہے

خرجت لأ خبر كم بليلة القدر فتلاحا اثنان فرفعت

''میں گھر سے نکلا تھا کہ تمہیں لیلۃ القدر کی خبر دوں مگر دو اشخاص آپس میں جھگڑ رہے تھے تو وہ اٹھالی گئی''۔ اب آخری سوال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا عمل کیوں کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ جن پر وہ شجرہ مشتبہ بنا دیا گیا تھا وہ غیر یقینی صورتحال سے دو چار ہونے کے باوجود وہاں جا کر تبرک حاصل کر رہے ہیں تو آپ نے یہ بات گوارا نہ کی تو اس مزعوم ومشکوک درخت کے کٹوانے کا حکم صادر فرمایا اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ یا عباد اللہ الصالحین کے آثار شریفہ سے تبرک لینے کو جائز نہ سمجھتے تھے یا یہ عمل اہل ایمان کو شرک وبدعت تک لے جائے گا ہرگز صحیح نہیں۔

مفتی عبدالرسول منصور الازہری

خطیب ریڈچ برطانیہ

علامہ مفتی عبدالرسول منصور الازہری کی دیگر تالیفات

- امام ابوجعفر طحاوی
- دلائل النبوۃ (اول، دوم، سوم) اردو ترجمہ
- مقالات منصور حصہ اول، دوم
- بستان العارفین اردو ترجمہ
- الآداب اردو ترجمہ
- رؤیت ہلال
- زیارات مصر
- فلسفہ موت وحیات
- عصمت انبیاء
- تفسیر بیضاوی اردو ترجمہ
- آئینہ میں جمال مصطفیٰ
- غیر اسلامی ممالک اور شرعی قضاء

فتاویٰ منصوریہ

مبلغ اسلام، شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ الحاج مفتی عبدالرسول منصور الازہری دامت برکاتہم العالیہ کی فقہی بصیرت اور تحقیقی مہارت کا شاہکار ہے۔ علامہ صاحب برطانیہ کی مسلم کمیونٹی کے عائلی و مذہبی مسائل کے حل کے لئے قائم کردہ ''شرعی کونسل'' کے چیئرمین ہیں۔ اپنی اس حیثیت میں آپ سائلین کے استفتاءات کا جواب دیتے رہتے ہیں۔ فتاویٰ منصوریہ آپ کے انہی فتاویٰ جات کا مجموعہ ہے جن میں سے بعض کافی مفصل ہیں۔ ان فتاویٰ میں آپ نے بعض مسائل عصریہ کا مجتہدانہ حل بھی پیش کیا ہے۔ اس کے بالاستیعاب مطالعے سے ہی آپ اندازہ کرسکیں گے کہ یہ اہل علم ودانش کے لئے کس قدر مثالی اثاثہ ہے۔

محمد منور نورانی

By: Zia Noorani 0300-4578511
Zianoorani@yahoo.com

ناشر
IDARA MISBAH-UL-QURAN SAHIWAL
مکتبہ مصباح القرآن مسعود ٹاؤن عارف روڈ ساہیوال